سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حیات و کارنامے اور فضائل و مناقب

مولف

فیروز احمد سیفی

(نیویارک)

ریسرچ سینٹر

خلیفۂ اعلیٰ حضرت، قطب مدینہ حضرت سیّدنا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ

نے فرمایا کہ اہلِ مدینہ کا قول ہے:

”مَنْ أرَادَ أنْ یَّسْتَشْفِعَ عِنْدَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

فَیَسْتَشْفِعُ بِعَمِّہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ“

جو چاہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں کسی کا واسطہ لائے

اسے چاہئے کہ ان کے عم اکرم کا واسطہ لائے۔

چنانچہ اہل مدینہ کو اگر کوئی عظیم کام پیش آتا ہے تو سرکار سیّدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے مزار انور پر حاضری دے کر اُن کو اپنا شفیع بنا کر مسجد نبوی شریف میں

مواجہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں سلام عرض کر کے دعا کرتے اور

اپنی مراد حاصل کرتے ہیں۔

سیّدالشہدا ءحضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(حیات اور کارنامے، فضائل و مناقب)

مرتب

فیروز احمد سیفی

(نیویارک)

نعت ریسرچ سینٹر۔انڈیا

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

کتاب	:	سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حیات اور کارنامے، فضائل ومناقب)
مرتب	:	فیروز احمد سیفی (نیویارک)
تعداد اشاعت	:	۵۰۰
سن اشاعت		جنوری ۲۰۲۵ء
کمپوزنگ	:	عزیز الرحمٰن، لکھنؤ۔۹۷۹۲۹۱۳۳۳۱
قیمت	:	۴۰۰ روپے

رابطہ:

Fairoz Ahmed Saifi

Kashan-E-Basheer

House No. 699, H.I.G, 2nd Stage,

Rajiv Nagar, Mysore, Pin : 570019 (K.S)

ناشر:

نعت ریسرچ سینٹر۔انڈیا

Naat Research Centre-India

Book Name	:	Sayyadush Shuhada Hazrath Ameer-E-Hamza (Hayat Aur Karname, Fzail-O-Mnaqib)
Edited By	:	Fairoz Ahmed Saifi
Pages	:	384
Published in	:	January2025 (1st Edition)
Quantity	:	500
Published By	:	Dr. Siraj Ahmed Quadri

Naat Research Centere-India

Mohalla Banjaria West ,Khalilabad

Distt. Sant Kabeer Nagar (U.P) India - 272175

9415875761,7985754611

www.naatresearchcenterindia.com

drsiraj123@gmail.com/anees11435@gmail.com

Printer	:	M.K. Ofset Printers, Delhi
Price	:	Rs. 400/-
ISBN	:	978-81-956005-8-8

شرف انتساب

میں اپنی اس کاوش کو

ہمشیرۂ سید الشہداء حضرت صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اور ان کی ازواج مطہرات

(۱) حضرت اُنصار یا بنت الملة الاسیه

(۲) حضرت خوله بنت قیس النجاریه

(۳)حضرت سلمیٰ بنت عمیس الخشعمه

رضی اللّٰه تعالیٰ عنهم

نیز

ان کی اولاد کے نام معنون کرتا ہوں:

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

فیروز احمد سیفی

(نیویارک)

فہرست

تہنیتی نظم	ڈاکٹر محمد صدر الحسن ندوی مدنی	۹
عقیدتوں کا وفور	فیروز احمد سیفی	۱۱
مقدمہ	ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد (ایڈوکیٹ)	۱۴

حیات اور کارنامے

شیر خدا اور شیر رسول کی تحقیق کے نئے گوشے	ڈاکٹر راہی فدائی (بنگلور)	۱۷
سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ......	ڈاکٹر راہی فدائی (بنگلور)	۲۲
حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ......	متین خالد (لاہور)	۴۶

فضائل ومناقب

حضرت ابوطالب	(از: دیوان ابوطالب رضی اللہ عنہ)	۲۱۵
حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ		۲۱۷
حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ		۲۲۱
عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ		۲۲۲
استغاثہ : بحضور سید الشہداء......		۲۲۴
در جوانی حمزہ عمِ مصطفیٰ ﷺ	حضرت مولانا جلال الدین رومی	۲۴۱
دوست دارِ خالق ودلدادۂ ختم الرسل	ڈاکٹر رئیس احمد نعمانی (علی گڈھ)	۲۴۳
شاہنامہ اسلام	ابوالاثر حفیظ جالندھری	۲۴۴
دودھ بھائی ہیں اور عمّ رسول	حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی	۲۷۴

غلامان رسول اکرم کے سردار امیر حمزہ ہیں	علامہ محمد منشاء تابش قصوری	۲۷۵
شجاعت میں کسی نے برتری ان پر نہیں پائی	سید حسین علی ادیب رائے پوری	۲۷۷
شیبۃ الحمد ابنِ عبد المطلب شیرِ خدا	راجا رشید محمود (لاہور)	۲۸۰
نبی کی محبت میں ایمان لائے	تنویر پھول (نیویارک)	۲۸۱
نہ ان کے سامنے ٹھہرا ہے کفر کا لشکر	تنویر پھول	۲۸۳
جن کو کہتے تھے سرکار یا عمّنا	علامہ ڈاکٹر محمد شہزاد مجددی (لاہور)	۲۸۴
نبیِ مکرم کے مشفق چچا سیّد الشہداء	پروفیسر عبد المنان طرزی (بہار)	۲۸۵
سرفرازی کی یہ دولت سیّد الشہداء سے ہے	ڈاکٹر عقیل ہاشمی (حیدرآبادی)	۲۸۷
ملی ہے حضرتِ حمزہ سے دین کو طاقت	امان خان دل (ہیوسٹن)	۲۸۸
کاروانِ قوم کے وہ تھے امیرِ کارواں	متین امروہوی (دہلی)	۲۸۹
جنہیں ہمارے نبی کی حاصل ہوئی......	بابر حسین بابر (بھیرہ شریف، پاکستان)	۲۹۱
کافروں کے حوصلے ٹھہرے نہ ان کے سامنے	ڈاکٹر سید شمیم احمد گوہر مصباحی	۲۹۲
صدق واخلاص و وفاداری کا پیکرِ دلربا	طارق سلطان پوری (پاکستان)	۲۹۳
شہید جنگ اُحد میں ہو کر مقام ارفع واعلیٰ پایا	عزیز الدین خاکی (کراچی)	۲۹۴
احد پہاڑ کے زرّوں سے آ رہی ہے صدا	عزیز الدین خاکی، کراچی	۲۹۵
لقب ملا ہے انہیں سیّد الشہداء کا	سیّد عارف محجور رضوی	۲۹۶
دکھائے آپ نے جو ہر وہ جاں نثاری کے	فیض رسول فیضان (گوجرانوالہ)	۲۹۷
گل شجاعت کا بانکپن ہیں	پروفیسر فیض رسول فیضان	۲۹۸
حامل اخلاقِ احمد، حاملِ دینِ مبیں	اظہار مسرت یزدانی (راجستھان)	۲۹۹
سید کون ومکاں کے ہیں وہ عمِ محترم	محمد حنیف نازش قادری	۳۰۱
ملی ہے دین کو نصرت امیر حمزہ سے	شفیق رائے پوری	۳۰۲
راغب اُن کی اک نظر، جنّت بداماں کر گئی	راغب مرادآبادی	۳۰۳

تمہارے خونِ جگر کی لالی سے ہیں درخشاں	نسیمؔ تاجی	۳۰۴
اُحد کے دامن میں اِک باغ جناں موجود ہے	انجم نیازی (پاکستان)	۳۰۵
ہو شجاعت حمیّت کا جب تذکرہ آپ کی......	عارف منصورؔ	۳۰۶
کیوں کسی نور کے سورج سے تقابل کیجیے	اخترؔ ہاشمی	۳۰۷
خدا نے شوق شہادت عطا کیا ان کو	طاہرؔ سلطانی (کراچی)	۳۰۸
فریاد کُناں ہیں فلسطینی یا سیدنا......	صوفی شاہ محمد کمال میاں جمیلی سلطانیؔ	۳۰۹
سرکارِ دو عالم کو پیاری ہے ذات امیر حمزہ کی	محمد یٰسین اجملؔ چشتی	۳۱۰
ہر نعمت ان کی چوکھٹ پہ جنت......	محمد یٰسین اجملؔ چشتی	۳۱۱
لقب دیا ہے محمد ﷺ نے سیّد الشہداء	رفیق مغل	۳۱۲
میرے سرکار کی حمایت میں	سردار سلیمؔ	۳۱۳
پیکرِ شجاعت ہیں حضرتِ امیر حمزہ	منیر احمد جامیؔ (بنگلور)	۳۱۴
شہادت جب ملی اُن کو	شاعر علی شاعرؔ (پاکستان)	۳۱۵
احد کی گود میں جو آج محو راحت ہیں	ڈاکٹر مبشر احمد نشترؔ (حیدر آباد)	۳۱۶
اسلام میں داخل ہوتے ہی، چیلنج کیا ہر باطل کو	مولانا ولی اللہ ولیؔ عظیم آبادی	۳۱۸
ناز کرتی ہے تواریخ شجاعت یہ ہنوز	الطاف حسین انصاری مرحوم	۳۱۹
ہیں شاہِ والا کے سیکڑوں جاں نثاریوں تو	قاضی اسدؔ ثنائی (حیدر آباد)	۳۲۰
وہ جن کے نام کی ہیبت دلوں پہ طاری ہے	اقبالؔ عالم	۳۲۱
مرے رسول بھی روئے تھے اس شہادت پر	ساغرؔ ہاشمی	۳۲۲
نبی اکرم نے ان کی تربت کی......	ڈاکٹر سیّد علی عباس شاہ	۳۲۳
ہوگئی پھر آج ساگر منقبت سے حاضری	اسلم ساگرؔ	۳۲۴
بڑے کمال کے حامل جناب حمزہ ہیں	نجیب قاصرؔ	۳۲۵
احسان نہ بھولے گا میدانِ احد تیرا	محمد سلمان رضا فریدیؔ (عمان)	۳۲۶
حمزہ ہیں آپ کشورِ الفت کے تاجدار	مقبول شاربؔ (حیدر آباد)	۳۲۷

آسماں بھی جس کی رفعت پر ہے......	محمد یامینؔ وارثی	۳۲۸
درِ اقدس پہ وہ ایمان لانے کیلئے آئے	اقبالؔ اعظمی کریم الدین پور، گھوسی	۳۲۹
وفا کی راہ کی منزل جناب حمزہ ہیں	وزیرؔ حسن	۳۳۱
جانِ عزیز کردی، جان آفریں کے قرباں	مہرؔ وجدانی	۳۳۲
ہزاروں رحمتیں ہوں اس پہ نازل	انوارؔ عزمی	۳۳۳
مسلماں اکمل و کامل امیر حمزہ ہیں	گہرؔ اعظمی	۳۳۴
حضرت حمزہ چچا یوں تھے رسول اللہ کے	گہرؔ اعظمی	۳۳۵
رب کے محبوب کے محبوب امیر حمزہ	ندیمؔ سلطانپوری	۳۳۷
گواہی دے رہا ہے وہ شجر اسلام کا اب بھی	نوازؔ اعظمی	۳۳۸
ہزاروں فوج پر ہیں آپ بھاری حضرتِ حمزہ	نوازؔ اعظمی	۳۳۹
بہت بلند ہیں رتبے امیر حمزہ کے	نوازؔ اعظمی	۳۴۰
شہید ناز کی بالیں پہ جبرئیل امیں بولے	قمرؔ انجم	۳۴۱
ظلمت کے اس جہاں میں بن کر چراغ چمکا	محمد خالد خان	۳۴۲
اُحد کی جنگ کا حاصل جناب حمزہ ہیں	محمد احمد متینؔ	۳۴۳
ہماری جانب نگاہ رحمت برائے......	رمضان حیدرؔ فردوسی	۳۴۴
حفیدِ حضرت ہاشم ہیں بیٹے مطلب کے ہیں	مجیب احمد مجیبؔ صدیقی	۳۴۶
آپ کے دم سے بڑھی شوکتِ اسلام شہا	محمد حسینؔ مشاہد رضوی	۳۴۸
کیا شان خدا نے بخشی ہے صدیاں......	توصیف رضا خان رضوی	۳۴۹
وہی ہیں شیر رب اور مصطفیٰ کے	ریاضؔ احمد قادری	۳۵۱
اب بھی نوازتے ہیں در پر جو کوئی آئے	ریاضؔ احمد قادری فیصل آباد	۳۵۲
خوں ریز اُحد کا وہ سماں یاد ہے اب تک	شارقؔ بلیاوی	۳۵۳
بخشش کی سند ہے میرے لئے......	احمدؔ رضا مدنی بغدادی	۳۵۴
یہی ہے خواہش یہی تمنا امیر حمزہ	نعیمؔ رضا برکاتی گونڈوی	۳۵۵

کیا تھا اُن کو لقب ودیعت رسولِ......	محمد اویس از ہر مدنی	۳۵۶
نبی کے دلبر، نبی کے شیدا، امیرِ حمزہ امیرِ حمزہ	محمد عارف قادری	۳۵۸
جہانِ عشق ووفا میں جہاں جہاں دیکھا	ابوالمیز اب محمد اویس آب رضوی	۳۵۹
لائے ہیں ایمان حمزہ تاکہ خوش ہوں مصطفیٰ	رحمت	۳۶۰
وہ استعارے ہیں حمزہ مولا	محمد علی حارث	۳۶۱
حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شعر پر مختلف شعراء کی تضمینات		۳۶۲

نظم، رباعیات، قطعات اور ہائیکو

خاموش مُبلّغ	آفتاب مضطر	۳۶۷
سیّدالشہداء امیر حمزہ رضی اللہ عنہ	سید ضیاء الدین نعیم (لیاقت پور)	۳۶۹
سیّدالشہداء کی بارگاہ میں نذرِ عقیدت	طاہر سلطانی (کراچی)	۳۷۲
بہت عظیم ہے رتبے امیرِ حمزہ کے	آفتاب عالم مضطر امجدی گونڈوی	۳۷۳
قتیلِ راہِ محبت	حسین عارف	۳۷۴
رباعیات توام	آفتاب مضطر	۳۷۵
قطعات	طاہر سلطانی	۳۷۶
منقبتی ہائیکو	آفتاب مضطر	۳۷۷

سلام : بحضور سید الشہداء حضرت سیّدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سلام مع ترجمہ		۳۷۹
سلام سید الشہداء	علامہ محمد شہزاد مجددی (لاہور)	۳۸۰
السلام اے کشتۂ عشقِ خدا	علامہ محمد شہزاد مجددی (لاہور)	۳۸۱
نازش سردار بطحا حضرتِ حمزہ سلام	محمد قاسم کیلانی	۳۸۲
آپ سردارِ شہیداں، قول ہے سرکار کا	تنویر پھول (امریکہ)	۳۸۳
نعت ریسرچ سینٹر۔انڈیا کی مطبوعات		۳۸۴

تہنیتی نظم

جناب فیروز احمد سیفی کی تالیف کردہ کتاب
''سید الشہداء حضرت امیر حمزہ: حیات و کارنامے اور فضائل و مناقب''
کی طباعت کی مناسبت سے آزاد نظم

زمانہ منتظر تھا اک نبی امّی کی آمد کا
بشارت جس کی عیسیٰ دے گئے تھے اپنی امت کو
بشارت آج پوری ہوگئی تھی اس کی آمد سے
حرا کے غار سے بعثت کا اب آغاز ہوتا ہے
فلاح و رشد کی دعوت سے مکہ ہوگیا برہم
رسولِ ہاشمی مکی پہ اب جور و ستم ہر دم
اٹھے حمزہ کہا، ایمان لایا دین برحق پر
ہبل کو، لات کو، عزی کو چھوڑا میں نے اے ہمدم
جلالت اور بسالت فطرتِ حمزہ کا حصہ تھی
وہ اک شمشیر براں تھے حمایت میں محمد کی
احد کی جنگ میں دشمن پہ لرزہ کردیا طاری
برائے نصرت دین ضرب اس کی ہر طرف کاری

اسی یلغار میں جام شہادت نوش فرمایا
رسولِ ہاشمی کی آنکھ نمدیدہ ہوئی اس پر
شہید راہ حق کو احد ہی میں دفن فرمایا
اسی گنج شہیداں میں وہ محوخواب ہیں اب تک
خدا کی رحمتیں ان پر، خلائق کے سلام ان پر
اسی سرخیل شہدا کے فضائل اور مناقب کو
کیا ہے احمد سیفی نے یکجا سطح کاغذ پر
سراج قادری نے اطلاع دی فون پر مجھ کو
جناب احمدِ سیفی کی یہ کاوش مبارک ہو
سراجِ قادری کی کوشش پیہم مبارک ہو
مرے دل سے نکلتی ہیں دعائیں سن کے خوشخبری
یہ خوش خبری مبارک ہو دبستاں کے رفیقوں کو
رفیقوں کے رفیقوں اور پھر ان کے رفیقوں کو

ڈاکٹر محمد صدر الحسن ندوی مدنی
۶۳/ عارف کالونی، اورنگ آباد (مہاراشٹر)
موبائل : 8390989303

عقیدتوں کا وفور

کسی بھی انسان کے اشیاء کو دیکھنے اور پرکھنے کے مختلف زاویئے ہوتے ہیں اور وہ انہیں زاویوں کے پیشِ نظر کسی بھی شخصیت میں خوبیوں یا خامیوں کا متلاشی ہوتا ہے اور یہ ضابطہ فطری ہے۔ جب میں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے ابتدائی نقوش کا مطالعہ کیا تو مجھے تاریخ اسلام کے دو کردار نے بہت متاثر کیا، ایک تو عبداللہ بن جُدعان کی وہ لونڈی (معزز خاتون) جنہوں نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ابوجہل کے ذریعہ کئے گئے ظلم وستم کو اپنی آنکھوں سے دیکھا مگر اپنی ناتوانی کے باعث وہ بر وقت ابوجہل کی مخالفت تو نہیں کرسکیں باوجود اس کے ان کے اندر کارفرما انسانی جذبہ یا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت انہیں اس بات کا یقین دلا رہی تھی کہ اگر میں اس حادثے کو حضرت حمزہ سے بیان کروں تو ان کی خاندانی حمیت ضرور بھڑک اُٹھے گی اور وہ ابوجہل کو اس کی بیہودہ حرکتوں سے بعض رہنے کی کوئی نہ کوئی حکمت عملی ضرور اپنائیں گے۔ اُسی جذبے کے تحت جب سید الشہداء حضرت سیدنا امیر حمزہ شکار سے واپس آکر بیت اللہ شریف کی زیارت کے لئے تشریف لے جا رہے تھے تو انہوں نے ان کا راستہ روک کر پورے حادثے کو ان سے بیان کیا، دوسرا سید الشہداء حضرت سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پورے حادثے کو سن کر جوش میں آنا نیز اسی وقت ان کا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں مدافعت میں اُٹھ کھڑا ہونا، ابوجہل کو زدکوب کر کے لہولہان کر دینا اور زندگی کی آخری سانس تک اسی جذبے پر کاربند رہتے ہوئے اپنی جان، جاں آفریں کے سپرد کر

دینا یہ وہ تابندہ نقوش ہیں جب میں ان کے بارے میں اپنے طور پر سوچتا ہوں تو تاریخ اسلام میں مجھے ان کے ہم پلہ کوئی اور شخصیت نظر نہیں آتی اور میرے دل میں ان کی محبت کا ایک دریا موجزن ہو جاتا ہے۔

عبداللہ بن جُدعان کی وہ لونڈی (معزز خاتون) جنہوں نے حضرت سید اشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توجہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف مبذول کرائی ان کی اُس کار کردگی کی بھی میرے دل میں بے پناہ عظمت ہے۔

سید الشہد اُحضرت سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مجھ کو دلی لگاؤ ہے اور صرف لگاؤ ہی نہیں بلکہ ان کی محبت کا جو وفور میرے دل میں ہے اسے میں لفظوں میں بیان نہیں کرسکتا۔ اُسی محبت اور جذبے کے پیش نظر میں نے ۲۰۰۷ء میں مشہور و معروف عالم دین اور عاشق رسول حضرت سید جعفر بن حسن بن عبدالکریم برزنجی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تقریباً ڈیڑھ سو سال پرانے رسالے ''سید الشہداء حضرت امیر حمزہ'' کو شائع کر کے فری آف کاسٹ تقسیم کروایا تھا مگر حضرت سید الشہد اء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میری محبتو ں کا سلسلہ یہیں ختم نہیں ہوا بلکہ میرا تجسس مزید بڑھتا ہی گیا، اسی درران مجھے میرے دوست محترم جناب محمد متین خالد صاحب لاہور کی کتاب ''شہیدوں کے سردار'' ہاتھ لگی۔ اس کتاب نے میرے دل میں حضرت سید الشہد اء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت و محبت کو دو بالا کر دیا۔ چونکہ آپ پر بہت کم لکھا گیا ہے خصوصاً ہندوستان میں اس لئے میرے دل میں ایک ہوک اُٹھی کہ کیوں نہ اس کے چند اقتباس اور گزشتہ کتاب میں شائع شدہ مناقب مزید اور مناقب کو حاصل کر کے ان کو کتابی شکل میں ہندوستان سے شائع کر دیا جائے۔ جب میں نے اس کی نشر و اشاعت کے بارے میں اپنے بھائی ڈاکٹر سراج احمد قادری سے مشورہ کیا تو انہوں نے نہ صرف اس کی تائید و تصدیق کی بلکہ ایک اہم تحقیقی مقالے کی نشان دہی بھی کی جو جنوب کے عظیم اسکالر ڈاکٹر راہی فدائی صاحب (بنگلور) کا تحریر کردہ ''سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ایک تحقیقی نظر'' کے عنوان سے ہے جسے واقعی ڈاکٹر صاحب

نے نہایت ہی محققانہ انداز میں تحریر کیا ہے۔اس مقالے میں انھوں نے حضرت سید الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات مبارکہ کے ایسے تحقیقی پہلوؤں کو اُجاگر کیا ہے جو اب تک پردۂ خفا میں تھے۔جب میں نے محترم جناب ڈاکٹر راہیؔ فدائی صاحب سے اس مقالے کی شمولیت کے ساتھ اپنی اس کاوش کو منظر عام پر لانے کا ذکر کیا تو انہوں نے میری پذیرائی کرتے ہوئے مزید ایک مختصر مگر جامع مقالہ ''شیر خدا اور شیر رسول تحقیق کے نئے گوشے'' تحریر فرما کر عنایت فرمایا اس طرح اُن کے دو اہم تحقیقی مقالے اس کتاب کی زینت ہیں جس کے لئے میں ان کا دل کی گہرایوں سے ممنون و مشکور ہوں:

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

اسی دوران میری گفتگو نعت کے ایک مایۂ ناز محقق ڈاکٹر محمد اسماعیل آزادؔ فتح پوری صاحب سے ہوئی اور میں نے ان کو اپنی اس کاوش کے بارے میں بتایا تو انہوں نے اس پر مقدمہ لکھنے کی خواہش کا اظہار کیا جس کا میں نے خیر مقدم کیا، ابھی میری گفتگو کے چند ہی ساعت گزرے ہوں گے کہ انہوں نے ایک وقیع مقدمہ لکھ کر عنایت فرما دیا جس کے لئے میں ان کا صمیم قلب سے مشکور و ممنون ہوں مزید وہ شعرائے کرام جنہوں سید الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں اپنی عقیدتوں کا خراج مناقب کی شکل میں تحریر فرما کر عنایت فرمایا میں ان کا بھی تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔

آخر میں میں اپنے قارئین کرام سے بڑے ہی ادب و احترام کے ساتھ عرض گزار ہوں کہ آپ کو اگر اس کتاب میں کسی قسم کی کوئی غلطی یا خامی نظر آئے تو مجھے ضرور مطلع فرمائیں آپ کا میں غایت درجہ احسان مند ہوؤں گا۔**جَزَاکُمُ اللّٰہُ اَحۡسَنَ الجَزاْ۔**

فیروز احمد سیفی

فاؤنڈر/ ڈائریکٹر نعت ریسرچ سینٹر۔انڈیا

(نیویارک)

۲۶/دسمبر بروز جمعرات ۲۰۲۴ء

۲۳/جمادی الاخریٰ ۱۴۴۶ھ

مقدمہ

قابل صد ستائش کتاب ''سیّد الشہداء حضرتِ سیّدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' ہر زاویے سے ایک قابل ستائش سوانحی کتاب ہے جو ہر لحاظ سے مکمل ہے اور تقریباً ہر جہت سے لائقِ مطالعہ ہے۔اس کے تخلیق کار ایک تجربہ کار قلمکار ہیں۔ایک اچھی سوانح کے لئے جو اجزائے غیر منفکّہ ہیں وہ سبھی اس میں درخشاں وتاباں ہیں۔اس کتاب میں وہ سبھی باتیں موجود ہیں جو اسے اپنے فن میں فریدۂ روزگار بنا رہی ہیں۔حضرت حمزہ ایک مستند اسدِ الٰہی و ضیغمِ رسول آخرالزماں ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ رسولِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے علاتی چچا اور رضائی برادر ہیں۔آپ کی والدہ محترمہ ہالہ بنت زوہیب رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی محترم والدہ آمنہ بنت وہب کی چچازاد بہن تھیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جدامجد حضرت عبدالمطلب نے اپنے چہیتے فرزند حضرت عبداللہ کی شادی حضرت آمنہ بنت وہب سے کرائی تھی۔اسی وقت موصوف نے اپنی شادی وہب کے بھائی زوہیب کی دختر ہالہ سے خود کرلی تھی۔جن سے ۵۶۹ء میں حضرت حمزہ ولد عبدالمطلب ولادت پذیر ہوئے۔حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رضائی بھائی بھی تھے۔

آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ کو سیّد الشہداء، اسداللہ و اسدِ رسول کے معزز ترین القاب سے سرفراز فرمایا تھا۔آپ کی شادیاں قبیلۂ انصار میں ہوئی تھیں:

پہلی بیوی حضرت انصار قبیلہ اوس، دوسری حضرت خولہ بنت قیس بھی انصار کے قبیلہ سے اور تیسری سلمہ بنت عمیس قبیلہ خثعم سے تھیں۔

جہاں تک آپ کے اوصاف کا سوال ہے تو آپ یقیناً نہایت بیباک نڈر اور لامتناہی

شجاعت کے حامل تھے۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوّلین علمبردار اور سریۂ سیف البحر کے امیر تھے۔ آپ نے جنگِ بدر میں اپنی دستار میں شتر مرغ کا پَر لگایا ہوا تھا۔ آپ کے دونوں ہاتھوں میں تلواریں تھیں جن کی زد میں آنے والا ہر شخص غلطانِ دم نظر آتا تھا۔ غزوۂ احد میں حضرت حمزہ جدھر بھی رُخ کرتے، کشتوں کے پشتے لگا دیتے تھے۔ اسی جنگ میں وحشی ایک چٹان کی آڑ میں حضرت حمزہ کی آمد کا انتظار کر رہا تھا، جب آپ اس کے نشانے پر آ گئے تو اس نے ایک نیزہ قوت کے ساتھ پھینکا جو آپ کی ناف سے نکل کر دوسری طرف نکل گیا۔ آپ نے اس وقت بھی اپنے ہوش وحواس برقرار رکھے اور اس پر جھپٹے اور چکرا کر زمین پر گر گئے لیکن اس وقت بھی آپ کے قدم آگے ہی بڑھ رہے تھے۔ رسولِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی نمازِ جنازہ ستّر بار پڑھی۔ ہند نے آپ کا کلیجہ نکالا اور چبا گئی لیکن گلے سے نیچے اتار نہ سکی اور اُسے (کلیجے کو) اُگل دینا پڑا۔

مصنف امیر حمزہ کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے ان واقعات کو بالتفصیل ۱۹۸؍صفحات میں جمع کر دیا اور بعدہٗ صفحہ ۲۱۵؍ سے ۲۸۳؍ تک آپ کی بابت متعدد نامی گرامی شعراء کے وہ اشعار جمع کر دیئے ہیں جنہوں نے آپ سے متعلق واقعات کو شعری جامے میں پیش کیا ہے جو شعری فن کے اعلیٰ نمونے ہیں۔ مصنف کی پوری تصنیف عربی کے درج ذیل شہ پارے کا مصداق خارجی ہے۔ احسن الشعر: "**ما قلب السمع بصراً**"

(اچھا شعر وہ ہے جو کان کو آنکھ بنا دے)

غرضیکہ مصنف نے اپنی اس معرکہ آراء کتاب میں سیّد الشہداء حضرت حمزہ کے ہر قابل ذکر واقعہ کو تشفی بخش انداز میں جمع کر دیا ہے۔ مذکورہ بالا کتاب سوانحی ذخیرہ میں ایک قابل قدر معیاری شہ پارے کی حیثیت رکھتی ہے۔

ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد (ایڈوکیٹ)
سابق ریسرچ گائڈ کانپور یونیورسٹی، کانپور
مہاتما گاندھی پی.جی.کالج، فتح پور (یوپی)

حیات اور کارنامے

ڈاکٹر راہی فدائی (بنگلور)

شیر خدا اور شیر رسول کی تحقیق کے نئے گوشے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: "لَقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ أُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرۡجُو اللَّهَ وَالۡيَوۡمَ الۡآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيۡراً۔ (سورہ احزاب، آیت-۲۱)
یعنی (اے لوگو) یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں بہترین نمونہ موجود ہے۔ یہ اُس شخص کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہو، اور کثرت سے خدائے عزوجل کو یاد کرتا رہتا ہو۔" "اسوہ" کے لغوی معنی ہیں اقتدا، نمونہ اور مطمئن کرنے والی چیز۔

اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے اعجازی و مثالی لمحے جن کی تفصیل ہمیں احادیث مبارکہ کے آئینے میں صاف صاف نظر آتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بقول محدثین کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر پر مبنی ہیں، "تقریر" کہتے ہیں کسی صحابی رضی اللہ عنہ کو کچھ کہتے ہوئے یا کچھ کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا ہو اور اس پر سکوت اختیار کیا ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ عمل بھی حدیث کے اصطلاحی دائرہ میں داخل ہو جاتا ہے۔ اُسوہ کا ایک توسیعی مفہوم یہ بھی ہے کہ احادیث شریفہ کی طرح آثار صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے گرانقدر اقوال وافعال اور ان مقدس ہستیوں کی زندگی کے وہ اوقات ولمحات جو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ومسعود صحبت میں صرف ہوئے ہوں، وہ بھی اہل سیرت کے نزدیک اُسوہ کے ذیل میں شامل ہیں۔

اس مختصر تمہید کے بعد یہ بات عرض کرنی ہے کہ حضرات اہل علم واصحاب فضل نے سیکڑوں صحابۂ کرام کے احوال وآثار کو عبرت ونصیحت کے واقعات بیان کرتے ہوئے رقم کیا ہے۔ یہ اس لئے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور ارشاد گرامی ہے: "اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِأَنَّھُمُ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ" یعنی میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، ان میں سے جس کسی کی تم پیروی کروگے صراط مستقیم کی طرف رہنمائی ہو جائے گی، اس صورت حال کے پیش نظر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جن صحابہ کرام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب زیادہ سے زیادہ حاصل ہوا اور جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ومسعود صحبتیں نصیب ہوتی رہیں، ان اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زندگیوں کو بجا طور پر "اُسوۂ حسنہ" کا عکس جمیل کہنا بے جانہ ہوگا، اس تشریح کے بعد ذہن میں یہ سوال پیدا ہونا لازمی ہے کہ دیگر صحابۂ کرام کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب صحابی اور خالہ زاد بھائی حضرت حمزہ ابن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احوال وآثار کتب سیر میں بطور "اسوہ حسنہ" بیان نہیں ہوئے۔ اس کے جواب میں ان اصحاب سیر کا یہ عذر پیش کیا جاتا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عائلی زندگی کے حالات اور آپ کی بزم آرائیوں کی تفصیل تاریخ کے صحافت پر ثبت نہیں ہو سکے ہیں، البتہ آپ کی بسالت وشجاعت کے رزمیہ واقعات کتب غزوات کی زینت رہے ہیں۔ حالانکہ یہ عذر خواہی محققین کے نزدیک مکمل سچ کے دائرے میں شامل نہیں ہوتے ہیں۔

راقم الحروف (راہی فدائی) تاریخ اسلام کا ایک ادنیٰ طالب علم ہونے کے ناطے یہ عرض کرنا چاہتا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بعض خصوصیات ایسی ہیں جن کا ذکر کتب سیر میں لامحالہ ہونا چاہئے تھا مگر افسوس کہ ایسا ہو نہ سکا، البتہ بعض کتب تاریخ میں بین السطور ان خصوصیات کا ذکر ہوا ہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی خصوصیت کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ آپ حلقہ بگوش اسلام ہونے سے پیشتر ہی فطرۃً موحد تھے آپ نے زمانۂ جاہلیت میں بھی کسی بت کے آگے سر نہیں جھکایا اور نہ کسی صنم کدے میں حاضری دی، اور نہ "ازلام" سے رہنمائی حاصل کی، آپ کو ان تمام لغویات سے کوئی سروکار ہی نہ تھا، آپ کا محبوب مشغلہ بس صید وشکار تھا، صبح ہوتے ہی تیر کمان لے کر گھر سے نکل پڑتے اور شام واپس لوٹ کر اپنے

مکان میں محصور ہو جاتے۔ یہی ان کی دنیا تھی، دیگر سماجی یا سیاسی مصروفیات سے آپ کو کوئی سروکار نہ تھا، آپ کی انفرادیت کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ آپ حق شناس وحق پرست تھے، باطل سے انہیں بے حد نفرت تھی، حق کی آواز پر ہمیشہ لبیک کہنا آپ کی فطرت ثانیہ تھی، اسی وجہ سے آپ کے معاصر سرداران قریش نے آپ سے آپ کے بھتیجے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شکایت کبھی نہیں کی، مشرکین مکہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف آپ کے چچا خواجہ ابوطالب ابن عبدالمطلب کے آگے زبان درازی تو کی مگر حضرت حمزہ ابن عبدالمطلب کے روبرو ہو کر شکوہ کرنے اور آپ کے متعلق برا بھلا کہنے کی جرأت وہمت نہ کر سکے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک یہ بھی امتیاز ہے کہ حضرت حمزہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تقریباً ہم عمر تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ۵۷۱ء میں اس دنیا میں جلوہ افروز ہوئے اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت ۵۶۹ء میں ہوئی۔ اس طرح صرف دو سالوں کا فرق رہا۔ اس کے باوجود حضرت حمزہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بے حد احترام ہی نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ سلم کو انتہائی عزیز بھی رکھتے تھے، یہ الفت ومحبت فطری تھی، اس کی وجہ یہ کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے خاندانی قریبی رشتہ داری حاصل ہونے کے علاوہ حضرت حمزہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو طرح سے رضاعی بھائی بھی تھے، ایک تو یہ کہ دونوں نے ابولہب کی کنیز حضرت ثویبہ کا دودھ پیا تھا، مزید یہ کہ قبیلہ بنوسعد کی ایک دایہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وقفے وقفے سے دودھ پلایا تھا۔ مذکورہ خاتون آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مستقل دایہ حضرت حلیمہ بنت ذویب سعدیہ کے قبیلہ بنوسعد سے تعلق رکھتی تھیں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت قریبہ اس طرح حاصل تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ حضرت آمنہ بنت وہب اور حضرت حمزہ کی والدہ ہالہ بنت زوہیب چچازاد بہنیں تھیں، اس نسبت سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خالہ زاد بھائی ہوتے ہیں۔ ان ساری انتہائی قریبی نسبتوں کی وجہ سے حضرت حمزہ کو دائرہ اسلام میں داخل ہونے سے پہلے ہی فطری طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کامل محبت رہی، یہی جہ ہے کہ جب آپ کو یہ

اطلاع ملی کہ ابوجہل نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ صرف برا بھلا کہا بلکہ زخمی بھی کردیا، آپ نے فوری ابوجہل کو تلاش کرنے کے بعد اس کے سر پر اپنے کمان سے سخت ضرب لگائی تھی، جس سے وہ شدید زخمی ہوگیا تھا، اکثر سیرت نگاروں نے اس واقعہ کو خاندانی حمیت اور قبیلہ جاتی غیرت کا معاملہ قرار دیا ہے، راقم کی رائے میں صرف اتنی سی بات نہیں تھی بلکہ حقیقی جذبہ جو کارفرما تھا وہ غیرت کا کم بلکہ محبت والفت کا زیادہ تھا، یہ وارفتگی فطری تھی، یہاں ایک نکتہ کی وضاحت ضروری ہے کہ حضرت ابوطالب کا اپنے بھتیجے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید کرنا، حمیت میں آگے آنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشکل وقت میں نہ صرف تعاون فرمانا بلکہ دشمنوں کے مقابلے میں سینہ سپر ہوجانا، خاندانی قربت کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند ترین اخلاق اور اعلیٰ ترین کردار سے متاثر ہونے کی وجہ سے تھا، جس کا ذکر حضرت ابوطالب نے اپنے معرکہ آرا قصیدہ میں بڑی عمدگی سے کیا ہے۔ یہاں دو شعر نموناً پیش کئے جاتے ہیں:

"وابیض یستسقیٰ الغمام بوجھہ شمال الیتامیٰ عصمة للارامل
فأیّدة رب العباد بنصرہ واظھر دیناً حقةٗ غیر باطل۔"

یعنی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) خوبصورت پُرنور چہرے والے ہیں، جن کے رخ تاباں کے وسیلے سے بادلوں سے بارش کی تمنا کی جاتی ہے۔ آپ یتیموں کے سرپرست اور بیواؤں کے نگہبان ومحافظ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رب تعالیٰ نے اپنی مدد کے ذریعہ تائید سے سرفراز فرمایا اور باطل سے پاک دین حق کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر واضح فرمادیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے بے مثال شجاعت و بے پناہ استقامت کے مدنظر آپ کی حیات میں پیش آنے والے تمام غزوات وسرایا میں آپ ہی کو اسلامی فوج کا علمبردار مقرر فرمایا تھا حالانکہ اس وقت حضر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمیت کئی مشہور ومعروف نڈر اور بہادر تلوار کے دھنی صحابہ کرام موجود تھے۔ اس کے باوجود علمبرداری کے لئے حضرت حمزہ کا انتخاب نہ صرف ان کی غیر معمولی بہادری کی بنا پر تھا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی لازوال فطری محبت وچاہت بھی اس کا سبب بنی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کی چشم مبارک سے اس قدر اشک رواں ہوئے کہ اس سے پیشتر یا اس کے بعد چشم فلک نے یہ اندوہ ناک نظارہ نہیں دیکھا۔ علاوہ ازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور صحابی کو "اَسَدُ اللّٰہِ وَ اَسَدِ رَسُوْلِہٖ" کے بلند و بالا خطاب سے سرفراز نہیں فرمایا۔ شہادت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ جنازہ مستقل پڑھانے کے علاوہ ہر شہید کے نعش مبارک کے ساتھ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جنازے کو رکھ کر نماز پڑھائی، یہ عمل تقریباً ستّر (۷۰) مرتبہ دہرایا گیا، یہ اعزاز کسی اور صحابی رضی اللہ عنہ کو حاصل نہیں ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا: "رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ فَاِنَّكَ كُنْتَ مَا عَمِلْتَ وَصُوْلًا لِّلرَّحْمِ وَفَعُوْلًا لِّلْخَيْرِ" یعنی تم پر خدا کی رحمت ہو کہ تم خوب صلہ رحمی کرتے رہے ہو اور نیکیوں میں ہمیشہ سبقت لے جاتے رہے ہو۔

بہر حال مذکورہ بالا خصوصیات کی حامل شخصیت کسی بھی صاحب ایمان کے لئے رہنما اور روڈ ماڈل بن جائے تو اس کی زندگی قابل رشک ہو جائے گی۔ ان حقائق کے باوصف عام طور پر ہمارے سیرت نگار حضرات نے ان قلمکاروں کی توجہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی سیرت کے ان گوشوں کی طرف مبذول نہیں ہوئی جو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عقیدت میں منور ہوئے تھے، جس کی وجہ سے انہیں یہ عذر کرنا پڑا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی رزمیہ داستانیں تو موجود ہیں مگر بزمیہ وارداتیں تاریخ کے صحافت پر جلوہ نما نہیں ہو سکیں۔

راقم السطور (راہی فدائی) کی گذارش ہے کہ ہمارے پیش رو قلمکار و سیرت نگار حضرات پر گفتگو کئے بغیر دور حاضر کے محققین حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مزید تحقیق فرمائیں اور احادیث شریفہ، آثار صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ضمن میں بین السطور جو اشارے حاصل ہوں انہیں ضبط قلم فرمائیں تا کہ اس سلسلہ خیر کو آگے بڑھانے کا زریں موقع ہاتھ آئے۔ وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

☆☆☆

ڈاکٹر راہی فدائیؔ (بنگلور)

سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر ایک تحقیقی نظر

تاریخ اسلام کی معدودے چند ہستیاں ایسی ہیں جن کی سرفروشی و جاں نثاری کے کارنامے صفحاتِ دہر پر زرین و روشن حروف سے رقم تو کئے گئے مگر اس کے باوجود ان بلند حوصلہ و اولوالعزم شخصیات کے مکمل و مستند احوال پردۂ غیب میں پوشیدہ رہ گئے جس کے سبب سے ان کے اوّلین تذکرہ نویسوں میں سے بعض کو یہاں وہاں سے رطب و یابس مواد جمع کرنے کا نادر موقع ہاتھ آ گیا۔ چنانچہ ان قلمکاروں نے غیر معتبر و نامعقول روایتوں کو بطور زیب داستاں اپنے مقصد و منشا کے مطابق شاملِ تذکرہ کر لیا اور خوب اس کی تشہیر کر دی جس کے نتیجہ میں یہی کتابیں ان کے بعد آنے والے مصنّفین کے لئے مصدر و مأخذ کی حیثیت اختیار کر گئیں، اسی طرح ان شجیع و جری فرزندانِ اسلام کے حالات و واقعات مذکورہ تذکروں میں بیان کردہ قصوں کے اسلوب ہی میں زبان زدِ خاص و عام ہو گئے، اب جبکہ ان مجموعوں کی اشاعت پر صدیاں گزر گئیں، کسی کو اس بات کا خیال نہیں آیا کہ شائع شدہ واقعات کو عقل و خرد کی کسوٹی پر جانچ کر دیکھے اور ان روایتوں کو نقد و جرح کے جدید اصولوں پر پرکھنے کی سعی کرے۔ تاہم جب کبھی اس امر کی کوشش ہو کہ کتابوں میں تحریر کردہ واقعات کی صحت و عدم صحت آئینہ ہو جائے اور حقیقت حال سامنے آ جائے تو ہمیں اس تحقیقی کاوش کی وسعت قلبی کے ساتھ پذیرائی کرنے اور کشادہ ذہنی کے ساتھ ان پر غور و فکر کرنے میں کسی طرح کے تکلف و تردد کو راہ نہیں دینا چاہئے، اسی غرض سے راقم العروف (راہی فدائی)

نے اس مقالے کو اہل نقد و نظر اور اصحاب بصیرت کے آگے پیش کرنے اور ان کی توجہات کو جستجوئے حق کی طرف مبذول کرانے کی جرات کی ہے۔

اللہ تعالی کے فضل و کرم سے امید قوی ہے کہ اس کا خاطر خواہ اور مثبت نتیجہ برآمد ہوگا۔

دما توفیقی الا باللّٰہ۔

وہ شہدائے کرام جنہوں نے غزوات و جنگی معرکوں میں دشمنانِ اسلام کا سخت مقابلہ بڑی بے جگری و پامردی کے ساتھ کرتے ہوئے نہ صرف انتہائی دلیری اور کمال ہنرمندی کا ثبوت دیا بلکہ ان کی صف کی صف الٹ کر انہیں واصل جہنم کر دیا اور خود جامِ شہادت نوش کر کے اپنا نام زندۂ جاوید ہستیوں میں لکھوا دیا۔ ان نفوس قدسیہ میں سید الشہیدا، اسد اللہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی بے حد نمایاں اور بہت ممتاز ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ایک تو آپ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت قریبہ حاصل ہے کیونکہ آپ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاّتی چچا ہونے کے علاوہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی ہیں۔ اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے والد جناب عبدالمطلب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی دادا ہیں، دونوں کا سلسلۂ نسب یہ ہے، حمزہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب اور محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب۔ مزید براں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ہالہ بنت وہب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وہب کی چچازاد بہن تھیں۔ اس رشتے سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خالہ زاد بھائی ہوتے ہیں۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ جب جناب عبدالمطلب نے اپنے چہیتے فرزند حضرت عبداللہ جو فاطمہ بنت عمرو بن عائز کے بطن سے تھے، کا عقد نکاح تقریباً سترّہ سال کی عمر میں حضرت آمنہ بنت وہب سے کروایا، تو اسی وقت عبدالمطلب نے وہب کے بھائی ذہیب کی دختر ہالہ سے خود شادی کی۔[1] جن سے ۵۶۹ء میں حضرت حمزہ پیدا ہوئے۔ اس کے دو سال بعد عبدالمطلب کے پوتے

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ۵۷۱ء مطابق ۱ہجری عام الفیل بروز دوشنبہ بوقت صبح ہوئی۔۲ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابولہب کی کنیز ثوبیہ کا دودھ پیا، ثوبیہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو دودھ پلایا تھا، علاوہ ازیں سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم شیر خوارگی کے سلسلہ میں جب حضرت حلیمہ بنت ذویب سعدیہ کے حوالے کئے گئے تھے تو انہیں دنوں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی بنوسعد کی ایک دایہ کے سپرد تھے۔ اسی خاتون نے ایک روز آپ کو بھی اپنا دودھ پلایا تھا، اس طرح حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم دونوں دوہرے طور پر رضاعی بھائی ہوئے، یہ دوہرا شرف حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور کو حاصل نہیں ہے۔۳ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا دوسرا امتیاز یہ ہے کہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''سید الشہداء'' اور ''اسد اللہ'' کے معزز ترین القاب سے نوازا ہے، ''مستدرک حاکم'' میں ہے کہ غزوۂ احد میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام شہیدوں کے سردار حمزہ ہوں گے۔۴ اور "**الاصابه فی تمیز الصحابه**" میں مرقوم ہے "**لقبه النبی صلی اللّٰه علیه وسلم اسد الله وساد سید الشهدا**" یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو ''اسد اللہ'' کا لقب عطا فرمایا اور آپ کو ''سید الشہداء'' کے نام سے یاد کیا۔۵ مزید برآں ''معجم الصحابہ'' میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "**والذی نفسی بیده انه مکتوب عند الله فی السماء السابعة حمزة بن عبدالمطلب اسدالله واسد رسوله**" یعنی قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، بے شک اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان پر لکھ دیا ہے کہ حمزہ بن عبد المطلب اسد اللہ اور اسد الرسول (شیر خدا اور شیر رسول خدا) ہیں۔۶

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ابتدائی حالات اور اخلاق و عادات: حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ فطرۃً بے باک، نڈر اور انتہائی بہادر شخص تھے، جرأت و شجاعت اور غیرت

وحمیت جیسے سپاہیانہ اوصاف آپ کے خمیر میں داخل تھے، صفت بے نیازی، طبع لا ابالی اور وصف بے فکری آپ کے مزاج کا خاصہ بنے ہوئے تھے۔آپ کا شمار مکہ مکرمہ کے قوی الجثہ اور بے حد دلیر جوانوں میں ہوتا تھا، شخصیت میں وضعداری وطرحداری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، متانت وسنجیدگی کے پیکر سمجھے جاتے تھے، بلند کرداری وحسن خلقی آپ کو وراثت میں ملی تھی، قوت وطاقت کے علاوہ خاندانی شرافت ووجاہت اور خوشحالی وفارغ البالی سے بھی لوگ آپ سے متاثر ومرعوب رہتے تھے۔ صلہ رحمی وغمخواری اور حسنِ سلوک ونیکوکاری آپ کی امتیازی خصوصیات تھیں، جس کی گواہی خودسرور کائنات وفخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی شہادت کے بعد دی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے ''رحمۃ اللہ علیک فانک کنت ما عملت وصولاً للرحم وفعولاً للخیرات'' [ے] یعنی تم پر خدا کی رحمت ہو، اس لئے کہ میں جانتا ہوں تم خوب صلہ رحمی کرتے تھے اور نیکیوں میں سبقت لے جاتے تھے، سیر وتفریح اور صید وشکار آپ کے محبوب مشاغل تھے، روزانہ کا معمول تھا کہ علی الصباح شکار کے لئے اپنے گھر سے نکل پڑتے اور شام کو شہر لوٹ آتے، شہر کی مصروفیات سے آپ کو کوئی سروکار نہیں تھا، مکہ مکرمہ میں جاری سماجی، ثقافتی اور ادبی سرگرمیوں میں آپ کا حصہ کم کم ہی ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ ارض مقدس کی فضا میں ارتعاش پیدا کرنے والا حق وباطل کا تصادم، دین اسلام کا تعارف اور کفر وشرک کا تحاسد جیسے غیر معمولی حالات وانقلابات سے بھی آپ کنارہ کش اور اپنی کاوشوں میں منہمک رہا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے سوانحی واقعات کی تفصیل اہل قلم کی گرفت میں نہیں آسکی، اور احادیث شریفہ وسیر صحابہ کے معتبر ومستند ذخائر آپ کے اجمالی تذکروں تک محدود ہو کر رہ گئے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام: حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا واقعہ بھی بڑا عجیب وغریب ہے۔ وہ یہ کہ آپ ایک دن حسب معمول شکارگاہ سے گھر لوٹ رہے تھے، کوہ صفا کے بائیں پہنچے، عبداللہ بن جدعان کی لونڈی نے افسوس کے ساتھ یہ اطلاع دی کہ اے ابوعمار (حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی کنیت) ذرا سی دیر پہلے کا واقعہ ہے کہ

تمہارے بھتیجے پر ابوجہل نے بڑا ظلم کیا، وہ انہیں سخت برا بھلا کہہ رہا تھا، اس نے ایذا رسانی بھی کی اور پتھر سے مار کر ان کے سر کو زخمی کر دیا جس سے خون رسنے لگا، اس قدر تکلیف سہہ کر بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے، کچھ نہ کہا، ان کی حالت قابل رحم تھی، یہ سنتے ہی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو بے حد غصہ آیا، ان کی غیرت جوش مارنے لگی حالانکہ پہلے پہل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاندان عبدالمطلب کو دعوت دے کر جمع کیا اور ان کے سامنے توحید ورسالت اور عقبیٰ وآخرت کی بات کہی تو وہاں جناب ابوطالب، حضرت عباس کے ساتھ حضرت حمزہ بھی موجود تھے۔ اس وقت حضرت حمزہ نے کسی طرح کا ردعمل ظاہر نہیں کیا، مگر یہ چونکہ حمیت و ناموس قرابت کا معاملہ تھا اس لئے آپ کا برانگیختہ ہونا فطری اور قرینِ قیاس ہے۔ وہ بپھرے ہوئے شیر کی طرح ابوجہل کی تلاش میں نکل پڑے۔ جب خانہ کعبہ میں اسے دیکھا تو اس کے قریب پہنچ کر اپنی کمان سر پر دے مارا جس سے وہ زخمی ہوگیا، یہ منظر دیکھ کر ابوجہل کے قبیلے بنومخزوم کے افراد اس کی مدافعت میں یہ کہتے ہوئے آگے بڑھے کہ حمزہ شاید بددین ہوگئے ہیں، حضرت حمزہ نے جواباً کہا، ہاں! میں نے اپنے بھتیجے کا دین قبول کرلیا ہے، محمد کی تائید سے مجھے کوئی مائی کا لال روک نہیں سکے گا۔ اتنے میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قبیلہ بنو ہاشم کے لوگ بھی آپ کی مدد کے لئے پہنچ گئے۔ دونوں قبیلوں میں مڈبھیڑ ہونے ہی والی تھی کہ ابوجہل نے اپنے احباب کو خاموش کراتے ہوئے کہا ''ابوعمار کو جانے دو، واقعی میں نے ان کے بھتیجے کو آج بہت سخت گالیاں دیں۔ اس واقعہ کے بعد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے گھر پہنچ کر مزید غور وفکر کیا کہ عجلت میں لیا گیا یہ فیصلہ غلط تو نہیں۔ ۸ مگر جب انہیں شرح صدر ہوگیا کہ یہی دین حق ہے تو آپ نے اسلام پر مضبوطی سے قائم رہنے کا عہد کرلیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مشرف با اسلام ہونے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بے حد مسرت وشادمانی حاصل ہوئی۔ یہ واقعہ اواخر ماہ ذی الحجہ 6 نبوی کا ہے۔ ۹ اس واقعہ کے تین دن بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حلقہ بگوشِ اسلام ہونے کی غرض سے آستانۂ نبوی پر حاضری دی، اس وقت حضور اکرم دار ارقم میں

اپنے جاں نثاروں کے ساتھ تشریف فرما تھے، اچانک دستک ہوئی تو لوگوں نے دروازے کی دراڑ سے جھانکا تو دیکھا کہ حضرت عمر شمشیر بکف باہر کھڑے ہیں، صحابہ حیران و پریشان ہو گئے، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بارگاہ نبوت میں حاضر تھے، دریافت کیا کہ کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا کہ باہر عمر ہیں، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا، عمر کو آنے دو، اگر ان کی آمد خیر کی نیت سے ہے تو فبہا، ٹھیک ہے ورنہ انہی کی تلوار سے ان کا سر قلم کر دیا جائے گا، حضرت عمر کے حلقہ بگوش اسلام ہونے کے بعد ان کے اصرار پر حضور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ میں اعلانیہ نماز ادا کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی، چنانچہ دار ارقم سے دو صفوں میں مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کر نکلے۔ اس جماعت میں ایک صف کے قائد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے اور دوسری صف کے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے جس کی وجہ سے کفار و مشرکین کے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگیں اور مسلمان خود کو محفوظ و مضبوط سمجھنے لگے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا امتیاز: آپ کا ایک اہم امتیاز یہ ہے کہ بعثت نبوی سے تیرہویں سال جب آپ ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو آپ کی فطری بہادری و عالی ہمتی کے مدنظر سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کا اوّلین سفید جھنڈا اپنے دست مبارک سے باندھ کر آپ کے حوالے کیا اور ماہ رمضان سن ایک ہجری میں واقع شدہ اسلام کی پہلی فوجی مہم ''سریہ سیف البحر'' کا امیر آپ کو بنا دیا اور آپ کے زیر کمان تیس مہاجرین دے دیئے تا کہ ابوجہل کی نگرانی میں ملک شام سے آنے والے قافلہ کا راستہ روکا جائے، چنانچہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ مقام رغیض کے ساحلِ دریا کے پاس پہنچے اور تین سو افراد پر مشتمل قریش کے قافلہ کے مقابل صف آرا ہو گئے لیکن قبیلہ ''جہینہ'' کے سردار مجدیؔ بن عمرو نے دونوں فریق میں مصالحت کرا دی جس سے فضا میں چھائے ہوئے جنگ کے بادل چھٹ گئے۔ اس واقعہ نے مسلمانوں کے رعب و داب کو مشرکین مکہ کے دلوں میں جگہ بنانے میں مدد دی۔

اس فوجی مہم کے چار ماہ بعد ماہ صفر ۲ھ میں ''غزوۂ ابواء'' واقع ہوا جس میں شاہِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم ستّر مہاجرین کے ہمراہ بنفس نفیس شریک تھے، اس غزوہ میں بھی آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نے علَمِ اسلام کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں تھما دیا، آپ چونکہ اس مہم کے دوران پندرہ دن مدینہ کے باہر تھے اس لئے مدینہ میں اپنا نائب حضرت سعد بن عبادہ کو مقرر فرمایا۔

''غزوہ ابواء'' کے تقریباً تین ماہ بعد جمادی الاولیٰ ۲ھ ''غزوہ ذی العشیر'' آیا، جس میں دوسو کے قریب مہاجرین شامل ہوئے تھے، اوراس کی قیادت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمائی تھی، اس موقع پر بھی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو علَم برداری کا شرف حاصل ہوا تھا۔

اسلام کی اوّلین فیصلہ کن جنگ جو ''غزوۂ بدر'' کے نام سے مشہور ہے۔ ۱۷ر رمضان المبارک ۲ھ کو میدان بدر میں برپا ہوئی، اس خوں آشام معرکے کا ذکر اللہ تبارک وتعالی نے قرآن مجید کی سورۂ آل عمران اور سورۂ انفال میں بالتفصیل کیا ہے۔ اس حق و باطل کی ہیبت ناک وخوں ریز نبرد آزمائی میں مشرکین کو کافی زک پہنچی جبکہ مسلمانوں کی تعداد صرف ۳۱۳ اور کفار کی گنتی ایک ہزار تک پہنچ چکی تھی، تاہم ان کے ستّر جانباز مارے گئے اور ادھر چودہ صحابہ شہید ہوئے۔ ان کے مقتولین میں کئی شہ زور پہلوان اور جیالے سردار بھی شامل تھے۔ اس جنگ وجدال کی شروعات مکہ کے ایک نامور پہلوان اسوؔد بن عبدالاسد مخزومی کے قتل سے ہوئی۔ جب وہ اپنی شہ زوری پر فخر وغرور کرتے ہوئے قریش کے لشکر سے نکلا تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر اس کا مقابلہ کیا اور اسے ایک ہی وار سے جہنم رسید کر دیا۔ یہ دیکھ کر مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور فضا اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اٹھی، اس کارنامے پر دشمن حیران و پریشان ہو گئے۔ اس غیر متوقع دردناک منظر نے ان کی آتش غیرت کو ہوا دی تو قریش کے مشہور سردار عتبؔہ بن ربیعہ اپنے بھائی شیبؔہ اور اپنے بیٹے ولیؔد کے ساتھ صفوں سے باہر نکل کر مبارزت اور دو بدو مقابلے کے لئے للکارا۔ اس کے جواب میں تین انصاری بہادر جوان آگے بڑھے، مذکورہ سرداروں نے ان سے ان کا تعارف پوچھا، جواب سننے پر کہا، تم ہمارے مرتبے اور برابر کے نہیں ہو اس لئے تم سے کوئی سروکار نہیں ہے، حضور اکرم نے ان کی گفتگو سنی تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت

عبیدہ بن حارث کو مقابلہ آرائی کا حکم دیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے عقبہ کو ایک ہی وار میں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ولید کا کام جلد ہی تمام کر دیا پھر حضرت عبیدہ شیبہ پر حملہ آور ہوتے ہوئے زخمی ہو گئے، اتنے میں حضرت حمزہ اور حضرت علی ان کی مدد کو آ گئے پھر تو شیبہ کا بچنا ناممکن تھا، نتیجتاً وہ واصل جہنم ہو گیا۔ ۱۱؎ کفار مکہ نے جب یہ دیکھا کہ بہ یک جنبشِ تیغ ان کے تین سورما قتل کر دیئے گئے تو انہیں بے حد شرمندگی ہوئی، ان کا غیض وغضب بھڑک اٹھا اور وہ اپنی پوری قوت کے ساتھ مسلمانوں سے متصادم ہو گئے۔ بدر کے میدان میں گھمسان کا رن پڑا، عرب کے شہ زوروں کا یہ طریقہ تھا کہ وہ کسی نہ کسی امتیازی شان کے ساتھ جنگ میں شامل ہوتے تھے، اس روایت کو برقرار رکھتے ہوئے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی دستار میں شتر مرغ کا پَر لگا رکھا تھا جس کی وجہ سے وہ میدان جنگ میں جس طرف بھی جاتے نگاہوں کا مرکز بنے رہتے۔ مزید برآں آپ کے دونوں ہاتھوں میں تلواریں تھیں، جن کی زد میں آنے والا خاک وخون میں غلطاں نظر آتا، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ قریش کا سردار اُمیّہ بن خلف نے مجھ سے دریافت کیا کہ بدر کے میدان میں شتر مرغ کی کلغی کس نے لگا رکھی تھی، میں نے کہا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب تھے، یہ سن کر اُمیّہ نے کہا واللہ یہ وہی شخص ہے جس نے ہمارے خلاف بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے تھے۔ ۱۲؎

غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی شاندار فتح وکامرانی کے بعد ''بنوقینقاع'' نامی یہودیوں کی ایک بااثر جماعت بغض وحسد میں مبتلا ہو کر سرکشی وعہد شکنی پر آمادہ ہو گئی حالانکہ یہودیوں کے اس گروہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے امن وسلامتی کا معاہدہ کیا ہوا تھا، اس کے باوجود جب ان کی زیادتیاں حد سے تجاوز کر گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی سرکوبی کے لئے شوال ۳ھ میں ایک عسکری دستہ روانہ فرمایا جس کی علمبرداری کا منصب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہی کو تفویض کیا گیا۔ ۱۳؎

غزوۂ احد فتح وشکست سے مملو خوفناک جنگ تھی، جس کا بیان سورۂ آل عمران میں

مفصل موجود ہے۔اس جنگ میں جاں نثاران اسلام تقریباً سات سو تھےاور کفار کی تعداد ہزاروں میں تھی، یہ معرکہ دراصل غزوۂ بدر میں قریش کی شکست فاش کا انتقام لینے کے لئے تھا۔جیسا کہ قائد قریش ابوسفیان نے کہا'' آج کا دن بدر کا جواب ہے۔۱۵؎اس سخت و عظیم معرکے میں پہلے پہل مسلمانوں کو کفار ومشرکین پر بالا دستی حاصل ہوئی مگر''جبل رماۃ'' پر متعین تیر اندازوں کی غلطی و بےصبری کی وجہ سے فتح و کامرانی شکست و ہزیمت میں بدل گئی، اس پُر ہول و پُر خطر لڑائی میں بقول علامہ شبلی نعمانی ''حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو اس حصۂ فوج کی کمان ملی جو زرہ پوش نہ تھا۔۱۶؎احد میں زرہ پوش سپاہی صرف ایک سو ہی تھے، باقی لوگوں کی کمان آپ کے سپرد تھی۔حضرت حمزہ مدینہ سے باہر نکل کر کھلے میدان میں روبرو لڑنے کے پُر جوش حامی تھے اور میدان بدر میں اپنا کمال ہنر دکھا چکے تھے۔۱۷؎جب ۷؍شوال بروز شنبہ عام تصادم سے پیشتر جنگی رواج کے مطابق کفار کا پہلوان سباعؔ بن عبدالعزی غشانی نے مبارزت طلب کی تو شیر خدا یہ کہتے ہوئے آگے بڑھے''اے ام انمار مضغۂ نجس کے بچے! کیا تو خدا اور اس کے رسول سے لڑنے آیا ہے! پھر آپ نے تلوار سے اس پر ایسی ضرب لگائی کہ وہ گزرتے ہوئے دن کی طرح ماضی کا حصہ بن گیا۔۱۸؎جنگ کی باقاعدہ ابتداء ہوئی تو مشرکین کا علمبردار بنی عبدالدار کا دلیر نوجوان عثمان بن ابی طلحہ نے صف سے آگے نکل کر یہ رجز یہ شعر پڑھا:

ان علی اهل اللواء حقاً ان تخضب الصعدة او تندقاً

یعنی علمبرداروں کا یہ حق ہے کہ ان کا نیزہ سرسبز ہو جائے یا ٹوٹ جائے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو اس کا راستہ روک کر ایسا زبردست وار کیا کہ تلوار اس کے کندھے کو کاٹتی ہوئی ناف تک اس طرح اتری کہ اس کا پھیپھڑا نظر آنے لگا، پھر تھوڑی دیر کے بعد اس بنی عبدالدار کا آخری علمبردار ارطاۃ بین شرجیل نمودار ہوا تو اس شیر خدا نے ارطاۃ کا بھی وہی حشر کیا اور اسے بھی لقمہ اجل بنا دیا۔۱۹؎غرض کہ حضرت حمزہ جدھر بھی رخ کرتے ادھر کشتوں کے پشتے لگا دیتے، آپ کے آگے دشمن کا کوئی بھی جانباز ٹھہرتا

نہیں تھا، جو بھی آپ کے ارد گرد منڈلاتا گاجر مولی کی طرح کٹ کر گرتا جاتا، اس طرح آپ نے تیس کافروں کو ٹھکانے لگا دیا، دراصل آپ وہ شیر خدا تھے جس کی شجاعت کی دھاک ہر جنگجو کے سینے میں بیٹھی ہوئی تھی، آپ جیسے پیکر جرأت و ہمت سے ٹکرانا اور روبرو مقابلہ کرنا ممکن نہیں تھا، اس لئے دشمن نے سازش کے تحت آپ پر بزدلانہ حملہ کرایا، جس سے آپ جانبر نہ ہو سکے، شہید ہو گئے۔ یہ حادثہ اسلام اور مسلمانوں کے لئے ناقابل تلافی نقصان تھا، جس کی بھرپائی آخر تک نہ ہو سکی۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت: جنگ احد بظاہر بدلے کی کارروائی ہونے کے باوجود منظّم و منضبط طریقہ پر لڑی گئی تھی، اس لئے جوش انتقام سے بھرے ہوئے پسماندگانِ مقتولین نے معرکہ آرائی سے پیشتر ہی انفرادی طور پر بعض اہم شخصیتوں کے قتل کا منصوبہ بنایا تھا۔ چنانچہ سردار قریش جُبیر بن مطعم نے اپنے چچا طعیمہ بن عدی کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے اپنے حبشی غلام وحشی بن حرب کو یہ لالچ دیا کہ وہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دے گا تو اس کی گردن سے غلامی کا طوق نکال دیا جائے گا اور وہ ہمیشہ کے لئے آزاد ہو جائے گا۔ چونکہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں جبیر کے چچا کو واصل جہنم کر چکے تھے اس لئے اس کا سینہ انتقام کی آگ سے دہک رہا تھا، وحشی نے پیشکش قبول کر لی اور دیگر افراد کے ساتھ میدان احد میں پہنچ گیا۔ وحشی اپنے ہم قوم حبشیوں کی طرح حربہ اندازی میں ماہر تھا، اس کا نشانہ شاذ و نادر ہی خطا کرتا تھا، غرض جب جنگ اپنے شباب پر پہنچ گئی تو وہ شیر خدا کو تلاش کرنے لگا، اچانک حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ دکھائی دیئے۔ وحشی کا بیان ہے کہ ''حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ خاکستری اونٹ معلوم ہو رہے تھے، لوگوں کو درہم برہم کرتے جاتے تھے، ان کے سامنے کوئی چیز ٹک نہیں پاتی تھی۔ ۱۹؎ وحشی ایک چٹان کی آڑ میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قریب آنے کا انتظار کرتا رہا، جب آپ اس کے نشانے پر آ گئے تو اس نے اپنا نیزہ پوری قوت کے ساتھ پھینکا جو آپ کے ناف کے نیچے سے گزر کر دوسری طرف نکل گیا، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس غیر متوقع حملہ کے باوجود اپنے

اوسان بحال رکھ کر اس کی طرف جھپٹے مگر چکرا کر زمین پر گر گئے۔ اسی وقت آپ کی پاکیزہ روح جسد عنصری چھوڑ کر ملأ اعلیٰ کی طرف پرواز کر گئی، آخری وقت میں بھی آپ کے قدم آگے ہی بڑھے، پیچھے نہیں ہٹے، اسلام کی خاطر راہِ خدا میں آپ کی قربانی و جاں نثاری اللہ تعالیٰ کو اس قدر پسند آگئی کہ رب تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے آپ کو ''سید الشہداء'' کے لقب سے سرفراز فرمایا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت سے مہاجرین وانصار سبھی بیحد غمزدہ و رنجیدہ ہو گئے تھے خصوصاً آپ کے بھتیجے اور رضاعی بھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر پر جو کیفیت گزری ہوگی اس کا علم خدا ہی کو ہے، حضرت جابر بن عبداللہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ سلم نے حضرت حمزہ کی ناک، کان وغیرہ اعضا سے مبرّ امثلہ شدہ نعش دیکھی تو بے اختیار رو پڑے اور آپ کی سسکیاں بلند ہوگئیں۔ جب طبیعت قابو میں آئی تو ایک انصاری کے پاس سے کپڑا لے کر نعش پر ڈال دیا اور فرمایا قیامت کے دن تمام شہداء کے سردار حمزہ ہوں گے۔ ۲۱ علاوہ ازیں حضرت عبداللہ بن مسعود کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حمزہ بن عبدالمطلب پر جس طرح روئے اس سے بڑھ کر روتے ہوئے ہم نے آپ کو کبھی نہیں دیکھا۔ آپ جب جنازے پر کھڑے ہوئے تو روتے ہوئے آواز بلند ہوگئی۔ ۲۲ حضرت صفیہ حضرت حمزہ کی حقیقی بہن تھیں، وہ اشکبار آنکھوں سے جنازے کے پاس آئیں تو آپ نے انہیں دلاسا دے کر روانہ فرمایا، میت کا دیدار کرنے نہیں دیا، مبادا کہیں وہ بے قابو نہ ہو جائے، حضرت صفیہ کفن کے لئے دو چادریں لائی تھیں، ان میں سے ایک بے کفن انصاری کو دے دی گئی جن کی جسد خاکی حضرت حمزہ کے بازو ہی تھی، دوسری چادر سے آپ کا چہرہ ڈھانپا گیا، پیروں پر گھاس ڈال دی گئی۔ سب سے پہلے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے سید الشہداء کی نماز جنازہ پڑھائی، پھر آپ ہر ایک جنازے کو حضرت حمزہ کے پہلو ہی میں رکھ کر نماز پڑھاتے رہے، چونکہ شہدائے احد کی تعداد ستّر تھی اس طرح سید الشہداء کی نماز جنازہ ستّر بار پڑھی گئی۔ ۲۳ بعدازاں وہیں آپ کی

تدفین عمل میں آئی، قبر میں حضرت علی اور حضرت زبیر اترے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق کنارے پر تشریف فرما تھے۔ تجہیز وتکفین کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے، تو ہر گھر سے اپنے اپنے مرحومین کے لئے آہ وزاری اور ماتم کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچا کی یاد آ گئی، آپ نے افسوس کے ساتھ فرمایا "اما حمزه فلا بواکی له" حضرات انصار نے یہ سنا تو تڑپ گئے، اپنی خواتین کو حضرت حمزہ کا ماتم کرنے کے لئے آپ کے دولت کدہ پر روانہ کیا۔ وہ عرب کے دستور کے مطابق نوحہ کرنے لگیں، جب آوازیں بلند ہو گئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر سے باہر تشریف لا کر ان کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا آج سے کسی مرحوم کا ماتم نہ کیا جائے، یعنی چیخنا، چلانا، کپڑے پھاڑ لینا وغیرہ حرکتیں جو زمانۂ جاہلیت میں رائج تھیں اسلام میں منع کر دی گئیں۔ [۲۴]

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا اشارہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ خواب مل چکا تھا، ہوا یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ کفار مکہ کی کثیر فوج مدینہ کے لئے نکل چکی ہے اور اس کا آخری پڑاؤ بتاریخ ۶ رشوال ۳ھ بروز جمعہ کوہِ احد کے قریب مقام عینین پر ڈال دیا گیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلس شوریٰ منعقد فرما کر جنگی حکمت عملی کے بارے میں مشورہ کیا۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خواب یوں بیان فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں چند گائیں ذبح کی گئی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا سرا کٹا ہوا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دست مبارک ایک محفوظ زرہ میں داخل کئے ہوئے ہیں، پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی خواب کی تعبیر سنا دی کہ چند گائیوں کا ذبح کیا جانا بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی طرف اشارہ ہے، تلوار کے سرے کی شکستگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے کسی خاص آدمی کی شہادت کی علامت ہے اور محفوظ زرہ سے مراد مدینہ منورہ ہے۔ [۲۵] ظاہر ہے کہ گھر کے خاص مرد حضرت حمزہ بن عبدالمطلب ہی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب اور اس کی تعبیر بتلا کر یہ واضح فرما دیا کہ مسلمانوں کو مذکورہ آزمائشوں سے گزرنا ہے اور خود کو ہر طرح کی صعوبتوں کے لئے تیار رکھنا ہے۔

جنگ کے خاتمہ کے بعد مسلمانوں نے دیکھا کہ شہداء کی نعشیں مثلہ کی گئی ہیں اوران کے اعضا کاٹ دیئے گئے ہیں جیسا کہ دشمنوں کے مقتولین کے خلاف عرب اقوام کا طریقہ تھا جس کا اقرار کرتے ہوئے ابوسفیان نے کہا تھا ’’فوج کے لوگوں نے مردوں کے ناک کان کاٹ لئے ہیں، میں نے یہ حکم نہیں دیا تھا لیکن مجھ کو معلوم ہوا تو کچھ رنج بھی نہیں ہوا۔‘‘ ۲۶؎ اس المناک صورت حال کو دیکھ کر لوگوں کے دل بھر آئے اور وہ بے اختیار رو پڑے، خصوصاً حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نعش کے ساتھ جو بے حرمتی کی گئی وہ وحشت انگیز اور لرزہ براندام کرنے والا منظر تھا۔ آپ کی نعش کا نہ صرف مثلہ کیا گیا بلکہ سینہ چیر کر کلیجہ نکالا گیا اور اسے چبا کر تھوک دیا گیا تھا۔ سیرت کی تمام کتابوں میں اس کا ذکر موجود ہے اور اس بہیمانہ سلوک اور انسانیت سوز حرکت کی نسبت ابوسفیان کی اہلیہ ہند بنت عتبہ کی طرف کی گئی ہے اور یہ بھی لکھا گیا ہے کہ ہند نے ان اعضا کا ہار بنا کر گلے میں ڈال لیا اور اس کا مظاہر بھی کیا۔ تاریخ کی کتابوں میں اس سخت ترین عداوت کا سبب یہ بتایا گیا ہے چونکہ جنگ بدر میں ہندؔ کے والد عتبہ کا قتل شیر خدا حضرت حمزہ کے ہاتھوں ہوا تھا اس لئے اس نے آپ سے انتقام لینے کی خاطر جبیر بن مطعم کے حبشی غلام وحشؔی بن حرب کو آزادی کا لالچ دے کر حضرت حمزہ کے قتل پر آمادہ کرلیا اور جب اس نے اپنا کام مکمل کرلیا تو اسے بطور انعام اپنے گلے کا ہار بھی دے دیا، ہندؔ نے اس پر بس نہیں کرتے ہوئے حضرت حمزہ کا شکم چاک کر کے کلیجہ نکال کر چبایا اور اسے نگلنا چاہا مگر یہ ممکن نہ ہوسکا تو تھوک دیا، اسی لئے ہندؔ کو جگر خوارہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ جب اس کی اطلاع حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی تو آپ نے دریافت فرمایا کہ اس نے کچھ کھایا بھی ہے، لوگوں نے جواب دیا ’’نہیں۔‘‘ یہ سن کر آپ نے دعا کی کہ اللہ، حمزہ کے کسی جز کو جہنم میں داخل ہونے نہ دے۔ ۲۷؎ اس قصے کو سب سے پہلے سیرت کا حصہ بنانے والی شخصیت محمد اسحاق (متوفی ۱۵۱ھ) کی تھی، پھر اس کا اتباع مورخ واقدیؔ (متوفی ۲۰۷ھ) نے کیا بعد ازاں ابن ہشام (متوفی ۲۱۳ یا ۲۱۸ھ)، ابن سعد (متوفی ۲۳۰ھ)، ابن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ)، عبدالرحمٰن سہیلی وغیرہ

نے ابن سعد کی پیروی کی۔ بعد ازاں مذکورہ مؤرخین کی تصنیفات کو امہات الکتب کا درجہ دے کر اردو کے تمام سیرت نگاروں نے اس قصہ کو شامل کیا اور اپنی نگارشات کی زینت بڑھائی، اس طرح ہند سے منسوب یہ واقعہ زیب داستاں ہی نہیں بلکہ روح داستاں بن کر چہار دانگ عالم میں شہرت پا گیا۔ یہاں تک کہ داستاں نویسوں نے ''داستان امیر حمزہ'' بھی کئی جلدوں میں تحریر کی، حاجی ہمدانی قصہ گو نے فارسی میں ایک ضخیم کتاب رموز حمزہ ۹۸۸ھ اور ۹۹۹ھ مطابق ۱۵۸۰ء اور ۱۵۹۰ء کے درمیان تصنیف کی، پھر وہ داستان، گولکنڈہ (حیدر آباد) کے سلطان محمد قلی قطب شاہ (متوفی ۱۰۲۰ھ مطابق ۱۶۱۱ء) کے گوش گزار کی گئی جسے سن کر سلطان نے ہدایت کی کہ اسے مختصر پیرائے میں بیان کیا جائے چنانچہ حاجی ہمدانی نے ''زبدۃ الرموز (۱۰۲۱ھ م ۱۶۱۲ء) کے عنوان سے ''رموز حمزہ'' کی تلخیص کی، جس کا ایک نسخہ خدا بخش لائبریری، پٹنہ (بہار) میں محفوظ ہے۔ دکنی زبان میں ''قصۂ جنگ امیر حمزہ'' کے نام سے کسی نامعلوم شخص نے ۱۲۰۲ھ م ۱۷۸۱ء میں لکھا جو کتب خانہ پیرس (Paris) کی زینت ہے۔ بعد ازاں اردو میں ''رموز حمزہ'' کی بنیاد پر ''داستان امیر حمزہ'' ۱۲۱۸ھ۔ ۱۲۱۹ھ م ۱۸۰۳ و ۱۸۰۴ء میں بمقام کلکتہ تصنیف کی گئی۔ اس کے مصنف خلیل علی اشک نے اس کتاب کو دنیا جہاں کے قصوں، مافوق الفطرت واقعات، جنگی کارناموں کو اشعار سے سجایا جس سے یہ داستان بیحد دلچسپ بہت دلپذیر اور پُر لطف ہوگئی۔ داستان امیر حمزہ عام شائقین کے علاوہ شہزادوں کو بھی سنائی جاتی تھی تاکہ ان میں لطف اندوزی کے ساتھ جہاں بانی وحکمرانی کا بھی شوق فزوں ہو جائے۔ ''داستان امیر حمزہ'' مطبع نولکشور، لکھنؤ سے ۱۸۸۳ء ۱۸۹۳ء آٹھ جلدوں میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہی، جس کا تحقیقی جائزہ لیتے ہوئے عالم اردو کے بلند پایہ مشہور ومعروف نقاد ومحقق، شاعر وادیب پروفیسر شمس الرحمٰن فاروقی نے ''ساحری، شاہی اور صاحب قرانی۔ داستانِ امیر حمزہ کا مطالعہ'' کے نام سے ضخیم کتاب تحریر کی۔

راقم الحروف اس موقع پر ہند بنت عتبہ کے جگر چبانے سے متعلق چند مشہور سیرت نگاروں اور تاریخ نویسوں کے بیانات پیش کرنا مناسب سمجھتا ہے۔ جناب اسلم جیراج پوری،

''ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے سید الشہداء حضرت حمزہ کی نعش کا مُثلہ کیا، یعنی ناک کان وغیرہ کاٹ ڈالے، آنکھیں نکالیں، اور سینہ چاک کر کے جگر کا ایک ٹکڑا منھ میں ڈال کر چبایا لیکن نگل نہ سکی اسے اُگل دیا، اسی وجہ سے اس کا لقب جگرخوارہ رکھا گیا۔ (تاریخ امت، ص:۱۳۸)

علامہ شبلی نعمانی: ''خاتون قریش نے انتقام بدر کے شوق میں مسلمانوں کی لاشوں سے بھی بدلہ لیا، ان کے ناک، کان کاٹ لئے۔ ہندہ (حضرت امیر معادیہ کی ماں) نے ان کا ہار بنایا، اور اپنے گلے میں ڈالا، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش پر گئی اور ان کا پیٹ چاک کر کے کلیجہ نکالا اور چبا گئی لیکن گلے سے نہ اتر سکا، اس لئے اگل دینا پڑا، تاریخوں میں ہند کا لقب جوجگر خوارہ لکھا جاتا ہے وہ اس بنا پر لکھا جاتا ہے۔''

(سیرت النبی حصہ اوّل: ص۳۸۳)

حکیم عبدالرؤف دانا پوری: ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ہندہ بنت عتبہ اور اس کے ساتھ کی عورتوں نے شہدائے احد کا مثلہ کیا، ان کے کان اور ناک کاٹ کر ان کا ہار بنایا اور اپنا ہار ہندہ نے خوشی سے وحشی حبشی قاتلِ حمزہ کو دے دیا۔ حضرت حمزہ کا پیٹ چاک کر کے ان کا جگر نکال کر چبایا اور بہت سے فخریہ اشعار پڑھے۔'' (اصح السیر :ص:۱۵۳)

مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری: کچھ مشرکین مرد اور عورتیں مسلمان شہداء کے مثلہ میں مشغول ہو گئیں یعنی شہیدوں کی شرمگاہیں اور ناک کان وغیرہ کاٹ لئے، پیٹ چیر دیئے۔ ہند بنت عتبہ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ چاک کیا اور منہ میں ڈال کر چبایا اور نگلنا چاہا لیکن نگل نہ سکی تو تھوک دیا اور کٹے ہوئے کانوں اور ناکوں کا پازیب اور ہار بنایا۔''

(الرحیق المختوم ص: ۴۳۰)

ڈاکٹر نعیم صدیقی ندوی: اس شیرِ خدا کی شہادت پر کفار کی عورتوں نے خوشی و مسرت کے ترانے گائے، ابوسفیان کی بیوی ہندہ بنت عتبہ نے ناک، کان کاٹ کر زیور بنائے، نیز شکم چاک کر کے جگر نکالا اور چبا چبا کر تھوک دیا۔'' (سیر الصحابہ، جلد دوم، ص:۱۹۲)

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی: ہند بنت عتبہ اور دوسری خواتین مسلم شہداء کا مثلہ کرنے

لگیں، منہ، ناک، کان وغیرہ تراشے اور اس کے ہار، پازیب وغیرہ بنائے، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا جگر چیر کر اسے چبا ڈالا، اسے نگلنا چاہا مگر نگل نہ سکی تو تھوک دیا اور اونچی چٹان پر چڑھ کر یہ اشعار پڑھے:

"نحن جزینا کم لیوم بدر　　والحرب بعدالحرب ذات سعی

(ہم نے تم سے بدر کا بدلہ لے لیا، ایک جنگ کے بعد دوسری جنگ زیادہ جوش وخروش سے ہوتی ہے):

ما کان من عتبة لی من صبر　　ولا اخی وعمّہ وبکری

(عتبہ کا غم میرے لئے نا قابل برداشت تھا، اور میرے علاوہ میرے بھائی، اس کے چچا اور میری اولاد کے لئے بھی)۔(تہذیب سیرت ابن ہشام، ص:۱۳۹)

مذکورہ مؤرخوں کے بیانات کو پڑھنے کے بعد ذہن میں یہ سوال ضرور اُبھرتا ہے کہ اس خوفناک جنگ میں جبکہ دونوں فریق نے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا تھا، فتح وشکست کے مناظر بدلتے رہے تھے، ہر طرف افراتفری مچی ہوئی تھی، آخر آخر میں مسلمانوں کو اپنی جان سے بڑھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی فکر دامن گیر تھی، سردھڑ کی بازی لگی ہوئی تھی، میدان کارزار میں خون کے فوارے چھوٹ رہے تھے، مقتولین کی نعشیں ہر طرف بکھری پڑی تھیں، گرد وغبار میں آلودہ ہو کر صاف پہچانی نہیں جاتی تھیں، ایسے میں اس قدر باریک بینی سے حالات کا معائنہ کس نے کیا؟ بالخصوص اس کی تاک میں کون تھا کہ ہند بنت عتبہ نے کس کی نعش کا مثلہ کیا؟ کون سے اعضا کا ہار بنایا؟ کس طرح شکم چیر کر جگر نکالا؟ کھایا یا تھوک دیا؟ ایسے دل دہلانے والے خونی معرکہ میں ان باتوں کی طرف دھیان دینا ناممکن اور فطرت انسانی کے بالکل خلاف ہے۔

شہدا کی نعشوں کو مُثلہ کرنے والوں میں بقول ابوسفیان مرد وعورت سبھی تھے، عورتوں میں ہند کے علاوہ سربراہان قریش کی مقتدر خواتین بھی تھیں جیسے ام حکیم بنت حارث، فاطمہ بنت ولید، برّہ بنت مسعود، بربط بنت منبہ، سلافہ بنت سعد وغیرہ، ان میں سے کسی کا نام نہیں

لیا گیا صرف ہند (اصل لفظ ہند ہے ہندہ نہیں) کا تذکرہ کیوں کیا گیا؟

سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ ہند نے وحشی بن حرب کو آزادی کی امید دلا کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل پر آمادہ کیا تھا، یہ کیسے ممکن تھا جبکہ وحشی ہند کا غلام نہیں تھا، آزاد کرنے کا اختیار اس کے آقا جبیر بن مطعم کو حاصل تھا، ہند کو نہیں، پھر تو وہ کیسے آزادی کی بات کر سکتی ہیں۔

ہند سے منسوب اس من گھرت اور مصنوعی واقعہ کا ذکر جنگ احد میں شامل کسی صحابی نے نہیں کیا، حتیٰ کہ کفار مکہ کی طرف سے لڑنے والوں میں سے کئی بعد میں حلقہ بگوش اسلام ہو گئے، مثلاً حضرت ہند بنت عتبہ، حضرت ام حکیم بنت حارث، حضرت فاطمہ بنت ولید بن مغیرہ، حضرت ابوسفیان، حضرت عکرمہ بن ابی جہل، حضرت حارث بن ہشام، حضرت خالد بن ولید، حضرت عمرو بن عاص، حضرت صفوان بن امیہ، حضرت جبیر بن مطعم، حضرت وحشی بن حرب وغیرہ ان صحابہ کرام میں سے کسی نے بھی اس کا تذکرہ نہیں کیا خود حضرت وحشی بن حرب نے مشرف با اسلام ہونے کے بعد حضرت عبیداللہ بن عدی کے استفسار پر قتل کرنے کا سارا واقعہ سنایا، امام بخاری نے اس حدیث کو جعفر بن عمرو بن امیہ الضمری سے نقل کیا ہے، اس تفصیل میں کہیں حضرت ہند بنت عتبہ کا نام نہیں آیا اگر حقیقتاً ہند سے آزادی کا معاہدہ طے ہوتا اور قتل کے بعد انعام میں ہند نے اپنا ہار دیا ہوتا تو اس واقعہ کا اظہار ضرور کیا جاتا، اس میں چھپانے یا نظر انداز کرنے کی کوئی بات ہی نہ تھی۔ علاوہ ازیں ہند کو ''جگر خوارہ'' کا لقب کس نے دیا حالانکہ یہ لفظ فارسی الاصل ہے، عربی میں رائج نہیں ہے۔

حضرت وحشی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دامن اسلام میں پناہ لی تھی تو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے صرف اتنا فرمایا کہ تم کیا اپنا چہرہ مجھ سے نہیں چھپا سکتے؟ اس کے بعد حضرت وحشی کبھی حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو نہیں آئے، تاکہ آپ کو اپنے چہیتے چچا سید الشہداء حضرت حمزہ کی یاد تازہ نہ ہونے پائے۔

اس کے علاوہ حضرت وحشی کو حضرت حمزہ کے قتل پر اُبھارنے والے ان کے آقا حضرت جبیر بن مطعم کے ساتھ بھی رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنِ سلوک فرما کر انہیں بھی معاف

فرمادیا۔اس طرح شریعتِ مطہرہ کے ابدی قانون "**ان الاسلام یھدم ماکان قبله**" یعنی اسلام پچھلے تمام گناہوں کو نیست ونابود کردیتا ہے، کو جاری فرمایا۔

حضرت ہند سے اگر یہ جرم قبیح سرزد ہوا ہوتا جیسا کہ سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی صورت دیکھنے کے بھی روادار نہیں ہوتے جیسا کہ حضرت وحشی کے تعلق سے ہوا تھا۔اس کے برعکس حضرت ہند (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشدامن اور امیر المومنین حضرت ام حبیبہ کی والدہ) نے مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد جس طرح اپنے دلی جذبات کا اقرار برملا کیا تھا اور کہا تھا "**یا رسول الله ما کان علی الارض خبائك**" یعنی روئے زمین پر جتنے خیمہ والے بستے ہیں، ان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ میری نگاہوں میں کوئی (نعوذ باللہ) ذلیل نہیں تھا لیکن اب روئے زمین کے تمام بسنے والوں میں مجھے آپ سے زیادہ کوئی عزیز نہیں ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جواب میں اسی جذبے کے ساتھ محبت بھرے کلمات ارشاد فرمائے۔چنانچہ ارشاد گرامی ہوا۔ "**وایضاً والذی نفسی بیده**" (بخاری جلد اوّل، ص:۵۳۹)۲۸ یعنی اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، میرا بھی یہی حال ہے، بالفاظ دیگر تم نے جس شدت سے محبت وعقیدت کا اظہار کیا ہے میں بھی اس شدت سے اپنی رضامندی اور چاہت کا اعلان کرتا ہوں۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہیں کلمات کے مدنظر حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں فضل ہند بنت عتبہ کی سرخی قائم کی۔

اب رہا سوال کہ حضرت ہند سے منسوب اس افسانے کا تخلیق کار کون ہے؟ محققین کی رائے میں اس کا جواب یہ ہے کہ غزوۂ احد (۷/شوال ۳ھ) کے ایک صدی بعد منصۂ شہود پر ظاہر ہونے والے مشہور مؤرخ ومحدث محمد بن اسحاق (متوفی ۱۵۱ھ) نے سب سے پہلے اپنی کتاب ''المغازی'' میں اس قصہ کو بیان کیا تھا، ابن اسحاق نے اس روایت کو حضرت صالح بن کیسان تابعی (متوفی ۱۴۰ھ) سے نقل کرنے کا دعویٰ کیا ہے جبکہ احد کا معرکہ حضرت صالح کی ولادت سے سترّ سال پہلے رونما ہو چکا تھا۔حضرت صالح سے روایت صرف ابن اسحاق

نے کی، پھر ابن اسحاق سے تنہا سلمۃ الابرش اوران سے صرف محمد بن حمید پھر ابن حمید سے ابن حریر نے فقط روایت کی، حضرت ابن حریر الطبری کی وفات ۳۱۰ھ میں ہوئی، اس طرح ۷۰ھ تا ۳۱۰ھ تقریباً ۲۵۰ سال کے دوران ہر زمانے میں ایک ایک شخص نے اس قصہ کو نقل کیا کسی دوسرے راوی سے نہ سنا گیا اور نہ حضرت ہند سے منسوب یہ روایت منظر عام پر آئی۔

محدث ابن اسحاق کی شخصیت محدثین و ماہرین اسماء الرجال کے نزدیک اختلافی اور مخدوش سمجھی گئی ہے۔ بعضوں نے آپ کو ثقہ تسلیم کیا ہے اور بعضوں نے اس سے اختلاف کیا ہے، چنانچہ امام اسماء الرجال حضرت یحییٰ ابن سعید القطان نے ابن اسحاق کی روایتوں کو تسلیم نہیں کیا۔ امام نسائی فرماتے ہیں یہ (ابن اسحاق) قوی نہیں ہے۔ دار قطنی کہتے ہیں کہ ان کی حدیث حجت نہیں ہے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ ابن اسحاق قدری مسلک کے حامل اور معتزلہ کے پیروکار ہیں۔ امام سلمان تیمی کا بیان ہے کہ وہ کذاب ہیں۔ امام مالک نے بھی انہیں کذاب کہا ہے، محدث عبدالرحمٰن بن مہدی نے اطلاع دی ہے کہ حضرت یحییٰ بن سعید القطان اور امام مالک دونوں ابن اسحاق کو مجروح قرار دیتے ہیں، امام سفیان بن عینیہ فرماتے ہیں میں نے مسجد خیف میں ابن اسحاق کو دیکھا تھا، مجھے تو اس کے پاس جاتے ہوئے بھی ڈر محسوس ہوا کہ کہیں لوگ مجھے ''قدری'' نہ کہنے لگیں۔ حضرت ابوعمرو شیبانی کا بیان ہے کہ میں نے ابن اسحاق کو دیکھا ہے کہ وہ احادیث و روایات لکھ کر شعراء کے پاس لے جایا کرتا اور ان سے کہتا کہ ان مضامین پر اشعار لکھ دو، پھر ان اشعار کو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی جانب منسوب کر دیتا۔ یہی حضرت علامہ ابوبکر الخطیب بغدادی نے اپنی کتاب ''تاریخ بغدادی'' میں لکھا ہے۔ ۲۹

سید الشہداء حضرت حمزہ فطرۃً چونکہ سپاہیانہ مزاج کے حامل اور عسکری طبیعت کے مالک تھے، اس لئے آپ کے سوانح نگاروں نے انہیں اہداف کا تعاقب کیا جس میں آپ کی بہادری و پامردی عیاں ہوتی ہو اور آپ کی قوت و طاقت کا مظاہرہ ہوتا ہو، آپ کے معاشرتی حالات اور مجلسی واردات کا تذکرہ خال خال ہی ملتا ہے، آپ کے رزمیہ احوال

بہت زیادہ مشہور ہیں، مگر آپ کے بزمیہ اقوال کا دور دور تک کہیں پتہ نہیں چلتا، البتہ لے دے کر ایک واقعہ صحیح بخاری کے حوالے سے تمام کتب سیر میں بیان کیا گیا ہے جس کے راوی حضرت حسین رضی اللہ عنہ ہیں جو اپنے والد ماجد حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں، اس واقعہ کا خلاصہ یوں ہے کہ حضرت علی نے اپنی دو اونٹنیوں کو جو انہیں بدر کے مال غنیمت اور حضور اکرم کے حصہ خمس میں عطا ہوئے تھے، حضرت فاطمہ سے نکاح کرنے اور رخصتی ہوجانے کے بعد دعوت ولیمہ میں استعمال کرنے کی نیت سے ایک انصاری کے گھر کے پاس باندھ رکھا اور خود ضرورت سے باہر تشریف لے گئے تھے، جب اپنے کام سے فارغ ہوکر اپنی اونٹنیوں کے پاس آکر دیکھا تو وہ مری پڑی تھیں، ان کے کوہان کاٹے گئے تھے اور پیٹ چاک کر کے جگر لے لیا گیا تھا، یہ منظر آپ کے لئے نا قابل برداشت تھا، بیحد رنجیدہ خاطر ہوگئے، آپ نے لوگوں سے دریافت کیا تو پتہ چلا کہ ان کے چچا حضرت حمزہ نے یہ نازیبا حرکت کی ہے اور وہ پڑوس کے گھر پر واقع محفل رنداں میں تشریف فرما ہیں، شغل مئے نوشی جاری ہے اور ایک مغنیہ گا رہی ہے، اس نے حضرت حمزہ کو اونٹنیوں کے ذبح پر ابھارا تھا۔ یہ سنتے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صورت حال کی خبر دے کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس وقت خادم خاص حضرت زید بن حارثہ موجود تھے، آپ صلی اللہ علیہ سلم نے ہجرت کے بعد حضرت زید کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا مواخاتی بھائی بنایا تھا اسی لئے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ انہیں بہت چاہتے تھے، یہاں تک کہ جب بھی آپ کو غزوات وسرایا میں جانے کا اتفاق ہوتا تو انہیں کو وصیت کرتے تھے، غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر اس بزم طرب میں تشریف لائے اور حضرت حمزہ کو خوب ڈانٹ ڈپٹ کی، حضرت حمزہ نشہ میں چور تھے، آنکھیں سرخ ومخمور اور نگاہیں جھکی ہوئی تھیں، وہ بوجھل آنکھوں سے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوئے اور پھر آہستہ آہستہ سر اٹھاتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کے چہرۂ انور کی طرف دیکھا اور کچھ توقف کے بعد کہا، تم سب میرے باپ کے غلام ہو، یہ سنتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم جان گئے کہ وہ بدمست و مدہوش ہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ سلم الٹے پاؤں واپس لوٹ آئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ واپس ہو گئے۔ ۳۰؎

اس حدیث کو بیان کر کے علامہ ابن حجر عسقلانی نے حضرت حمزہ سے متعلق دو باتوں کی وضاحت کی ہے، ایک یہ کہ مذکورہ واقعہ شراب کی حرمت سے پہلے کا ہے۔ راقم کہتا ہے کہ یہ واقعہ ۳ ہجری میں جنگ احد سے پہلے رونما ہوا ہوگا، اس لئے کہ حدیث کی ابتدا میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح اور دعوت ولیمہ کا ذکر کیا گیا ہے، حضرت فاطمہ کا نکاح بقول شبلی نعمانی ماہ ذی الحجہ ۲ ھ میں ہوا، اور رخصتی سیرت بن ہشام کے مطابق چند ماہ بعد ہوئی، اس طرح ۳ ھ کے وسط میں حضرت علی نے دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا ہوگا، اسی موقع پر حضرت حمزہ کے متعلق مذکور واقعہ پیش آیا۔ اور پھر ماہ شوال ۳ ھ میں جنگ احد میں حضرت حمزہ کی شہادت ہوگئی، اس کے بعد میں ۴ ھ میں شراب کی مکمل حرمت کا حکم نازل ہوا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے **"یا ایھا الذین آمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون۔"** (سورۂ مائدہ آیت: ۹۰) یعنی اے ایمان والو، بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت اور قرعے کے تیر سبھی گندے شیطانی کام ہیں، ان سب سے بچو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ شراب کے عادی اصحاب نے جب مذکورہ حکم سنا تو اپنے جام وسبو سر راہ لا کر توڑ دیئے، بخاری باب مظالم میں ہے **"فجرت فی سکک المدینہ"** یعنی مدینہ کی گلیوں میں پانی کی طرح شراب بہہ گئی۔ ۳۱؎ اس کے بعد صحابہ کرام میں سے کسی نے شراب کو ہاتھ نہیں لگایا۔ اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ کو جو سرزنش کی تھی وہ شراب نوشی کے سلسلہ میں نہیں بلکہ حضرت علی کی اونٹنیوں کو بغیر اجازت ذبح کرنے کے بارے میں تھی۔

حضرت علامہ ابن حجر نے دوسری بات یہ بتائی کہ حضرت حمزہ نے بطور افتخار کے کہا تھا۔ تم سب میرے باپ کے غلام ہو، کیونکہ عربوں کے نزدیک جد یعنی دادا خاندان کا آقا ہوتا ہے اور باقی اہل خانہ اس کے غلام کی طرح ہیں۔

راقم تاریخِ اسلام کا ایک ادنیٰ طالب علم ہونے کے ناطے اس واقعہ کے متعلق عرض کرتا ہے کہ حضرت حمزہ اپنے دوستوں کی محفل میں حسب معمول بادہ نوشی میں مصروف تھے، وہاں موجود مغنیہ نے (رقاصہ نہیں جیسا کہ سیر الصحابہ میں ہے) باہر بندھے ہوئے اونٹنیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ مصرع پڑھا "**الا یا حمزۃ للشرف النواء**" یعنی اے حمزہ موٹی اور فربہ اونٹنیوں کے لئے تیار ہو جایئے تو آپ فوراً محفل سے اٹھ کر اونٹنیوں کے پاس پہنچے (ممکن ہے کہ انہوں نے وہاں پوچھا بھی ہو کہ یہ کس کی ہیں، جواباً حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام لیا گیا تو یہ سوچ کر کہ وہ اپنے ہی بھتیجے کی ملکیت ہیں) اور انہیں ذبح کیا، پھر جگر نکال کر پیش کیا (ظاہر سی بات ہے کہ اسے بھون کر ہی کھایا ہوگا) کافی وقت کے بعد جب کھانے پینے کی محفل اختتام پذیر تھی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے اونٹنیوں کو خواہ مخواہ ذبح کر دینے پر سرزنش کی، اس وقت حضرت حمزہ پوری طرح نشہ کی گرفت میں تھے، کوئی چیز سجھائی نہیں دے رہی تھی ایسے ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا۔ غالباً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پہچانا، دھندلا دھندلا خاکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زید کا نظر آیا تو کہہ دیا کہ تم سب میرے باپ کے غلام ہو۔ بخاری شریف میں اس کے بعد کا ماجرا مذکور نہیں ہے۔ ہم سمجھ سکتے ہیں کہ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو آپ کی آمد کا پتہ چلا ہوگا تو آپ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی چاہی ہوگی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اس بارے میں گفتگو کی ہوگی۔

آپ کے اہل وعیال: اس کی تفصیل بحوالہ سیر الصحابہ اس طرح ہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے متعدد شادیاں کیں، بیویوں کے نام یہ ہیں: بنت الملہ خولہ بنت قیس، سلمیٰ بن عمیس، ان میں سے ہر ایک کے بطن سے اولاد ہوئی، لڑکوں کے نام یہ ہیں: ابو یعلیٰ، عامر، عمارہ،

آخر الذکر دونوں لاولد فوت ہوئے۔ ابو یعلیٰ سے چند اولادیں ہوئیں لیکن وہ سب بچپن ہی میں قضا کر گئیں، اس طرح حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا سلسلۂ نسل شروع ہی میں منقطع ہو گیا۔

سلمیٰ بنت عمیس کے بطن سے اُمامہ نام کی ایک لڑکی بھی تھی، فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مراجعت فرمائی تو بھائی بھائی کہہ کر اس نے پیچھا کیا، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے رشتہ داروں میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنی اپنی تربیت میں لینے کا دعویٰ پیش کیا لیکن آپ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے حق میں فیصلہ دیا کیونکہ ان کی بیوی اسماء بنت عمیس امامہ کی حقیقی خالہ تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خالہ ماں کے قائم مقام ہوتی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو امامہ سے شادی کر لینے کی ترغیب دی تھی، لیکن آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا حمزہ میرے رضاعی بھائی تھے۔ ۳۲

بہر حال حاصل کلام یہ کہ چند معروضات حضرت حمزہ پر تحقیقی نکتہ نظر سے راقم نے پیش کئے ہیں، امید ہے کہ اہل علم واصحاب ذوق اس پر مزید گفتگو فرمائیں گے۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

مآخذ:

۱۔ علامہ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حصہ اوّل، مطبع معارف دار المصنّفین، اعظم گڑھ، پندرہواں ایڈیشن، ۱۳۹۷ھ۔ ص: ۱۶۸

۲۔ مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری، الرحیق المختوم، حلیم بکڈ پو، نئی دہلی ۲، ۱۴۱۸، ص: ۸۳

۳۔ ایضاً......ص: ۸۴

۴۔ مولانا محمد یوسف کاندھلوی، مترجم محمد احسان الحق لاہور، حیات الصحابہ حصہ اوّل، بحوالہ ''مستدرک حاکم، و (میزان الاعتدال) حافظ ذہبی یاسین بک ڈپو دہلی -۲۰۱۰ء۔ ص: ۷۰۲

۵۔ علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، جلد دوم، دار الکتب العلمیہ، بیروت (لبنان) ۱۴۱۵ء۔ ص: ۱۰۶

۶۔ امام بغوی، معجم الصحابہ جلد دوم، مکتب دار البیان، کویت، ۱۴۲۱ھ مطابق ۲۰۰۰ء، ص: ۴

۷۔ علامہ احمد بن علی بن حجر عسقلانی فتح الباری بشرح صحیح البخاری، دار المعرفۃ، بیروت ۱۳۷۹ء۔ ص: ۳۱۲

۸۔ سیرت النبی حصہ اوّل۔ ص: ۲۲۳

۹ الرحیق المختوم۔ص:۱۵۷

۱۰ وایضاً۔ص:۳۰۶،۳۰۸،۳۰۹،۳۳۵

۱۱ سیرت النبی حصہ اوّل۔ص:۳۲۳

۱۲ حیات الصحابہ حصہ اوّل،بحوالہ مسند بزّ از۔ص:۷۰۱

۱۳ ڈاکٹر محمد نعیم صدیقی ندوی،سیر الصحابہ جلد دوم،حصہ مہاجرین،کتب خانہ نعیمیہ،دیوبند،یوپی ۱۳۴۶ھ۔ص:۱۹۱

۱۴ سیر الصحابہ،جلد دوم۔ص:۱۹۱

۱۵ سیرت النبی حصہ اوّل۔ص:۳۸۲

۱۶ وایضاً۔ص:۳۷۳

۱۷ الرحیق المختوم۔ص:۳۹۰

۱۸ وایضاً۔ص:۴۰۲

۱۹ سیر الصحابہ جلد دوم۔ص:۱۹۲

۲۰ الرحیق المختوم۔ص:۴۰۶

۲۱ حیاۃ الصحابہ حصہ اوّل۔ص:۷۰۲

۲۲ الرحیق المختوم۔ص:۴۳۸

۲۳ سیر الصحابہ جلد دوم۔ص:۱۹۳

۲۴ سیرت النبی حصہ اوّل۔ص:۳۸۷

۲۵ الرحیق المختوم۔ص:۳۸۹

۲۶ سیرت النبی حصہ اوّل،بحوالہ بخاری،غزوۂ احد۔ص:۳۸۲

۲۷ سیر الصحابہ حصہ دوم۔ص:۱۹۲

۲۸ علامہ حبیب الرحمٰن صدیقی کاندھلوی،مذہبی داستانیں اوران کی حقیقت،حصہ اوّل،الرحمٰن پبلی کیشن ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کراچی،طبع پنجم۔۱۹۹۳ء،ص:۲۵۰

۲۹ وایضاً......ص:۹۲،۹۳،۹۴

۳۰ الامام الحافظ، احمد بن علی بن حجر العسقلانی، فتح الباری بشرح صحیح البخاری، الجزء الاوّل، کنزالمغازی، دارالمعرفۃ، بیروت (لبنان) ۱۳۷۹ھ۔ص:۳۱۶

۳۱ سیرت النبی جلد چہارم۔ص:۲۸۳

۳۲ سیر الصحابہ جلد دوم۔ص:۱۹۵،۱۹۶۔سیرت النبی حصہ اوّل۔ص:۵۰۴

☆☆☆

متین خالد (لاہور)

حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت و تعارف

جن محترم و مقدس شخصیات کی وجہ سے دین اسلام کو ایک ولولۂ تازہ اور جلوہ نور ملا، اِن میں سیّدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت سرفہرست ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ جوہر شناس کے اوّلین انتخاب تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرفروشی و جانبازی کی اقلیم کے سلطان اور بہادری و جاں سپاری، شجاعت و بسالت، عزم واستقلال اور دینی غیرت وحمیت کے پیکر تھے۔ جرأت وجوانمردی آپ کے گھر کی لونڈی تھی۔ شہسوار ایسے کہ جن کے بغیر گھوڑ سواری کا مقابلہ کوئی اہمیت نہ رکھتا آپ کی بے پایاں صلاحیتیں دیکھ کر بڑے بڑے عرب جنگجو ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتے۔ بار بار پلٹنے اور پلٹ کر جھپٹنے والے شہسواروں کی تمام خوبیاں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات میں جمع تھیں۔ جنگ کے دوران آپ فولادی اعصاب کے مالک نظر آتے تھے۔ سپاہیانہ فضائل کی بنا پر آپ خاکستری اونٹ اور شیر کی طرح دشمن پر حملہ کرنے والے تھے۔ ایسے معلوم ہوتا تھا گویا آپ نے چیتے سے سپاہ گری کا فن سیکھا ہے۔ چیتے کی سی پھرتی، بہترین دفاعی انداز اور دشمن کو اپنی گرفت میں لانے جیسے سپاہیانہ اوصاف آپ میں نمایاں تھے۔ شیر کے ناموں میں سے ایک نام حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہے، گویا اسی نام کی وجہ سے آپ کو شیر کی بہادری میں سے حصہ ملا تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ کے میدان میں قریش کے ان نامور شہسواروں کو قتل کیا جن کی طاقت اور سپاہ گری پورے عرب میں مشہور تھی۔ مشرکین مکہ کے ہجوم میں اسلام قبول کرنے اور بدر و اُحد کے میدانوں میں دادِ شجاعت

دینے والے اسلام کے مخلص جانباز، مجاہد اور شہید حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پوری امت اسلامیہ کو ہمیشہ ہمیشہ ناز رہے گا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ 567ء میں مکہ مکرمہ کے محلّہ مسفلہ میں واقع ایک گھر میں پیدا ہوئے۔ اب اس گھر کو نہایت خوبصورت مسجد میں تبدیل کر دیا گیا ہے، اسے مسجد حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمر میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے چار سال بڑے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلسلہ نسب کچھ اس طرح سے ہے۔ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابویعلیٰ اور ابوعمارہ ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار السابقون الاوّلون اور مہاجرین میں ہوتا ہے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔ قرآن کی زبان میں سابقون الاوّلون وہ ہیں جن کی فضیلت بقیہ پوری اُمت اور یہاں تک کہ بعد میں اسلام لانے والے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دین اسلام کے پہلے پرچم بردار ہیں۔ انہیں سیّد الشہداء بھی کہا جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ 'اسد اللہ' اور 'اسد الرسول' ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کو فاعل الخیرات (نیکیاں کرنے والے) اور کاشف الکربات (مصائب دور کرنے والے) بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریش کے قبیلہ بنو ہاشم سے تعلق رکھتے ہیں۔ قریش سے تعلق رکھنے کی وجہ سے حضرت حمزہ بن عبد المطلب قریشی اور اپنے دادا ہاشم بن عبد مناف کی نسبت سے ہاشمی کہلاتے ہیں۔ قریشی و ہاشمی کی یہ دونوں نسبتیں بلاشبہ بہت بڑا اعزاز ہیں کیونکہ حضرت واثلہ بن الاسقع، حضور نبی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد روایت کرتے ہیں کہ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسماعیل سے کنانہ کو منتخب فرمایا اور اولادِ کنانہ سے قریش کو پسند فرمایا اور قریش سے بنی ہاشم اور بنی ہاشم سے مجھے چنا ہے۔'' (مسلم شریف الحدیث 2276، سنن ترمذی رقم الحدیث 3605، مسند احمد رقم الحدیث 16986) ان دونوں نسبتوں کو نبی مکرم

صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مفاخر اور امتیازات میں ذکر فرمایا اور دیگر قبائل عرب اور اقوام عالم کو ان کا تابع اور مقتدی قرار دیا۔ ان کی بے ادبی، گستاخی اور توہین کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذلت وخواری کا موجب قرار دیا۔ اپنے اوصاف حمیدہ اور فضائل کی وجہ سے سیّدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریش و بنو ہاشم میں اہم ترین مرتبہ ومقام کے مالک ہیں۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھرانا عرب کا نہایت معروف خاندان تھا۔ وہ ایک عظیم سردار حضرت عبدالمطلب کے صاحبزادے تھے۔ حضرت عبدالمطلب کے دس بیٹوں میں سے آپ کا آٹھواں نمبر تھا جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد گرامی حضرت عبداللہ دسویں نمبر پر تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دوہرا رشتہ تھا کیونکہ والد کی طرف سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سگے چچا تھے اور والدہ کی طرف سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خالہ زاد بھائی تھے، کیونکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ سیدہ ہالہ بنت وہیب بن عبد مناف بن زہرہ، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت سیدہ آمنہ کی چچازاد بہن تھیں۔ علاوہ ازیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ یہ دوہرا شرف حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ کسی اور کو حاصل نہیں ہے۔ کیونکہ ابولہب کی ایک لونڈی ثویبہ نے آپ دونوں کو دودھ پلایا تھا۔ حضرت عبدالمطلب کی وفات کے وقت آپ کی عمر صرف دس برس تھی، اس لئے آپ کی تربیت زیادہ تر اپنے ننہیال میں ہوئی۔

کتب سیرت و تاریخ میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بچپن اور لڑکپن کا زیادہ تذکرہ نہیں ملتا، البتہ اتنا ضرور پتا چلتا ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار مکہ کے قوی الجثہ اور بے حد دلیر جوانوں میں ہوتا تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شمشیر زنی، نیزہ بازی، گھڑسواری، تیراندازی اور پہلوانی کا بہت شوق تھا۔ اس کے علاوہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہر قسم کی جنگی مہارت پر عبور حاصل تھا۔ آپ اپنے ہاتھوں میں دو تلواریں پکڑ کر انہیں مہارت سے

چلانے، گھمانے اور دشمن پر سبک رفتاری سے حملہ کرنے کے داؤ پیچ کی مشق کیا کرتے تھے۔ صحرا نوردی، سیر و شکار اور جنگلوں میں گھومنا پھرنا آپ کے من پسند مشاغل تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شعر و شاعری سے بھی لگاؤ تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے غیور، نڈر، بہادر، جفاکش، سخی، خوش اخلاق، مہمان نواز اور دلنواز تھے۔ آپ پورے مکہ میں ظلم، ناانصافی اور زیادتی کے خلاف لڑنے والے انسان کے طور پر بھی معروف تھے۔ صلہ رحمی، غمخواری اور حسن سلوک و نیکوکاری آپ کی امتیازی خصوصیات تھیں۔ شخصیت میں وضعداری، طرحداری اور متانت و سنجیدگی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ قوت و طاقت کے علاوہ خاندانی شرافت و وجاہت اور خوشحالی و فارغ البالی سے بھی لوگ آپ سے متاثر و مرعوب رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں حسن کی دولت سے خوب مالا مال کر رکھا تھا۔ خوبصورت پیشانی، دراز قد، چھریرے بدن اور مضبوط بازوؤں کے مالک اس جوانِ رعنا کو حضور خاتم النّبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ''سیّد الشہداء'' کا لقب دے کر ان کے سر پر نہ صرف عظمت و رفعت کا تابناک تاج سجایا بلکہ اسد اللہ و اسد الرسول کا دلنواز خطاب عطا فرما کر انہیں شرافت و بزرگی کی نعمت لازوال سے بھی مالا مال فرمایا:

اسد اللہ اور شیر نبی ﷺ　　کون؟ حمزہ ہیں سیّد الشہداء
یہ خطابات ان کو کس نے دیئے؟　　ہاں! انہوں نے جو ہیں رسول خدا ﷺ
یہ ہیں سردار کل شہیدوں کے　　اور شیر خدا بھی بے ہمتا

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارہ بھائی تھے جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

حارث بن عبد المطلب ...... یہ بھائیوں میں سب سے بڑے تھے اور انہی کے نام پر حضرت عبد المطلب کی کنیت ابو الحارث تھی۔ چاہ زم زم انہی کے زمانے میں صاف کیا گیا۔ یہ اسلام کا زمانہ نہ پا سکے اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہی انتقال کر گئے۔ ابو طالب...... اصل نام عبد مناف تھا، اسلام کا زمانہ پایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھرپور ساتھ دیا۔ زبیر...... یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ اور

چچا ابوطالب دونوں سے عمر میں بڑے تھے۔ اپنے خاندان بنو ہاشم کے رئیس اور قریش کے حکام میں سے تھے۔ بڑے سمجھ دار اور دانا تھے۔ ابولہب...... اصل نام عبدالعزیٰ تھا۔ اس کے سرخ رنگ کی وجہ سے اس کی کنیت ابولہب رکھی گئی، کیونکہ لہب آگ کے شعلے کو کہتے ہیں اور شعلہ سرخی مائل روشن ہوتا ہے، چونکہ اس کا رنگ سرخ تھا، اس لیے ابولہب کہلانے لگا۔ اسلام کا زمانہ پایا مگر اسلام قبول نہ کیا۔ ابولہب نے آخر تک اسلام کی مخالفت کی اور اس کا رویہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ بہت معاندانہ رہا۔ غیداق بن عبدالملک...... ان کا اصل نام نوفل ہے جب کہ ابن سعد نے ان کا نام مصعب بتایا ہے۔ یہ قریش میں سے مالدار تھے۔ مقوم...... ان کی کنیت ابوبکر ہے۔ یہ سیّدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سگے بھائی تھے۔ ضرار...... قریش کے نوجوانوں میں بڑے حسین وجمیل تھے اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حقیقی بھائی تھے۔ ظہور اسلام سے پہلے ہی ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ قثم ...... یہ حارث کے سگے بھائی تھے۔ بچپن ہی میں انتقال کر گئے تھے۔ عبدالکعبہ...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ کے حقیقی بھائی تھے۔ یہ بھی بچپن میں ہی انتقال کر گئے تھے۔ حجل ...... ان کا اصل نام مغیرہ تھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد تھے۔ حضرت عباس...... یہ اپنے تمام بھائیوں میں چھوٹے تھے اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائیوں میں سے صرف یہی ایک اسلام لائے تھے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کل چھ بہنیں تھیں۔

اُمِّ حکیم...... جن کا نام بیضا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ کے ساتھ جڑواں پیدا ہوئی تھیں۔ ان سے کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عدشمس نے نکاح کیا تھا اور ان سے عثمان اور عامر بن کریز کی والدہ اروی پیدا ہوئی تھیں۔ عاتکہ بنت عبدالمطلب ...... جن سے ابوامیہ مغیرہ مخزومی نے نکاح کیا تھا۔ ان سے ابوامیہ کے دونوں بیٹے زبیر اور عبداللہ پیدا ہوئے اور یہ دونوں ام المومنین حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

کے بھائی ہیں۔ برۃ بنت عبدالمطلب ......ان سے عبدالاسد بن بلال بن عبداللہ مخزومی نے نکاح کیا اور ان سے ابوسلمہ بن عبدالاسد پیدا ہوئے۔ عبدالاسد کے بعد ابواہم بن عبدالعزیٰ بن ابی قیس بن عبدود نے ان سے نکاح کیا جن کا تعلق بنوعامر بن توی سے تھا۔ ان سے ابوسبرہ پیدا ہوئے۔ امیمہ بنت عبدالمطلب ......ان سے عمیر بن وہب بن عبد بن قصی نے نکاح کیا اور ان سے طیب بن عمیر پیدا ہوئے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا...... جن سے پہلے حارث بن حرب بن امنیہ نے اور حارث کے بعد عوام بن خویلد (اُم المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی) نے نکاح کیا اور ان سے زبیر، اسود، احرم، یعلیٰ، سائب اور عبدالرحمٰن پیدا ہوئے۔ آپ کی بہنوں میں سے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو بالاتفاق ایمان لائیں اور اروی اور عاتکہ کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین شادیاں کیں اور ہر زوجہ کے بطن سے اولاد ہوئی۔ پہلی بیوی کا نام حضرت اُنصار یا بنت الملہ الاوسیہ بن مالک بن عبادہ بن حجر بن فائد بن حارث بن زید بن عبید بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف تھا۔ وہ قبیلہ اوس کے انصار میں سے تھیں۔ ان سے ایک بیٹی فاطمہ اور تین بیٹے یعلیٰ، عامر اور بکر پیدا ہوئے۔ اس وجہ سے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابویعلیٰ تھی۔ حضرت یعلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پانچ بیٹے تھے جن کے نام فضل، زبیر، عقیل، محمد اور عمارہ ہیں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوسری اہلیہ حضرت خولہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا النجاریہ بن فہر بن قیس بن ثعلبہ بن غنم بن مالک تھیں۔ آپ انصاریہ اور ثعلبہ بن غنم بن مالک بن النجار کی اولاد میں سے تھیں۔ آپ کا شمار جلیل القدر صحابیات میں ہوتا ہے۔ ان سے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک صاحبزادے عمارہ پیدا ہوئے جن کے نام سے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابوعمارہ تھی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غزوہ احد میں شہادت کے بعد حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت نعمان بن عجلان انصاری سے ہوا۔ وہ بڑی آسودہ حال تھیں۔ انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑی عقیدت اور محبت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کو بھی ان پر بڑا ناز اور اعتماد تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بلا تکلف قرض بھی لے لیا کرتے تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیسرا عقد حضرت سلمٰی بنت عمیس الخثعمیہ سے فرمایا۔ ایک اور روایت میں ان کا نام زینب بنت عمیس الشھد انیۃ الخشعمیہ بتایا جاتا ہے۔ وہ قبیلہ خثعم سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے: سلمٰی بنت عمیس بن معد بن حارث بن قیم بن کعب بن مالک بن قحافہ بن عامر بن ربیعہ بن عامر بن معاویہ بن زید بن مالک بن بشر بن وہب اللہ بن شہران بن عفرس بن خلف بن اقبل (خسعم)۔ آپ کی والدہ کا نام ہند (خولہ) بنت عوف تھا، جو قبیلہ کنانہ سے تھیں۔ آپ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بن عمیس زوجہ حضرت جعفر بن ابی طالب کی ہمشیرہ تھیں۔ ان سے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی حضرت امامہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ انہیں ''امۃ اللہ'' بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے وقت وہ کمسن تھیں۔ حضرت سلمٰی بنت عمیس کا نکاح ثانی حضرت شداد بن اسامہ الہادی سے ہوا جن سے دو بیٹے عبد اللہ اور عبد الرحمٰن پیدا ہوئے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق صحیح بخاری میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ ذیقعدہ 6 ہجری میں حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضاء کے لئے مکہ معظّمہ تشریف لے گئے۔ صلح نامہ حدیبیہ کی شرط کے مطابق تین دن کے قیام کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے رخصت ہونے لگے تو امامہ رضی اللہ عنہا بنت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''یا عم یا عم'' کہتی ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑیں (ایک اور روایت میں ہے کہ اس وقت وہ یا اخی یا اخی یعنی بھائی بھائی کہہ رہی تھیں۔ (فی الحقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے رضاعی اور خالہ زاد بھائی بھی تھے اور ان کے بھتیجے بھی تھے۔ اس لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم امامہ رضی اللہ عنہا کے چچا بھی تھے اور بھائی بھی) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو گود میں اُٹھالیا اور اپنے ساتھ لے جا کر حضرت فاطمۃ الزہرا کے سپرد کر دیا کہ یہ تمہاری بنت عم ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، اُن کے بھائی حضرت جعفر بن ابی طالب اور حضرت زید بن حارثہ نے امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنی

آغوش تربیت میں لینے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں الگ الگ دعوے پیش کئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ امامہ میرے چچا کی لڑکی ہے، اس لئے میں حقدار ہوں۔ حضرت جعفر یہ کہہ کر اپنا استحقاق ظاہر کرتے تھے کہ وہ میری بنت عم ہونے کے علاوہ میری اہلیہ اسماء بنت عمیس کی حقیقی بھانجی بھی ہے۔ حضرت زید بن حارثہ کہتے تھے وہ میرے عزیز ترین دینی بھائی (حضرت حمزہ) کی لڑکی ہے۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ حضرت جعفر کے حق میں صادر فرمایا کیونکہ ان کی زوجہ حضرت اسماء بنت عمیس، حضرت امامہ کی حقیقی خالہ تھیں اور خالہ ماں کے برابر ہوتی ہے۔ حضرت امامہ جوان ہوئیں تو ان کا نکاح حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا (بعض حضرات نے ان کا نام حضرت عمر بن ابی مسلمہ المخزوی لکھا ہے) سے ہوا جو ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فرزند اور حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ربیب تھے۔ علامہ ابن سعد کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت امامہ رضی اللہ عنہا بنت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شادی کرنے کی ترغیب دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''وہ میرے دودھ شریک بھائی کی بیٹی ہے، میرا نکاح اس سے کیسے ہوسکتا ہے؟''

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وشان اور فضائل ومناقب سے اچھی طرح واقف تھے۔ وہ نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا علمی مرتبہ پہچانتے تھے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابرار اور صدیق ہونے سے بھی آگاہ تھے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معصومانہ بچپن، طاہرانہ جوانی اور امانتدارانہ مردانگی کے عینی شاہد تھے۔ بلوغت و شباب کا ایک ایک لمحہ دونوں نے اکٹھے گزارا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل ومناقب حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک لمحہ کے لئے بھی اوجھل نہیں ہوئے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمجھتے تھے کہ ان کا بھتیجا مکارمِ اخلاق میں بہت بلند مقام پر فائز ہے اور وہ مستقبل میں کوئی امتیازی اور اعلیٰ مقام حاصل کرنے والا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا ابولہب آپ کا پڑوسی تھا۔ وہ آپ کو اذیت دینے کے لئے اپنے گھر کا پاخانہ اور گندگی آپ کے دروازے پر پھینک دیتا تھا۔ اس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اتنا فرماتے، اے بنو عبدالمطلب! تم کیسے ہمسائے ہو؟ ایک روز حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُسے ایسا کرتے دیکھ لیا تو پاخانہ اُٹھا کر ابولہب کے سر پر ڈال دیا۔ وہ سر جھاڑتا جاتا اور کہتا جاتا صابی، احمق۔ ابولہب پھر خود یہ حرکت کرنے سے باز آ گیا۔ تاہم اس طرح کے لوگوں کے ساتھ مل کر وہ مسلسل سازشیں کرتا رہا۔

محبت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات کا مرکز ومحور تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تمام زندگی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں وار دی اور ابدی حیات پائی۔ جو محبت آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تھی، ویسی کسی اور سے نہ تھی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم آپس میں چچا بھتیجا ہونے کے باوجود (حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر میں چار سال بڑے تھے، اس لئے تقریباً ہم عمر ہونے کی وجہ سے) بہت بے تکلف دوست بھی تھے۔ جب نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں نکاح کی غرض سے اپنے دوسرے چچاؤں اور رشتے داروں کے ساتھ پہنچے تو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان کے ساتھ تھے۔ اس سے پہلے انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی کے لئے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد خویلد بن اسد کے ساتھ بات چیت میں بھی حصہ لیا۔ اس موقع پر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بیس اونٹ (تحفتاً) دیئے تاکہ حق مہر ادا کیا جا سکے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے رشتے داروں کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے حق کی دعوت دی تو حاضرین میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے۔ انہوں نے کسی بھی موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی نہ خود اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا۔ اسلام کا نور، آہستہ آہستہ سلیم الفطرت لوگوں کے دلوں میں گھر کرتا جا رہا تھا۔ اس دین

فطرت نے اپنے فطری حسن و جمال سے بڑی بڑی شخصیات کو اپنا گرویدہ بنالیا تھا، چنانچہ ہر روز کوئی نہ کوئی نامور شخصیت اسلام قبول کر کے اس کی قوت میں اضافے کا سبب بن رہی تھی۔ اگرچہ اسلام کے خلاف مشرکین مکہ کا اجتماعی ردعمل ابھی شروع نہیں ہوا تھا لیکن اکّا دُکّا ایسے واقعات ظہور پذیر ہوتے رہتے تھے جن سے کفار کا بغض و عناد ظاہر ہوتا تھا۔

یہ نبوت کا دوسرا سال تھا۔ ایک دن نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم صفا کی پہاڑی کے نزدیک لوگوں کو دعوت توحید دے رہے تھے۔ اسی اثنا میں ابوجہل کا ادھر سے گزر ہوا۔ اس کے ساتھ اس کے تین دوسرے مشرک ساتھی عدی بن الحمرا، ابن الاصداو اور اسود بن عبدالاسد بن ہلال بھی تھے۔ اس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو اس کے سینے میں کینہ و عداوت کی آگ بھڑک اُٹھی۔ اس بدبخت انسان نے ایذا پہنچانے کے لئے نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر سب وشتم کے تیر برسانے شروع کر دیے بلکہ دین اسلام کے خلاف یاوہ گوئی بھی شروع کر دی۔ سراپا حلم و وقار آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا کوئی جواب نہ دیا لیکن اس پر ابوجہل کا غصہ اور تیز ہوگیا۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر ایک پتھر دے مارا جس سے ایسی چوٹ آئی کہ خون بہہ نکلا۔ دل کا غبار نکال کر ابوجہل صحنِ حرم میں اپنے دوستوں کی محفل میں جا بیٹھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ہرزہ سرائی اور اذیت رسانی پر کمال ضبط و برداشت اور صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا اور خاموشی سے اپنے گھر تشریف لے گئے۔ بنوتمیم کے رئیس عبداللہ بن جدعان کا گھر کوہِ صفا کے قریب تھا۔ یہ شخص سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قریبی رشتہ دار تھا۔ اس کی ایک (آزاد کردہ) لونڈی نے یہ سارا دردناک واقعہ دیکھا۔ (یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ یہ خاتون کافر تھی یا مسلمان) وہ اس واقعہ سے بہت مغموم ہوئی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس دن حسب معمول جنگل میں شکار کے لئے گئے ہوئے تھے۔ آپ چاشت کے وقت ایک کامیاب شکاری کی طرح کمان حائل کئے ہوئے شاداں و فرحاں واپس آ رہے تھے۔ ان کا یہ معمول تھا کہ شکار سے واپسی پر پہلے حرم شریف میں حاضر ہو کر بیت اللہ شریف کا طواف کرتے،

پھر صحن میں قریش کے معززین کی الگ الگ جمی محفلوں میں جاتے اور سب سے مزاج پرسی کرتے۔ اس دن بھی وہ اسی ارادے سے حرم شریف کی طرف جا رہے تھے، جب کوہِ صفا کے پاس سے گزرے تو عبداللہ بن جدعان کی وہ لونڈی ان کا راستہ روک کر کھڑی ہوگئی جس نے ابوجہل کا ظلم وستم اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

''اے ابوعمارہ! آج آپ کے بھتیجے کے ساتھ ابوالحکم عمرو بن ہشام (ابوجہل) نے بڑا وحشیانہ سلوک کیا ہے...... پہلے ہذیان بکتا رہا، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار کیئے رکھی تو ایذا رسانی اور مار پیٹ شروع کر دی۔'' الغرض اس لونڈی نے پورا واقعہ گوش گزار کر دیا۔

یہ سنتے ہی حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رگِ حمیت و ناموس قرابت پھڑک اُٹھی اور آگ بگولا ہو کر بپھرے ہوئے شیر کی طرح ابوجہل کی تلاش میں نکل پڑے۔ آج تو سب یہ دیکھ کر حیران تھے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کیفیت بالکل بدلی ہوئی ہے۔ انہوں نے کسی سے گفتگو کی نہ کسی کا مزاج پوچھا۔ وہ تو صرف ابوجہل کو تلاش کر رہے تھے تاکہ اسے اپنے بھتیجے سے بدتمیزی کرنے کا مزا چکھا سکیں۔ اسی اثناء میں ان کی نظر ابوجہل پر پڑ گئی جو اس وقت حرم شریف میں اپنے قبیلے کی محفل میں بیٹھا غرور سے گردن اکڑائے اپنا غلیظ کارنامہ سنا رہا تھا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لپک کر اس کے سر پر جا کھڑے ہوئے اور تاریخی جملہ بولا:

''او سرین پر خوشبو لگانے والے بزدل! تو میرے بھتیجے کو گالی دیتا ہے حالانکہ میں بھی اسی کے دین پر ہوں۔'' اس کے بعد اپنی کمان اس زور سے اُس کے سر پر ماری کہ خون کا فوارہ پھوٹ پڑا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غصے سے گرجتے ہوئے مزید بولے۔ ''تیری یہ جرأت کہ تو میرے بھتیجے کو گالیاں دے حالانکہ میں نے اس کا دین قبول کر لیا ہے۔ اگر تجھ میں ہمت ہے تو آ اور مجھے روک کر دکھا۔''

بنو مخزوم کے لوگ اپنے سردار کی اس رسوائی پر سیخ پا ہو گئے۔ وہ حضرت حمزہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے لڑنے کے لئے اُٹھے اور بولے:

''حمزہ! ہم اس کے سوا کچھ نہیں دیکھتے کہ تم صابی ہو گئے ہو۔''

انہوں نے قہر آلود نگاہوں سے انہیں دیکھا اور فرمایا۔

''تمہارا ناس ہو، جب دین اسلام کی حقانیت مجھ پر ظاہر ہو گئی تو کون سی چیز مجھے اس سے باز رکھ سکتی ہے؟ ہاں! میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جو کچھ وہ کہتے ہیں، وہ سب حق ہے۔ اللہ کی قسم! اب میں اس سے پھر نہیں سکتا، اگر تم سچے ہو تو مجھے روک کر دیکھ لو۔''

ابوجہل بڑا مکار تھا۔ اسے معلوم تھا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے شیر دل سے مقابلہ ان گیدڑوں کے بس کی بات نہیں ہے۔ کئی لوگ مفت میں اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ اس لئے وہ اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہوا۔

''ابوعمارہ کو کچھ نہ کہو۔ اللہ کی قسم! غلطی میری ہے۔ میں نے اس کے بھتیجے سے بدسلوکی کی تھی۔'' یہ سن کر وہ لوگ پیچھے ہٹ گئے اور انہیں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوئی۔

اس موقع پر ہم عبداللہ بن جدعان کی اس لونڈی کو زبردست خراج تحسین پیش کرتے ہیں جو کمزور اور ناتواں ہونے کی وجہ سے ابوجہل کو تو کچھ نہ کہہ سکی مگر اس نے نہایت شاندار کردار کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سارا واقعہ گوش گزار کیا۔ وہ جانتی تھی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریبی رشتہ داروں میں سے صرف سیّدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ہیں جو ابوجہل کی سرکوبی کر سکتے ہیں۔ یہ بات بھی نہایت اہم ہے کہ مذکورہ واقعہ کے بعد یہ خاتون موقع پر موجود رہی اور کافی دیر تک حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنے کا انتظار کرتی رہی۔ علاوہ ازیں توجہ طلب اور قابل تحسین بات یہ بھی ہے کہ اس خاتون کی ہمدردانہ شکایت ہی سیّدنا حضرت حمزہ کے قبول اسلام کا سبب بنی۔

سیرۃ ابن ہشام، مستدرک حاکم اور عیون الاثر میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غیظ

وغضب ان الفاظ میں مروی ہے:

☆ **"فاحتمل الغضب لما اراد اللّٰہ بہ بمن کرامتہ۔"**

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غصہ میں آ گئے، اس لئے کہ اللہ نے ان کو کرامت اور شرف عطا کرنے کا ارادہ فرمایا۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں، اس کے دل میں اپنے دشمنوں کے لئے غیظ وغضب ڈال دیتے ہیں۔ ایمان کا ترازو اس وقت ہی برابر رہتا ہے جب اس کا دایاں پلڑا ''اللہ کے لئے محبت'' اور بایاں پلڑا ''اللہ کے لئے دشمنی'' سے بھرا رہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: **من احب اللّٰہ و ابغض اللّٰہ فقط استکمل الایمان۔** (سنن ابی داؤد رقم الحدیث 4681) یعنی جس نے کسی سے اللہ کے لئے محبت کی اور اللہ کے لئے بغض رکھا تو اس نے ایمان مکمل کر لیا۔ حب فی اللہ اور بغض فی اللہ میں تلازم ہے، ایک کا دوسرا سے انفکاک اور انفصال ناممکن اور محال معلوم ہوتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ کبھی حب فی اللہ کا ظہور پہلے ہوتا ہے اور کبھی بغض فی اللہ کا۔ نیز حب فی اللہ مقصود بالذات ہے اور بغض فی اللہ مقصود بالعرض ہے۔ اس لئے حب فی اللہ کا ترازو ایمان کے دائیں پلڑے میں اور بغض فی اللہ کا بائیں پلڑے میں رکھا جانا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا: تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کمالِ محبت کی یہ علامت ہے کہ سیّد دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کے ساتھ کمال بغض وعداوت ہو۔ (قول حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوب 65)

ہم یہاں یہ تبصرہ کرنے میں حق بجانب ہوں گے کہ اگرچہ غیرت وحمیت کی یہ مثال حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کا سبب بنی لیکن اس بات سے بھی چشم پوشی نہیں برتی جا سکتی کہ بنی ہاشم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد اور نصرت کرنے پر متفق تھے اور اس معاملے میں وہ ایک کنبے کے مانند تھے۔ بنی ہاشم کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد پر متفق ہونا دراصل آپ کی مدد کے لئے من جانب اللہ تدبیر تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

مذہبی مخالف رشتہ دار غیرت کی وجہ سے آپ کی دعوت میں شریک تھے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑا بلکہ وہ آپ کے گرد مضبوط حصار قائم کئے ہوئے تھے اور آپ کے طرفدار بن گئے، یہاں تک کہ شعب ابی طالب میں بھی آپ کے ساتھ تھے۔ البتہ ابولہب کا معاملہ مختلف ہے، وہ کسی تردد کے بغیر اپنی قوم کو چھوڑ کر قریش کے ساتھ مل گیا تھا اور ایسا اس لئے کہ قریش اور اس کی عادات وخصائل ایک جیسے ہی تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام قبول کرنا بھی اگرچہ غیرت اور اپنی قوم کی طرفداری کی ایک مثال ہے لیکن انہوں نے اپنے آباء واجداد کے عقائد سے فوراً ہاتھ کھڑے کر کے انہیں نہیں چھوڑا تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے وقت میں انہیں ہدایت ملی تھی جس کا اللہ تعالیٰ کو بہتر علم تھا اور وہ وقت ابوجہل کی ذلت ورسوائی کا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ابوجہل کی تدبیر کو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعے اسی پہ الٹ دیا تھا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسلام کے ذریعے سرفرازی لکھی تھی اور ابوجہل کی ناکامی اس کے کفر وعناد کی وجہ سے اس کی تقدیر میں لکھی جا چکی تھی، اس لئے انتہائی مناسب وقت اور موزوں گھڑی میں انہوں نے اللہ کی توفیق سے اسلام قبول کیا اور ابوجہل کی موت تک اس کی سرکشی کو روکتے رہے۔

آپ کے لبوں سے آتش فشاں پہاڑ کی طرح حق پھوٹا۔ چنانچہ آپ نے قریش کے سردار سے پہلی اور آخری بات یہی کہی کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہتے ہو، تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں بھی ان کے دین میں داخل ہو چکا ہوں، اگر طاقت ہے تو میرا مقابلہ کر کے دکھاؤ۔ جس دن انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر ہونے کا اعلان کیا تھا، اس وقت یقیناً ان کے ذہن میں دو باتوں میں سے ایک بات ضرور ہوگی۔ ان کے دل ودماغ میں حق اور باطل کا معرکہ وقوع پذیر ہوا ہوگا، خیر اور شر باری باری ان کے سامنے آئے ہوں گے، ابلیس نے ان کے سامنے باطل کو مزین کیا ہوگا اور شر کی محبت بھی ان کے دل میں ڈالی ہوگی، جب کہ دوسری طرف رحمٰن نے ایمان کی طرف بڑھنے والے ان کے دل میں نور القا کیا ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے ظلمت دے کر نور اور کفر دے کر ایمان

لے لیا جیسا کہ ان کے رب نے ارادہ کیا تھا۔

جب حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوجہل کی سرکوبی کے بعد سرعام اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا تو اس وقت انہوں نے یہ تاریخی اشعار پڑھے:

ذق يا ابا جهل بما عصيت — من امرك الظالم اذا مشيت

عز امرك الظلم اذا عنيت — لو كنت ترجو الله ما شقيت

ستسعط الرغم بما اتيت — تؤذى رسول الله اذ نهيت

ولا تركت الحق اذ دعيت — ولا هويت بعد ما هويت

حتى تذوق الخوى قد لقيت — فقد شفيت النفس واشقيت

ترجمہ: ''اے ابوجہل! اپنی سخت مزاجی کا مزہ چکھو، تو نے جو ظالمانہ کارروائی کی تھی، اس کا نتیجہ بھگتو۔ جب تو نے زبردستی کی تو تیری ظالمانہ کارروائی سخت ہوگئی۔ اگر تو اللہ سے امید رکھے تو تُو بدبختی اور شقاوت سے بچ جائے۔ تیرے کرتوتوں کی وجہ سے تیری عزت خاک میں مل گئی ہے۔ تجھے روکا گیا ہے، اس کے باوجود تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتا ہے۔ جب مجھے دعوت دی گئی تو میں نے حق سے منہ نہ پھیرا اور میں نفس کی خواہشات کا غلام نہیں بنا جب کہ تو راہ حق سے ہٹ چکا ہے۔ حتیٰ کہ تو نے سر کی چوٹ کا مزا چکھا جس کی وجہ سے تیرا سر خون سے خالی ہوگیا ہے۔ تو نے شفا طلب کی لیکن شفا نہ پائی۔''

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سب کچھ قریبی رشتہ داری کے جوش میں کیا۔ ابوجہل سے اپنے پیارے بھتیجے کا بدلہ بھی لے لیا اور اپنے مسلمان ہونے کا اعلان بھی کردیا لیکن جب گھر واپس آئے تو شیطان ان کے پاس آیا اور کہنے لگا:

''حمزہ! یہ تو نے کیا کردیا۔ فرطِ غضب میں اتنا دور چلا گیا کہ اپنے آباواجداد کے عقائد کو سوچے سمجھے بغیر ترک کر کے ایک نیا دین قبول کرلیا۔ ارے تو نے جلد بازی میں غلط فیصلہ کردیا۔''

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گومگو کی کیفیت میں تھے۔ انہیں کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کریں، کیونکہ انہیں یہ بات اپنی شان کے سراسر خلاف معلوم ہوئی کہ انہوں نے ایک

ایسا دین قبول کرلیا ہے جس کے بارے میں انہوں نے پوری طرح غور وخوض ہی نہیں کیا۔ پوری رات کروٹیں بدلتے ہوئے گزری۔ ایسی اضطراب انگیز اور پریشان کن رات انہوں نے آج تک نہیں گزاری تھی اور ایسے ذہنی کرب سے انہیں کبھی پالا نہیں پڑا تھا۔ جب صبح ہوئی تو کعبہ معلیٰ میں گئے اور نہایت تضرع وزاری کے ساتھ بارگاہ ایزدی میں مناجات کی۔

☆ اللھم! ان کان رشدا فاجعل تصدیقه فی قلبی

''اے اللہ! اگر یہ ہدایت ہے تو میرے دل میں اس کی تصدیق اُجاگر کردے۔''

اس دعا کا ان پر یہ اثر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام باطل توہمات ان کے دل سے خارج کردیئے اور انہیں یقین اور ایمان کی دولت سے سرفراز فرمایا:

یہ سبھی مرحلے ہیں ہنگامِ صبح سے پہلے دیے کا بجھنا شبنم کا گرنا کلیوں کا رونا

پھر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری دی اور اپنی دلی کیفیات سے آگاہ کرتے ہوئے عرض کی:

''اے میرے بھتیجے! میں ایک ایسی مشکل میں گرفتار ہوں جس سے نکلنے کا راستہ میں نہیں جانتا اور ایسی بات پر قائم رہنا بھی میرے لئے مشکل ہے جس کے بارے میں مجھے یہ معلوم نہیں کہ وہ ہدایت ہے یا گمراہی، اس لئے مجھے اس کے بارے میں کچھ ارشاد فرمایئے۔ میرے بھتیجے! میری خواہش ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس سلسلے میں میری کچھ راہنمائی فرمائیں۔''

حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بے تاب دل پر توجہ فرمائی اور دل میں اُتر جانے والے انداز میں اسلام کا بنیادی تعارف کرایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے قبولِ حق اور دین پر استقامت کی دعا فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلیغ پیرائے میں اسلام کی حقانیت سمجھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا خوف دلایا اور قبولِ حق کے صلے میں جنت کی بشارت دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سن کر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل یقین وایمان کے نور سے بھر گیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت اور صداقت ان پر خوب منکشف ہوگئی۔ ان کے مقدر کا ستارہ اوجِ ثریا پر چمکنے لگا اور

محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں غیرتِ ایمانی کا چراغ بن کر جل اٹھی۔ سارے حجابات اٹھ گئے، ساری ظلمتیں کافور ہوگئیں، شک، تردد اور تذبذب کا غبار چھٹ گیا، دل کی دنیا نورِ ایمان سے جگمگانے لگی، دل ایمان کی کرنوں سے روشن ہوا اور وہ پکار اٹھے:

☆ **اشھد انك الصادق شهادة الصدق العارف، فاظهر يا ابن اخی! دينك، فوالله! ما أحب ان لی ما أظلته السماء وانی علی دينی الاول۔**

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں دل کی گہرائیوں سے گواہی دیتا ہوں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سچے ہیں۔ تصدیق کرنے والے اور پہچاننے والے کی بھی گواہی دیتا ہوں۔ اے میرے بھائی کے فرزند! آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے دین کا اظہار فرماتے رہیے۔ خدا کی قسم! میں اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتا کہ میں اپنے پہلے دین کی طرف واپس لوٹ جاؤں، خواہ مجھے ہر وہ نعمت دے دی جائے جس پر آسمان سایہ فگن ہے۔''

سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اسلام لانے والے سابقون الاولون مردوں میں سے انتالیسویں (39) فرد تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے دوسرے سال مسلمان ہوئے جب کہ بعض سیرت نگاروں کے مطابق آپ نے پانچویں سال اسلام قبول کیا۔ یہاں ایک بات بہت اہم ہے کہ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قبول اسلام کے واقعات نہایت روح پرور اور ایمان افروز ہیں۔ کچھ ہدایت کے منتظر تھے، لہٰذا ہدایت آئی تو مسلمان ہوگئے۔ کچھ معجزات دیکھ کر مسلمان ہوئے۔ کچھ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈر کر مسلمان ہوئے۔ کچھ بشارتوں کو سن کر حصولِ جنت کے لئے مسلمان ہوئے۔ کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صادق وامین اور اولوالعزم کردار کو دیکھ کر مسلمان ہوئے۔ کچھ آیات قرآنی کی تلاوت کا دل میں اثر پا کر مسلمان ہوئے لیکن اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شیر اور شہیدوں کے سردار حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ صرف اور صرف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کے تحفظ کی خاطر مسلمان ہوئے۔ چنانچہ انہیں ''اوّلین مجاہد تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم'' ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

معروف سیرت نگار قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''رحمۃ للعالمین'' میں تحریر کرتے ہیں: ''سیّدنا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، ابوجہل کو سر میں کمان مارنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: اے بھتیجے! کیا تو خوش ہے کہ میں نے تمہاری طرف سے ابوجہل سے بدلہ لے لیا ہے۔ نبی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (چچا جان) میں اس طرح خوش نہیں ہوتا جب تک کہ آپ اسلام قبول نہ کر لیں۔ چنانچہ حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسی وقت اپنے قبول اسلام کا اعلان کر دیا۔''

سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ بھی ان عظیم لوگوں میں سے تھے جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت عطا فرمائی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے سے مشرکین مکہ پر ایک رعب و دبدبہ طاری ہو گیا۔ وہ اچھی طرح سمجھ گئے کہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قوت و حمایت حاصل ہو گئی ہے۔ اب حمزہ رضی اللہ عنہ ان کی حفاظت کریں گے۔ چنانچہ بے بس اور کمزور مسلمانوں پر ان کی ستم رانیوں میں نمایاں کمی واقع ہو گئی۔

سید الشہداء اسد اللہ و اسد الرسول حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کے ساتھ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی محبتوں کا کوئی شمار ہے نہ کنار۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ صرف مردِ رزم ہی نہیں، جانِ بزم بھی تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا شمار اعلیٰ پائے کے عرب شعراء میں ہوتا تھا۔ پیارے بھتیجے صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اُن کی اس ندائے محبت کو تا قیامت مسلمانوں کی صدائے دل کا درجہ حاصل رہے گا۔ انہوں نے ایمان لانے کی خوشی میں شکرانے کے طور پر نہایت بلند پایہ اشعار کہے، آیئے ان سے آپ بھی لطف اٹھائیں:

حمدت اللّٰه حین هدی فؤادی — الی الاسلام والدین الحنیف
لـدیـن جـاء مـن رب عـزیـز — خبیـر بـالـعبـاد بهـم لـطیف
اذا تـلـیـت رسـائـلـه علینـا — تـحدر مع ذی اللب الحصیف
واحـمـد مـصـطفی فینا مطاع — فـلا تـغسـوه بـالقول العنیف
فـلا والـلـه نسلـمهٔ لـقـوم — و لـمـا نـقـض فبهم بالسیوف

و نتــزك مـنهـم فتلــى بقــاع لــورد الـطيـر كالورد العكوف

رسـائـل جـاء احمد من هداها بـــايــــات مبيـنة الـعـروف

ترجمہ: ''میں اللہ تعالیٰ کی تعریف بجا لاتا ہوں اور اس کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے میرے دل کو اسلام قبول کرنے کے لئے ہدایت دی جو دین حنیف ہے۔ اس مبارک دین کی طرف جو ربِ کریم کی طرف سے آیا ہے، جو غلبہ والا ہے، جو اپنے بندوں کے حالات سے باخبر اور ان کے ساتھ لطف و احسان فرمانے والا ہے۔ جب اس کی آیتیں ہمارے سامنے تلاوت کی جاتی ہیں تو ہر عقل مند اور زیرک انسان کے آنسو بے اختیار ٹپکنے لگتے ہیں۔ حضرت احمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی طرف سے ہمارے مخدوم اور مطاع ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم کی تعمیل کی جاتی ہے۔ لہٰذا کوئی شخص ان کے سامنے ناملائم لفظ بھی منھ سے نہ نکالے۔ اللہ کی قسم! ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قوم کے سپرد نہیں کریں گے جب تک کہ تلواروں کے ساتھ ان کا فیصلہ نہ چکا دیں۔ ہم ان کے مقتولوں کو ایک میدان میں چھوڑ دیں گے جن کے ارد گرد پرندے منڈلاتے ہیں جس طرح پرندوں کے جھنڈ مردار کے گرد جمع ہوتے ہیں یہ وہ باعظمت احکام ہیں جو ہدایت کے لئے احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں۔ ایسی روشن آیات جن کے ہر حرف میں ہدایت ہے۔''

جناب حفیظ جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے ''شاہنامہ اسلام'' میں اس سارے واقعہ کا کیا خوبصورت نقشہ کھینچا ہے:

شجاع نامور فرزند عبدالمطلب حمزہ
وہ عمِ مصطفیٰ عالی نسب والا حسب حمزہ
وہ حمزہ جس کو شاہ شہسوارانِ عرب کہیے
جسے جان عرب لکھیے جسے شانِ عرب کہیے
مشیت تھی کہ ان کے دَم سے تقویت ملے حق کو
مٹے باطل سے شان ظاہری، شوکت ملے حق کو

چلے آتے تھے اک دن دشت سے وہ پشتِ توسن پر
شجاعت اور جلال ہاشمی تھا اپنے جوبن پر
سوئے خانہ چلے جاتے تھے رستے میں یہ سن پایا
بھتیجے کو مرے، ابوجہل نے صدمہ ہے پہنچایا
یہ سن کر جوش خوں سے روح میں غیظ وغضب دوڑا
پلٹ کر سوئے کعبہ ابنِ عبدالمطلب دوڑا
وہاں بوجہل اپنے ساتھیوں میں گھر کے بیٹھا تھا
مثیل ابرہہ تھا ہاتھیوں میں گھر کے بیٹھا تھا
کیا حمزہ نے نعرہ ''او ابوجہل او خر بزدل''
محمد مصطفیٰ کے دین میں اب میں بھی ہوں شامل
سنا ہے میں نے تو میرے بھتیجے کو ستاتا ہے
ہمیشہ گالیاں دیتا ہے اور فتنے اٹھاتا ہے
اگر کچھ آن رکھتا ہے تو آ میرے مقابل ہو
کہ تیری بد زبانی کا چکھا دوں کچھ مزا تجھ کو
بلالے ساتھ اپنے ان حمایت کرنے والوں کو
ذرا میں بھی تو دیکھوں ان کمینوں کو رذالوں کو
یہ کہہ کر گھس پڑے حمزہ گروہ بدسگالاں میں
گریباں سے پکڑ کر کھینچ لائے اس کو میداں میں
کماں تھی ہاتھ میں وہ سر پہ نانہجار کے ماری
گرا بوجہل سر سے ہوگیا ناپاک خوں جاری
سبھی دبکے کھڑے تھے چھا گیا تھا ایک سناٹا
مگر حمزہ نے کھا کر رحم اس کا سر نہیں کاٹا

کہا ''گر آج سے میرے بھتیجے کی طرف دیکھا
تیرے ناپاک چمڑے میں شتر کی لید بھر دوں گا''
یہ کہہ کر چل دیے، مشرک بھلا کیا ٹوک سکتے تھے
کہیں روباہ بھی اس شیرِ نر کو روک سکتے تھے
ابوجہل اس لئے دبکا پڑا تھا فرش کے اوپر
مبادہ واپس آ کر قتل کردے عم پیغمبر
یہاں سے جا کر حمزہ جلد تر ایمان لے آئے
بھتیجے کے وسیلے سے چچا نے مرتبے پائے

اللہ تعالیٰ نے اسی وقت اسلام کی محبت کے نقوش ان کے دل میں بٹھا دیے اور انہیں ایمان کی دولتِ جاوید سے مالا مال کر کے انسانی ترقی کے ساتویں آسمان پر پہنچا دیا۔

اسلام کی حقانیت کا ایک اور ثبوت حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام قبول کرنا ہے، کیونکہ ان جیسے مرد میدان، بہادر، نڈر اور قریش کے معزز جوان کا کسی لالچ کے بغیر اسلام قبول کرنا ایک ناقابل تردید دلیل ہے۔ یہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک عظیم الشان معجزہ ہے۔ یاد رہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے دین کو قوت وشوکت عطا فرمائی۔ ان کا قبولِ اسلام ایک شخصیت کا قبولِ اسلام نہیں بلکہ ایک عہد اور ایک تاریخ کا قبولِ اسلام تھا۔ اس شخصیت نے اسلامی تاریخ میں جو رنگ بھرا اور ان کی وجہ سے اسلام کو جو تقویت ملی، اس کی مثال نہیں ملتی۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبولِ اسلام کی خبر ایسی نہ تھی جو ٹھنڈے دل سے سنی جاتی۔ اس خبر کے عام ہوتے ہی پورے مکہ میں سناٹا چھا گیا اور بت پرست حلقوں میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔ ایسا لگتا تھا کہ گویا چمنِ استبداد اجڑ گیا ہو۔ قریش نے محسوس کر لیا تھا کہ نبوت کے سلطان عالی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کا عز و وقار بڑھ گیا ہے۔ اب حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی طرف سے ضرور مزاحمت کریں گے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

مخالفت اور ایذا رسانی سے قدرے ہچکچانے لگے۔ یہ اسلام کا وہ زمانہ تھا کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ارقم بن ابی الارقم کے مکان میں قیام پذیر تھے اور مومنین کا حلقہ صرف چند کمزور اور ناتواں ہستیوں پر محدود تھا، لیکن حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آتے ہی دفعتاً حالت بدل گئی اور کفار کی مطلق العنان دست درازیوں اور ایذا رسانیوں کا کافی حد تک سد باب ہو گیا کیونکہ ان کی شجاعت و جانبازی کا پورا مکہ لوہا مانتا تھا۔

قبولِ اسلام کے بعد حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زیادہ تر وقت دارارقم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گزرنے لگا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب ننگی تلوار ہاتھ میں لئے دارارقم آئے تو سب ڈر رہے تھے، لیکن حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''مت ڈرو۔ دروازہ کھول دو۔ عمر اندر داخل ہو کر اگر دربارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب کا خیال رکھے گا تو ہم بھی اس کی تکریم کریں گے اور اسے خوش آمدید کہیں گے۔ لیکن اگر اس کی نیت میں ذرا سا بھی فتور محسوس ہوا تو اس کی تلوار چھین کر اس کا سر اڑا دیا جائے گا۔''

حفیظِ جالندھری نے اس منظر کو کچھ اس طرح سے بیان کیا ہے:

رسول اللہ تھے اس دم مقیم خانہ ارقم
حضوری میں جناب حمزہ و بوبکر تھے ہمدم
نحیف و ناتواں کچھ اور اہل اللہ بیٹھے تھے
خدا سے لو لگائے، دوجہاں کے شاہ بیٹھے تھے
عمر آئے مسلح، آ کے دروازے پہ دی دستک
اسی انداز میں تھے ہاتھ میں تلوار تھی اب تک
صحابہ نے جوں ہی سوراخ میں سے جھانک کر دیکھا
چمک تلوار کی آئی نظر روئے عمر دیکھا
صحابہ میں سے اکثر ڈر گئے اس رنگِ ظاہر سے
عمر کا دبدبہ کچھ کم نہ تھا اک فوج قاہر سے

رسول اللہ سے آ کر عرض کی اک طرفہ ساماں ہے
عمر در پر کھڑے ہیں ہاتھ میں شمشیر براں ہے
کہا حمزہ نے جاؤ جس طرح آتا ہے آنے دو
اسے اندر بلاؤ جس طرح آتا ہے آنے دو
ادب ملحوظ رکھے گا تو خاطر سے بٹھائیں گے
نمونہ اس کو ہم خلق محمد کا دکھائیں گے
اگر نیت نہیں اچھی، تو اس کو قتل کردوں گا
اسی کی تیغ سے سر کاٹ کر چھاتی پہ دھر دوں گا
رسول اللہ سن کر مسکرائے اور فرمایا
''بلالو دیکھ لیں کس دھن میں ہے ابنِ خطاب آیا''

ابونعیم نے 'الدلائل' میں اور ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا۔

''آپ کو کس وجہ سے فاروق (حق وباطل کے درمیان فرق کرنے والا) کا نام عطا کیا گیا؟''

انہوں نے جواب دیا۔

''حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مجھ سے تین دن پہلے اسلام قبول کر چکے تھے۔ میں باہر نکلا تو مجھے نعیم بن عبداللہ ملے۔ (یہ مسلمان ہو چکے تھے لیکن انہوں نے اپنی قوم کے ڈر سے اپنا اسلام چھپا رکھا تھا)۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا: ''کہاں کا ارادہ ہے؟'' میں نے ان سے کہا۔

''کیا تم نے اپنے آباواجداد کا دین چھوڑ کر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا دین اپنا لیا ہے؟''

انہوں نے جواب دیا۔

''اگر میں نے ایسا کیا ہے تو یہ کون سی بات ہے؟ کیونکہ یہ کام تو انہوں نے بھی کیا ہے جن پر تمہارا حق زیادہ ہے۔''

میں نے پوچھا۔

’’وہ کون ہیں؟‘‘

انہوں نے جواب دیا۔

’’تمہاری بہن فاطمہ بنت خطاب اور بہنوئی سعید بن زید بن عمرو۔‘‘

میں ان کی طرف گیا تو گھر میں سے تلاوت کی دھیمی سی آواز سنی۔ میں گھر میں داخل ہوا اور کہا۔

’’کیا پڑھ رہے تھے؟‘‘

بہرحال تھوڑی دیر گفتگو ہوئی، حتیٰ کہ میں نے اپنی ہمشیرہ کا سر پکڑ کر اسے مارنا شروع کر دیا اور لہولہان کر دیا۔ میری ہمشیرہ اٹھ کر کھڑی ہوئی اور کہا۔

’’تم جتنے بھی چاہے ستم ڈھالو، ہم یہ دین نہیں چھوڑیں گے۔‘‘

جب میں نے خون دیکھا تو مجھے شرمندگی ہوئی اور ترس آ گیا۔ میں نے کہا۔

’’اچھا! مجھے وہ کتاب دکھاؤ۔‘‘

یہ بات سن کر میری بہن فاطمہ کو میرے اسلام لانے کی اُمید پیدا ہوگئی۔ وہ کہنے لگیں:
’’بھائی جان! تم شرک پر ہونے کی وجہ سے پلید ہو، اس صحیفے کو تو صرف پاک لوگ ہی چھوتے ہیں، اس لئے اُٹھو اور پہلے غسل کرو۔‘‘

میں اُٹھا اور غسل کیا۔ اس کے بعد میری بہن نے مجھے وہ صحیفہ دے دیا۔ میں نے سورۂ طٰہٰ پڑھنی شروع کی اور اس آیت مبارک تک قرأت کی:

☆ **اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ، وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ، اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ اَكَادُ اُخْفِیْهَا لِتُجْزٰی كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰی، فَلَا یَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا یُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰی۔** (سورہ طٰہٰ: 14 تا 16)

ترجمہ: یقیناً میں ہی اللہ ہوں۔ نہیں ہے کوئی معبود میرے سوا، پس تو میری عبادت کیا کر اور ادا کیا کر نماز مجھے یاد کرنے کے لیے۔ بے شک وہ گھڑی (قیامت) آنے والی ہے،

میں اُسے پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تا کہ بدلہ دیا جائے ہر شخص کو اُس کام کا جس کے لیے وہ کوشاں ہے۔ پس ہرگز نہ روکے تجھے اُس (کو ماننے) سے وہ شخص جو نہیں ایمان رکھتا، اُس پر اور پیروی کرتا ہے اپنی خواہش کی ورنہ تم بھی ہلاک ہو جاؤ گے۔

یہ آیات مقدسہ پڑھتے ہی میں بول اُٹھا:

ما احسن هذا الكلام و اكرمه

''یہ کتنا اچھا اور کس قدر معزز کلام ہے۔''

سیّدنا حضرت خباب بن ارت وہاں چھپے ہوئے تھے۔ (جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن اور بہنوئی کو قرآن مجید کی تعلیم دینے کے لئے آئے تھے) جب انہوں نے میری زبان سے یہ کلمات سنے تو فوراً باہر نکل آئے اور کہنے لگے: ''عمر! اللہ کی قسم! میں اُمید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے ساتھ خاص کر لیا ہے۔ میں نے گزشتہ روز ہی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

☆ **اللهم ايد الاسلام بأبى الحكم بن هشام او بعمر بن الخطاب.**

''اے اللہ! اسلام کو ابوالحکم (ابوجہل) بن ہشام یا عمر بن خطاب کے ذریعے سے مضبوط فرما۔'' عمر! اب تم اللہ کے دین کی خاطر جلدی کرو۔

سیدنا خباب رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن کر میں نے کہا! ''خباب! مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا پتا بتاؤ تا کہ میں ان کے پاس جاؤں اور اسلام قبول کرلوں۔''

سیدنا خباب رضی اللہ عنہ نے کہا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا پہاڑی کے قریب ایک گھر ''دار ارقم'' میں تشریف فرما ہیں۔ آپ کے ساتھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت بھی ہے۔''

میں نے وہاں پہنچ کر دروازہ پر دستک دی تو لوگ مجھے دیکھ کر خوف کے مارے اکٹھے ہو گئے۔

اس وقت حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے کہا۔

''تمہیں کیا ہو گیا ہے؟''

لوگوں نے کہا۔

''عمر آیا ہے۔''

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

''عمر آ گیا ہے تو کیا ہوا۔ اگر اچھی نیت سے آیا ہے تو فبہا، اور اگر بری نیت سے آیا ہے تو ہم اسے قتل کر دیں گے۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شور سن کر باہر تشریف لائے تو میں نے عرض کی، ''اللہ کے رسول! میں تو آپ کی خدمت میں اس لئے آیا ہوں کہ میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤں اور اس چیز پر بھی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر نازل ہوئی ہے۔'' اس کے ساتھ ہی میں یہ کہتے ہوئے حلقہ بگوش اسلام ہو گیا:

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔''

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے ''اللہ اکبر'' کہا۔ جس سے گھر میں موجود تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو معلوم ہو گیا کہ عمر نے اسلام قبول کر لیا ہے، چنانچہ صحابہ کرام نے بھی بڑے زور سے اللہ اکبر کہا۔ جس کی گونج پورے مکہ میں سنائی دی۔ پھر میں نے حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''کیوں نہیں۔''

میں نے عرض کیا۔

''پھر کس وجہ سے یہ چھپنا؟''

چنانچہ فوری فیصلے کے تحت ہم سب دو صفوں میں باہر نکلے۔ ایک صف کے آگے آگے

میں تھا جب کہ دوسری صف کے آگے آگے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ چلتے چلتے ہم بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے۔ قریش نے مجھے اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غور سے دیکھا تو انہیں شدید دکھ اور صدمہ پہنچا۔ اس دن حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام ''فاروق'' رکھا:

جوار حرم سر بعرش مجید کشیدند چوں گرد مرکب رسید

یعنی جب جلوس حرم کے نزدیک پہنچا تو حرم کی دیواروں کا سر فخر سے عرش تک جا پہنچا۔

سیّدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبول اسلام دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا نتیجہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دعا فرمائی تھی:

☆ اللھم! اعز الاسلام بأحب ھذین الرجلین الیك بابی جھل او بعمر بن الخطاب۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث 3681، مسنداحمد بن حنبل 5696)

''اے اللہ! ابوجہل اور عمر بن خطاب دونوں میں سے جو تجھے زیادہ محبوب ہے، اس کے ذریعے اسلام کو عزت عطا فرما۔''

راوی حدیث سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو دونوں میں سے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ زیادہ محبوب تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے دعا مانگی تھی۔ امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

☆ اللھم! اعز الاسلام بعمر بن الخطاب خاصه۔ (سنن ابن ماجه رقم الحدیث 105)

اے اللہ! خاص طور پر عمر کے ذریعے اسلام کو عزت عطا فرما۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازا اور سیدنا

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اپنے دین کے لئے چن لیا۔

یہاں ایک بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ جو حضرات حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کے واقعہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ نہیں کرتے اور جو حضرات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام میں آنے کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تذکرے کو چھوڑ جاتے ہیں، ایسا کر کے وہ بڑی اہم بات نظر انداز کر جاتے ہیں، کیونکہ ان دونوں حضرات کے واقعات میں بڑی زبردست مماثلت پائی جاتی ہے۔ جب ہم ان دونوں شخصیات کے واقعات پر گہری نظر ڈالتے ہیں تو وہ قریب قریب محسوس ہوتے ہیں۔

چنانچہ ہم حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعات میں دیکھتے ہیں کہ کیسے آپ پر غصہ اور غیرت کی حالت طاری تھی جو انہیں اسلام کی طرف لے آئی اور انہیں اسلام قبول کرنے میں کوئی تردد بھی نہ ہوا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے اسلام کو بہترین بنا کر پیش کیا اور اللہ نے ان کے ذریعے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو قریش کی تکالیف سے بچایا اور قریش جان گئے کہ اب حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں مسلمانوں پر ستم نہیں ڈھانے دیں گے۔

اسی نوعیت کا واقعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام قبول کرنے کے بارے میں بھی ہے۔ رسم و رواج کی حفاظت، اپنی بہن فاطمہ بنت خطاب کے ان کی مرضی کے بغیر اسلام قبول کرنے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کی اتباع کرنے پر شدید غصے کی حالت ان پہ طاری تھی۔ یہ واقعہ ان کی بہادری کی ایک بہترین مثال ہے۔ جب انہوں نے دعوت اور صاحب دعوت کی حقانیت کو پہچان لیا تو غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور وہ بہن اور بہنوئی کا دیا ہوا صحیفہ پڑھنے لگے۔ ناممکن تھا کہ ان جیسا شخص حق سے محروم رہ جائے۔ کہنے لگے: حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف میری رہنمائی کرو۔ دارارقم بن ابی الارقم کا پتا بتایا گیا۔ انہوں نے دروازے پر اونچی آواز سے دستک دی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت نماز پڑھ رہے تھے۔ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطرہ محسوس کیا۔ ان میں سے ایک نے دروازے کے سوراخ سے دیکھا تو سامنے عمر کھڑے تھے اور وہ جانتے تھے کہ عمر کون ہے۔ دعوت اسلام اور اسے قبول کرنے والوں کے خلاف ان کی شدت اور عداوت مشہور تھی۔

یہی وہ مقام ہے جہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی مشترکہ صفات، خوبیوں اور مشابہت کا پتا چلتا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عزت دار، بہادر اور قوی تھے تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی انہی جیسی صفات رکھتے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: یہ تو عمر ہیں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بولے: عمر ہیں تو کیا ہوا، اگر وہ مسلمان ہونے کے لئے آئے ہیں تو ہم ان کا استقبال کریں گے وگرنہ اسی کی تلوار سے اسے قتل کر دیں گے۔ ان دونوں کی آوازیں حق کے مقابلے میں اٹھی تھیں اور ان دونوں کا انداز بھی ایک جیسا تھا۔ دونوں میں عجیب مشابہت پائی جاتی تھی، ہر طرح سے وہ دونوں ایک جیسے تھے۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اوصاف بیان کئے جاتے ہیں کہ وہ مضبوط جسم والے، لمبے قد کاٹھ کے مالک بنو عدی کے مشہور نوجوان تھے جن سے مقابلے کی کسی میں جرأت نہیں تھی۔ آپ وہی آدمی تھے جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ عمر تم توانا اور بہادر شخص ہو، کوشش کیا کرو کہ معمولی چیزوں پہ لوگوں سے تمہارا مقابلہ نہ ہو۔ دوسری طرف حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی کہا جاتا ہے کہ وہ مضبوط جسم والے، لمبے قد کاٹھ کے مالک قریش کے مشہور عزت دار نوجوان تھے۔ ان دونوں نے شعائر دین کے اظہار کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو باصرار راضی کیا۔ (اس لئے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت زیرک اور معاملہ فہم قائد تھے اور اپنی مختصر جمعیت کو ممکن نقصان سے بچانا چاہتے تھے اور ویسے بھی ابھی دعوت توحید ابتدائی مراحل میں تھی) چنانچہ مسلمان دو صفوں میں نکلے جن میں سے ایک صف میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور دوسری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ اپنی نوع کے منفرد واقعات کی ایک زندہ مثال ہے۔

ان دونوں کی شہادت کا سبب مجھے ایک جیسا ہی لگتا ہے اگرچہ دونوں کی شہادت میں ایک لمبے عرصے کا وقفہ ہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت وحشی بن حرب کے ہاتھوں ہوئی تھی۔ جنگ احد کے دن وحشی ان کو قتل کرنے کے لئے گھات لگا کر بیٹھا تھا۔ وہیں اس نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے نیزے کا نشانہ بنایا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ زخم کھا کر فوراً زمین پر گر پڑے۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت اس نیزے کے زخم سے ہوئی تھی جو کہ مغیرہ کے غلام ملعون ابولؤلؤ فیروز مجوسی نے انہیں مارا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اس کا آقا مغیرہ مشکل کام کروا کر اس پر ظلم کرتا ہے۔ چنانچہ وہ شکایت لے کر امیر المومنین کے پاس آیا تاکہ وہ اس سے کام کا بوجھ ہلکا کروائیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے بھلائی کی نصیحت کی لیکن اس نے اپنی باطنی برائی اور بدبختی کی وجہ سے سمجھا کہ شاید امیر المومنین نے اسے ٹال دیا ہے اور اسے انصاف فراہم نہیں کیا۔ اسی وجہ سے اس نے انتقاماً آپ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا۔ پہلا قاتل اس لئے آیا تھا تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے قتل کے بدلے آزادی حاصل کرے اور وہ آپ کے چچا پر چھپ کر حملہ کرنے والا تھا، اور دوسرا قاتل ہمیشہ کی راحت اور کام سے خلاصی حاصل کرنے آیا تھا، اس نے بھی چھپ کر حملہ کیا۔ اللہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے راضی ہوا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی اللہ کی رضا نصیب ہوئی۔ دونوں شہیدوں پر اللہ کا بے حد سلام ہو۔

ہجرت مدینہ تک حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قیام مکہ مکرمہ ہی میں رہا۔ اس دوران آپ کمزور مسلمانوں کو قریش کے مظالم سے حتی الامکان نجات دلانے میں مصروف رہے۔ سیّدنا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کے بعد ہی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مقام ابراہیم پر جہاں قریش کی بیٹھک جمی ہوئی تھی، بلند آواز میں سورۂ رحمٰن تلاوت کرنے کی ہمت کی۔ یہ الگ بات ہے کہ قریش نے انہیں مارا پیٹا مگر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے آنے پر وہ بھاگ گئے۔ ۷ھ میں مشرکین مکہ نے بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کا معاشی مقاطعہ کر دیا۔ اس وجہ سے ان سب کو شعب ابی طالب میں پناہ لینی پڑی۔ وہاں

انہوں نے تین سال گزارے۔ یہ دور اس لحاظ سے بہت یادگار ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خاندان والوں کو تبلیغ کرنے کا موقع مل گیا، لیکن دوسری طرف سے یہ دور بہت مشکلات اور مصائب سے پُر تھا کیونکہ لوگوں کے پاس کھانے پینے کے لئے کچھ بھی نہیں تھا۔ درختوں کے پتّے اور گھاس کھا کر پیٹ کی آگ بجھائی جاتی تھی۔ نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ اونٹ کے خشک چمڑے پانی میں بھگو بھگو کر کھائے جانے لگے۔ ان مصائب و آلام کے باوجود سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عزم میں کوئی لچک نہ پیدا ہوئی اور نہ کسی دوسرے ساتھی نے کسی کمزوری کا اظہار کیا۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم پورے جوش وخروش سے اسلام کی تبلیغ میں مصروف رہتے اور متعدد خفتہ بختوں کے مقدر کو جگاتے رہتے۔ اس ابتلا وآزمائش کے دور میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی سب کے ساتھ مصائب وآلام جھیلتے رہے۔

کفارِ مکہ کے مظالم روز بروز بڑھتے گئے۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کا مکہ مکرمہ میں رہنا بہت مشکل ہوگیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو پہلے حبشہ اور پھر مدینہ منورہ ہجرت کی اجازت دے دی۔ سیّدنا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا معاملہ یہ رہا کہ کبھی کسی کافر کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ ان کے سامنے آئے اور ان کو ایذا پہنچائے، اسی لئے انہیں ہجرت حبشہ کی ضرورت پیش نہ آئی۔ البتہ مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کا جب حکم آ گیا تو مکہ میں اپنا شخصی اثر ورسوخ رکھنے کے باوجود انہوں نے عام مسلمانوں کی طرح ہجرت کا فیصلہ کیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ان چند مسلمانوں میں شامل تھے، جنہوں نے علی الاعلان مدینہ کی طرح ہجرت کی اور کسی کافر کو جرأت نہ ہوئی کہ ان کا راستہ روک سکے۔ بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے 13 ویں سال حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی دوسرے مسلمانوں کے ساتھ ہجرت کی اور مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ وہاں آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ کے مکان میں قیام فرمایا۔ ایک دوسری روایت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کے ہاں مقیم رہے جہاں آپ

روزانہ وادی قبا سے باہر پہاڑوں پر چڑھ کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرتے تھے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی مدینہ طیبہ تشریف لے آئے اور یوں اسلام کے مدنی دور کا آغاز ہو گیا۔ اس دوران حبشہ جانے والے مسلمانوں نے بھی مدینہ منورہ کا رخ کر لیا۔ حبشہ سے مہاجرین کے مدینہ آنے سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے درمیان مواخات کا رشتہ قائم کر دیا۔ جیسے ہی کوئی مہاجر مدینہ میں وارد ہوتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے کسی انصاری کا بھائی بنا کر ان دونوں کے درمیان مواخات کا رشتہ قائم کر دیتے۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بھائی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھائی قرار دیا۔ حضرت زید اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم مہاجر تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں گہری محبت دیکھتے ہوئے دونوں کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دے دیا۔ حضرت حمزہ کو حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس قدر محبت تھی کہ جب آپ غزوات میں تشریف لے جاتے تو انہی کو ہر قسم کی وصیت کر کے جاتے تھے۔

☆ حضرت عبدالرحمٰن ابن ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''قیامت کے روز مہاجرین سونے کے منبروں پر بیٹھے گے اور گھبراہٹ سے محفوظ رہیں گے۔'' اسے ابن حبان نے روایت کیا ہے۔

☆ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا وقت قریب آیا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں کوئی وصیت فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''میں تمہیں مہاجرین میں سب سے پہلے ایمان لانے والوں، ان کی اولاد اور ان کے بعد آنے والوں (یعنی ان کی اولاد) کا ادب اور احترام کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ جو شخص ان کا ادب اور احترام نہیں کرے گا، اللہ تعالیٰ اُس کا فرض یا نفل کچھ بھی قبول نہیں فرمائے گا۔'' اسے طبرانی نے روایت کیا ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ''جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والی جماعت مساکین مہاجرین کی ہوگی، جو مصیبتوں اور آزمائشوں میں مبتلا رہے، جب کوئی حکم ملا، تو اسے سنا اور اس پر عمل کیا، ان میں سے اگر کسی کو بادشاہ وقت سے کوئی کام تھا تو موت تک وہ پورا نہ ہوسکا اور وہ خواہش اس کے دل میں ہی رہی۔ (ان کے داخل ہونے کے بعد) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جنت کو طلب فرمائے گا اور جنت اپنی تمام تر زیب و زینت کے ساتھ حاضر ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے ''میرے وہ بندے کہاں ہیں جنہوں نے اللہ کی راہ میں لڑائی کی اور قتل کئے گئے، اللہ کی راہ میں تکلیفیں برداشت کیں اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا؟ (وہ حاضر ہوں گے اور انہیں کہا جائے گا) جنت میں داخل ہوجاؤ۔ پس وہ بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں داخل ہوجائیں گے۔ فرشتے بارگاہ ایزدی میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے ''اے ہمارے رب! ہم دن رات تیری تسبیح و تقدیس کرتے ہیں، یہ کون لوگ ہیں جنہیں تو نے ہم پر فضیلت عطا فرمائی ہے؟'' اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے ''یہ وہ لوگ ہیں، جنہوں نے میری راہ میں جہاد کیا، میری راہ میں تکلیفیں برداشت کیں۔'' پھر فرشتے ہر ہر دروازے پر ان کے پاس حاضر ہوں گے اور یہ کہہ کر سلام پیش کریں گے ''تم پر سلامتی ہو، اس صبر کے بدلے میں جو تم نے دنیا میں کیا، آخرت کے گھر کا بدلہ کتنا اچھا ہے۔'' (الرعد: 24) اسے حاکم نے روایت کیا ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو میری امت میں کون سا گروہ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا؟'' میں نے عرض کی ''اللہ اور اُس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مہاجر لوگ (مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے والے) قیامت کے روز جنت میں دروازے پر آئیں گے تو دروازہ کھولا جائے گا۔ جنت کا خازن اُن سے پوچھے گا: کیا تمہارا حساب ہوگیا ہے؟ وہ جواب دیں گے: حساب کس چیز کا؟ ہماری

تلواریں اللہ کی راہ میں ہمارے کندھوں پر تھیں اور اسی حالت میں ہمیں موت آ گئی۔ چنانچہ جنت کا دروازہ اُن کے لئے کھول دیا جائے گا اور وہ دوسرے لوگوں کے جنت میں داخل ہونے سے چالیس سال پہلے جنت میں مزے کریں گے۔'' اسے حاکم نے روایت کیا ہے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی جوانی میں لوگ دیکھتے تو اقبال کی زبان میں پکار اٹھتے:

وہی جواں ہے قبیلے کی آنکھ کا تارا
شباب جس کا ہے بے داغ، ضرب ہے کاری

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ امام المجاہدین اور سیّد الشہداء کے بلند مناصب پر فائز ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ بہت شجاع، دلیر اور شجیع تھے۔ قوت اس بلا کی تھی کہ بڑے سے بڑا شہ زور ان کے مقابلے میں آتا تو اسے پچھاڑ کر رکھ دیتے۔ بنو ہاشم میں کوئی ان کے مقابلے میں بہادر، جری اور نڈر نہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں اسد اللہ اور اسد الرحمٰن صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب دیا تھا۔ اپنے زمانے کے مانے ہوئے پہلوان بھی تھے۔ گھڑسواری میں کمال کی مہارت تھی۔ تلوار بازی میں کوئی ثانی نہیں تھا۔ میدان جنگ میں نکلتے تو دونوں ہاتھوں میں تلواریں ہوتیں اور برق و بلا کی طرح بڑھتے چلے جاتے۔ مقابل پر جھپٹتے تو دونوں تلواریں چلاتے۔ کس کی مجال تھی جو آنکھ ملا سکے۔ حریف انہیں دیکھ کر سہم جاتا اور جب وہ سر پر پہنچ کر وار کرتے تو دشمن کی سٹی گم ہو جاتی۔ جس پر تلوار اٹھاتے، اس کی لاش زمین پر نظر آتی۔ یہ شان آہن پیکر اور فولاد شکن کسی کو نصیب ہوئی نہ کسی کو یہ دم خم ملا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار انتہائی منفرد، دو دھاری اور انتہائی بھاری تھی جس کا وار رُک نہ سکتا تھا۔ اگر سیدھی پڑتی تو ڈھال کو کاٹ دیتی کیونکہ اتنی بھاری تلوار کو روکنا ڈھال کے بس کا کام نہیں اور دو دھاری ہونے کی وجہ سے اگر لوٹ آتی تو چلانے والے کو دولخت کر دیتی تھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ زور آور کوئی نہ تھا جو ان کی تلوار واپس پلٹا سکتا اور نہ ہی ان کی تلوار کبھی واپس پلٹتی تھی۔ حقیقت میں آپ رضی اللہ عنہ جیسا نہ کوئی

طاقتور تھا اور نہ کوئی بہادر تیغ زن، یہی وجہ ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار آپ کے بعد کوئی بھی نہ چلا سکا اور اکثر تو اسے اٹھا بھی نہیں سکتے تھے۔ شمشیر زنی کی ہزاروں برس کی تاریخ میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوئی ثانی نہیں ملتا اور ملتا بھی کیسے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے شیر تھے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی شجاعت کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنی مثنوی میں ان کے شوقِ شہادت کی تصویر کچھ یوں کھینچی ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جوانی میں ہمیشہ زرہ پہن کر لڑا کرتے تھے لیکن بعد شباب سعادت اندوزِ اسلام ہوئے تو زرہ پہننا بالکل ترک کر دیا اور لڑائیوں میں اس طرح شریک ہونے لگے کہ سینہ سامنے سے کھلا ہوتا اور دونوں ہاتھوں سے تلوار چلا رہے ہوتے۔ لوگوں نے پوچھا کہ اے عم رسول، اے صف شکن مجاہد، اے جوانمردوں کے سردار، کیا آپ نے اللہ کا حکم نہیں سنا کہ جان بوجھ کر ہلاکت میں نہ پڑو۔ پھر آپ احتیاط سے کیوں کام نہیں لیتے۔ جب آپ جوان تھے اور مضبوط و طاقتور، اس زمانے میں تو آپ کبھی زرہ کے بغیر لڑائی میں شامل نہیں ہوتے تھے اور اب جب کہ آپ بوڑھے ہو گئے ہیں تو آپ اپنی جان کی حفاظت اور احتیاط کے تقاضوں سے کیوں بے پروا ہو گئے ہیں۔ بھلا تلوار کس کا لحاظ کرتی ہے اور تیر کس کی رعایت کرتا ہے۔ ہم کو تو یہ پسند نہیں کہ آپ جیسا شیر دل بہادر اور شجاع اپنی بے احتیاطی کی بدولت دشمن کے ہاتھوں قتل ہو جائے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی باتیں سن کر فرمایا کہ جب میں جوان تھا تو سمجھتا تھا کہ موت انسان کو اس دنیا کے عیش و آرام سے محروم کر دیتی ہے، اس لئے کیوں خواہ مخواہ موت کی جانب رغبت کروں اور اژدہے کے منہ میں جاؤں۔ یہی وجہ تھی کہ میں اپنی جان کی حفاظت کے لئے زرہ پہنتا تھا لیکن جب سے اپنے برگزیدہ بھتیجے کے ہاتھ پر ایمان لایا ہوں، ان صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے میرے خیالات بدل گئے ہیں اور موت مجھے عزیز ہو گئی ہے۔ اب مجھے اس دنیائے فانی سے مطلق کوئی لگاؤ نہیں رہا اور موت مجھ کو جنت کی کنجی معلوم ہوتی ہے۔ زرہ تو وہ پہنے جس کے لئے موت کوئی وحشت ناک چیز ہو، جس کو تم

موت کہتے ہو، وہ میرے لئے ابدی زندگی ہے:

غافل سمجھے ہے موت کو اختتام زندگی
ہے یہ شام زندگی صبح دوام زندگی

مکہ میں کفار کے ظلم وستم کے خلاف مسلح جہاد کرنے کی مسلمانوں کو اجازت نہیں تھی۔ صرف ایک ہی حکم تھا کہ مسلمانوں کو صبر اور خاموشی سے کفار کا ظلم برداشت کرنا ہے، البتہ انہیں اس کی اجازت تھی کہ وہ کسی محفوظ مقام پر چلے جائیں، اپنا دین چھپالیں، چھپ کر نماز پڑھ لیں، مگر اکثر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنا دین چھپایا اور نہ چھپ چھپ کر نمازیں پڑھیں۔ انہوں نے کفار کے ظلم وتشدد کو بہادری سے برداشت کیا۔ کفار کے خلاف جہاد کی اس لئے اجازت نہیں دی گئی تھی کہ اس طرح بزدل کفار سارا غصہ کمزور اور غریب مسلمانوں پر نکالتے۔ دوسرا یہ کہ مکہ کی وادی میں برتر حیثیت قریش کی تھی جس میں چند ایک کے علاوہ سبھی اسلام مخالف تھے۔ اب جب جہاد کا حکم آیا تو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خدا کا شکر ادا کیا۔ مدینہ میں اب رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت قائم ہو چکی تھی اور مسلمان اپنی حفاظت کا بندوبست اچھی طرح کر سکتے تھے۔

ہجرت کا پہلا سال تھا۔ اب چونکہ مدینہ میں مسلمان قدرے سکون محسوس کر رہے تھے اور ایک اسلامی ریاست وجود میں آ چکی تھی۔ اس لئے اب ضروری تھا کہ مشرکین کے خلاف مزاحمتی کارروائیاں کی جائیں، جنہوں نے مسلمانوں کو اذیت پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ اسی دوران معلوم ہوا کہ شاہِ عرب وعجم صلی اللہ علیہ وسلم سفر پر تشریف لے جارہے ہیں۔ کب کہاں اور کتنے دنوں کے لئے؟ اس بارے میں کسی کو کچھ پتا نہیں تھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسلامی مملکت کے صدر مقام مدینے سے باہر تشریف لے جارہے تھے۔ سب کا خیال تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن میں کوئی اہم کام ہوگا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بطور پالیسی، جہاد کے مواقع پر یہ نہیں فرماتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس رخ سے، کس دشمن کے خلاف معرکہ آرائی فرمائیں گے۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ خزرج کے سردار تھے۔ عجیب فضیلت ان کے ہاتھ میں آئی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تاریخِ اسلام میں پہلی بار مدینے میں اسلامی مملکت کا قائم مقام سربراہ مقرر فرمایا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقدر میں بھی اللہ تعالیٰ نے بڑی بڑی فضیلتیں لکھی ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چچاؤں میں سب سے پہلے برملا ایمان لانے والوں میں سے تھے، جنہیں قرآن مجید نے "**السابقون الاولون**" فرمایا۔ بالکل ابتدائی مسلمان ان میں شامل تھے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی راہ میں سب سے پہلے جن مجاہدوں کو روانہ فرمایا، ان کے سپہ سالار حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ انہیں یہ شرف بھی حاصل ہوا کہ اسلامی تاریخ میں جنگ کا پہلا پرچم حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عطا فرمایا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ ہجرت فرمانے کے بعد یہودیوں اور مشرکین کی منفی سرگرمیوں، سازشوں اور مکاریوں پر کڑی نظر رکھنے کے لئے مدینہ طیبہ میں سراغ رسانی اور پہرہ داری کا نظام وضع فرمایا جس کے تحت پہرہ داری کی رضا کارانہ ذمہ داری حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لے رکھی تھی۔ مدینہ طیبہ کی سرحدوں کی حفاظت اور نگرانی کا یہ عمل حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ہمراہ تیس گھڑ سواروں کے ذریعے کرتے اور دشمن کی ہر چال سے باخبر رہتے۔ اکثر گشت کرتے کرتے سیف البحر، ابواء اور بدر تک چلے جاتے۔ اس پہرہ داری کے عمل سے ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ نواحی و مضافاتی بستیوں کے بدو قبائل سے امن معاہدات قائم ہوئے۔

ابن سعد نے طبقات الکبریٰ میں نقل کیا ہے کہ ہجرت کے سات ماہ بعد رمضان المبارک پہلی ہجری (مارچ 622ء) میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس سواروں کو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کمان میں ساحلی علاقہ کی طرف اس غرض سے روانہ کیا کہ وہ کفار کے اس قافلے کی راہ روکیں جو اس زمانے میں شام سے مکہ آرہا تھا۔ اس لشکر میں

سب مہاجرین تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تیس افراد پر اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر مقرر فرمایا اور اپنے دست مبارک سے ان کا پرچم باندھا۔ یہ پرچم سفید کپڑے کا تھا اور ان کا علمبردار ابومرثد کنانہ بن حصین غنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنایا۔ کفار کے قافلے میں سو آدمی تھے جن کی قیادت ابوجہل کر رہا تھا۔ جب مسلمانوں کا لشکر العیص کی سمت سے مقام رغیض کے قریب سیف البحر (ساحل سمندر) کے پاس پہنچا تو قریش کے قافلے سے آمنا سامنا ہو گیا۔ اسی سیف البحر کی مناسبت سے اس سریے کو سریہ سیف البحر بھی کہا گیا ہے۔ اب فریقین نے جنگ کے لئے اپنی صفیں درست کر لیں۔ جنگ شروع ہونے والی ہی تھی کہ قبیلہ جہینہ کے سردار مجدی بن عمرو جہنی نے جس کے دونوں فریقوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات تھے، جنگ روکنے کے لئے اپنا اثر ورسوخ استعمال کرنا شروع کر دیا۔ وہ بار بار دونوں فریقوں کے کیمپوں میں جاتا اور انہیں سمجھانے کی کوشش کرتا۔ بالآخر اس کی کوششوں سے دونوں لشکروں نے جنگ نہ کرنے کے لئے اس کی تجویز منظور کر لی۔ چنانچہ ابوجہل اپنے قافلے سمیت مکہ روانہ ہو گیا اور مہاجرین حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بخیر وعافیت مدینہ طیبہ واپس آ گئے۔ اسے سریہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کہا جاتا ہے اور یہ اسلامی تاریخ کا سب سے پہلا سریہ ہے۔ واپس آ کر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام حالات عرض کئے اور ساتھ ہی سردار مجدی کی کوششوں کو بھی سراہا۔ چند روز بعد قبیلہ جہینہ کے کچھ لوگ مدینہ منورہ آئے تو رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خوب خاطر تواضع کی، انہیں بہترین خلعتوں سے نوازا اور مجدی کے بارے میں فرمایا۔

''مجدی مبارک خصلتوں والا اور بابرکت شخص ہے۔''

یہاں ایک چیز غور طلب ہے کہ کفار کے اس لشکر کا قائد ابوجہل تھا، اسلام دشمنی میں جس کی کوئی مثال ہی نہ تھی۔ طبعی لحاظ سے بھی بڑا اڑیل، ضدی اور ہٹ دھرم۔ اس کے قافلے میں تین سو لوگ تھے جب کہ اسلامی جنگجو دستہ صرف تیس افراد پر مشتمل تھا۔ اگر اسے

اپنی کامیابی کا ذرا بھی امکان نظر آتا تو وہ کسی صلح کرانے والے کو خاطر میں نہ لاتا اور مسلمانوں کی اس مختصر سی جماعت سے ضرور ٹکراتا۔لیکن مسلمان اگرچہ تعداد میں تیس تھے لیکن جس ولولہ ایمانی سے وہ سرشار تھے، اس کی تاب لانا ابوجہل کے بس کا کام نہ تھا۔ چنانچہ اس نے صلح کی اس پیشکش کو غنیمت جانا اور وہاں سے مکہ روانہ ہو گیا۔

اس موقع کی مناسبت سے ابنِ ہشام نے سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ اشعار نقل کئے ہیں:

فما برحوا حتى انتديت لغارة　　لهم حيث حلوا أبتغى راحة الفضل
بامر رسول الله اوّل خافق　　عليه لواء لم يكن لاح من قبلى
لواء لديه النصر من ذى كرامة　　اله عزيز فعله أفضل الفعل
فلما ترائينا أناخوا قعقبلوا　　مطايا و عقلنا مدى غرض النيل
فقلنا لهم: حبل الاله نصيرنا　　وما لكم الا الضلاة من حبل
فثار أبوجهل هنالك باغياً　　فخاب ورد الله كتيد أبى جهل
و ما نحن الا فى ثلاثين راكباً　　و هم مائتان بعد : واحدة فضل
فيا آل اؤى لا تطيعوا غواتكم　　و فيئوا الى الاسلام و المنهج السهل
فانى أخاف أن يُصب عليكم　　عذاب فتدعوا بالندامة الشكل

ترجمہ: وہ (کفار) اسلام دشمنی سے باز نہیں آئے، یہاں تک کہ میں ان کے ہر ٹھکانے پر حملے کے لئے آگے بڑھا، فضیلت کی راحت حاصل کرنا میرا مقصود تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر میں پہلا تلوار چلانے والا تھا جس کے سر پر جھنڈا تھا، یہ جھنڈا مجھ سے پہلے ظاہر نہ ہوا تھا۔ وہ ایسا پرچم تھا جس کے ساتھ مدد ہی مدد تھی۔ ایسی طاقتور ذات کی طرف سے جس کی صنعت بہترین کاریگری ہے۔ جب ہم نے ایک دوسرے کو دیکھا تو مخالفین نے اپنے سواریوں کو بٹھا دیا۔ انہوں نے سواریوں کو درست کیا اور ہم نے بھی اپنے آپ کو تیار کیا۔ ہم نے ان سے کہا کہ اللہ کی مدد ہمارے ساتھ ہے اور تمہارے پاس گمراہی

کے سوا کچھ نہیں۔ ابو جہل وہاں پر طیش میں آیا اور سرکش ہوا، ناکام ہوا اور اللہ نے ابو جہل کے مکر کو لٹا دیا۔ ہم تیس شہسوار تھے اور وہ 200 تھے اور وہ ہم سے کئی گنا زیادہ تھے۔ پس اے آل لوئ! اپنے سرکشوں کی اطاعت نہ کرو، اسلام اور آسان دین کی طرف لوٹ جاؤ۔ پس میں ڈرتا ہوں کہ کہیں تم پر عذاب نہ نازل ہو جائے اور پھر تم ندامت کے ساتھ التجائیں کرتے پھرو۔

ہجرت کے تقریباً ایک سال بعد (آیات جہاد کا نزول ہو چکا تھا) صفر 2 ہجری، بمطابق اگست 623ء میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی ایک جماعت (ساٹھ یا ستر مہاجرین) کے ساتھ مدینے سے آٹھ میل (مکہ مکرمہ سے تقریباً 80 میل) دور فرع کے گاؤں مقام ودان میں قیام کیا۔ پھر آٹھ میل آگے مقام ابوا کی طرف بڑھے، اسی لئے اسے غزوہ ودان یا غزوہ ابوا کہا جاتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پہلا غزوہ تھا۔ ابواء بحیرۂ احمر کے ساحلی شہر مستورہ سے تقریباً 35 کلومیٹر مشرق میں وادی القاحہ میں واقع ایک شہر تھا۔ اس سے تقریباً 6 یا 8 میل کے فاصلے پر دوسرا شہر ودان واقع تھا۔ لشکر کا جھنڈا سفید تھا جو سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سونپا گیا۔ ابوا کے مقام پر حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک ہے۔ مسلمانوں نے کفار مکہ کے جس قافلے کے بارے میں سنا تھا کہ وہ اسلحہ خرید کر مدینے پر حملہ کرنے آنے والا ہے، وہ تو نہ ملا، لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مجاہدوں کے ساتھ بنوضمرہ کی بستی میں جا ٹھہرے۔ بنوضمرہ کے سردار وحشی بن عمرو الضمری نے بھی یہ سمجھ لیا کہ اب خیر اسی میں ہے کہ اسلامی مملکت کو تسلیم کر لیا جائے۔ اب تک مسلمانوں کے تین فوجی دستے مدینے کے اطراف کا چکر لگا چکے تھے۔ پہلی بار حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں، دوسری بار عبیدہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں اور تیسری بار سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سپہ سالاری میں۔ لیکن اب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس نکلے تھے، اس لئے دشمن قبیلے سمجھ گئے کہ مشرکین مکہ کے کہنے میں آ کر مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ کرنا کسی طور پر مناسب نہیں ہے۔

لہٰذا اس غزوہ میں مشرکین مکہ کے قافلے سے تو آمنا سامنا نہ ہوسکا لیکن اس موقع پر عمرو الضمر ی نے اسلامی مملکت کو تسلیم کرتے ہوئے غیر جانبدار رہنے کا معاہدہ کرلیا۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی معیت میں غزوہ ابوا سے فارغ ہوکر اللہ تعالیٰ سے اپنی والدہ سیّدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر کی زیارت کا اِذن پایا تو ابوا کے اُس مقام پر تشریف لائے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ ابدی نیند سو رہی تھیں۔ والدہ کے قدموں میں آتے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر رقت طاری ہوگئی۔ مبارک آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہہ نکلا جسے دیکھ کر بے اختیار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی رو دیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر ایک صحابی رسول نے تعجب سے پوچھا: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ کی انکھوں میں آنسو۔ یعنی آپ تو فرمایا کرتے ہیں کہ مرنے والوں پر رونا نہیں چاہیے اور اب ہم کیا دیکھ رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے مضبوط اعصاب کے مالک، بہادر اور جری انسان کی آنکھیں بھی نمناک ہیں۔'' اِس پر حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے جو فرمایا، اُس کا مفہوم یہ ہے کہ یہ محبت کے آنسو ہیں یعنی یہ ایک بیٹے کی طرف سے اپنی والدہ محترمہ کی بارگاہ میں نذرانۂ عقیدت و احترام ہے۔ اِن آنسوؤں کا کم حوصلگی سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ تو محبت کا بے ساختہ اظہار ہیں جو اِس ''حرمِ محترم'' میں حاضری کا خراج عقیدت ہے۔ یہ ماں کے اُن قدموں میں، جن کے نیچے جنت ہوتی ہے، گلہائے عقیدت کے طور پر آنسوؤں کا گلدستہ ہے۔

غزوہ بواط ہجرت کے 13 ماہ بعد ربیع الاوّل 2 ہجری بمطابق اگست 623ء میں پیش آیا۔ بواط جہینہ کے سلسلہ کا ایک پہاڑ ہے۔ یہ مکہ سے شام جانے والی شاہراہ کے متصل اور مدینہ طیبہ سے قریباً 48 میل کے فاصلے پر ہے۔ اس مہم میں بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس شامل ہوئے اور ربیع الاول سنہ 2 ہجری یا ربیع الثانی میں دو سو مہاجرین کے ساتھ قریش کے ایک قافلہ پر حملہ کرنے کے لئے بواط کی طرف روانہ ہوئے۔ قریش کے اس

قافلے میں ایک سو آدمی اور اڑھائی ہزار اونٹ تھے۔امیہ بن خلف بھی اس قافلے میں موجود تھا۔ بواط پہنچ کر پتہ چلا کہ قافلہ یہاں سے جاچکا ہے۔اس لئے کوئی معاملہ پیش نہ آیا۔لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بلاجنگ کئے واپس مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔اپنی غیر موجودگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا سائب بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ کا امیر مقرر فرمایا جب کہ بعض روایات میں سیّدنا سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہے۔اس غزوہ کا پرچم بھی سفید تھا اور علم بردار سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے لیکن بعض سیرت نگاروں کے مطابق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اسلامی پرچم حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمایا۔

اسی سال جمادی الاولیٰ 2 ہجری نومبر 623ء میں غزوہ ذوالعشیرہ پیش آیا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک سو پچاس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی معیت میں قریش مکہ کی گوش مالی کے لئے مقام ذوالعشیرہ تشریف لے گئے۔ذوالعشیرہ مدینہ منورہ سے ڈھائی سو کلومیٹر دور شارع شام کے قریب واقع ہے۔عشیرہ ایک قلعہ ہے جو کہ ''ینبع'' اور ''ذی المروہ'' کے درمیان واقع ہے،اسے ذوالعشیرہ بھی کہا جاتا ہے۔یہاں عمدہ قسم کی کھجوروں کے باغات ہیں جن کا پھل بہت اعلیٰ قسم کا ہوتا ہے۔یہ علاقہ قبیلہ بنومدلج کا مسکن تھا۔اس لشکر میں بھی سب مہاجرین تھے۔مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسلمیٰ بن عبدالاسد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا تھا۔دراصل اہل مکہ کا ایک بہت بڑا تجارتی قافلہ شام جارہا تھا۔تمام اہلِ مکہ مرد وزن نے اس میں چڑھ کر سرمایہ کاری کی۔اس قافلے کی کمان ابوسفیان کے ہاتھ میں تھی۔یہ قافلہ اتنا بڑا تھا کہ ابوسفیان کا قول ہے۔

☆ **"واللّٰہ ما بمکۃ من قرشی و لا قرشیۃ لہ نش و ساعد الا بعث بہ معنا"**

''اللہ کی قسم! مکہ میں کوئی قریشی مرد اور کوئی قریشی عورت ایسی نہیں تھی جس کے پاس کچھ سرمایا ہو اور اس نے اس قافلہ میں نہ لگایا ہو۔''

علامہ حلبی رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں لکھتے ہیں۔

☆ "ان قریشا جمعت جمیع اموالها فی تلك العیر لم یبق بمكة لا قرشی ولا قرشیة له مثقال فصاعدا الا بعث به فی تلك العیر۔"

''قریش نے اپنے تمام اموال اس قافلے پر لگا دیے۔ مکہ میں کوئی قریشی مرد اور عورت جس کے پاس مثقال برابر بھی سونا تھا، ایسا نہ رہا جس نے اسے اس قافلہ میں تجارت کے لئے نہ لگایا ہو۔''

مؤرخین نے لکھا ہے۔

''اس تجارتی قافلے میں پچاس ہزار سنہری اشرفیوں کی سرمایہ کاری کی گئی تھی اور اس وقت کے حالات کے پیش نظر اتنی سرمایہ کاری بڑی حیرت انگیز بات ہے۔''

اس قافلہ کو تیار کرنے کا سبب اور مقصد یہ تھا کہ اہل مکہ درحقیقت مدینہ پر چڑھائی کی تیاری کر رہے تھے اور انہوں نے ایسا کرنے کی برملا دھمکیاں خود مسلمانوں کو دی تھیں۔ یہ تیاریاں علی الاعلان وسیع پیمانے پر ہو رہی تھیں اور ایسی تیاریوں کے لئے چونکہ سرمائے کی ضرورت ہوتی ہے، اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے انہوں نے یہ فقید المثال تجارتی قافلہ تیار کیا تاکہ اس کی آمدنی سے مسلمانوں پر حملہ کے اخراجات پورے کر سکیں۔ اہل مکہ نے جو مجموعی رقم اکٹھی کی، مختلف سیرت نگار اس کی مالیت پچاس ہزار دینار بیان کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے اٹھارہ ہزار سات سو پچاس تولے (تقریباً 6 من) سونا اس قافلے کا سرمایہ تھا جو آج کل کے حساب سے قریباً ساڑھے نو کروڑ روپے کا بنتا ہے۔ قریباً ہر ایک قبیلے کا نمائندہ اس میں شریک ہوا۔ اس طرح صرف سربراہوں کی تعداد چالیس اور ایک روایت کے مطابق ستّر تھی۔ ابوسفیان کو رئیس قافلہ مقرر کیا گیا کیونکہ اسے تجارتی قافلوں کا زیادہ تجربہ تھا۔ اتنے سرمایہ کا ساز و سامان لے کر یہ قافلہ مکہ سے شام کی طرف روانہ ہوا۔

اس غزوہ میں بھی حضور نبی الملاحم صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا اُٹھانے کا شرف حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بخشا۔ حسب معمول اسلامی جھنڈے کا رنگ سفید تھا۔ لیکن اس بار بھی کشت و خون تک نوبت نہ پہنچی کیونکہ قریش کا قافلہ چند دن پہلے ہی ذوالعشیرہ سے کوچ

کر چکا تھا۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمادی الاوّل کے باقی دن اور جمادی الثانی کے چند روز یہیں قیام فرمایا۔اگر چہ قافلہ تو مسلمانوں کے وہاں پہنچنے سے کئی دن پہلے ہی نکل گیا تھا،لیکن وہاں قیام کے دوران آ قائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عظیم سیاسی کامیابی حاصل کرلی۔بنومدلج، بنوضمرہ قبیلے کے حلیف تھے،اس لئے جن شرائط پر بنوضمرہ سے معاہدہ طے پایا تھا،انہی شرائط پر بنومدلج سے بھی معاہدہ طے پا گیا۔اس معاہدہ سے مسلمانوں کی پوزیشن کافی مستحکم ہوگئی کیونکہ یہ بھی ممکن تھا کہ بنومدلج کفار مکہ سے مل کر مسلمانوں پر چڑھائی کردیتے اور مسلمانوں کی مشکلات میں کئی گنا اضافہ ہوسکتا تھا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''غزوۂ کدر'' شوال 2 ہجری، ''غزوہ بنوقینقاع'' شوال 2 ہجری، (لشکر اسلامی کا پرچم حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں تھا)، ''غزوہ سویق'' ذی الحجہ 2 ہجری اور غزوہ ''نجران'' محرم 3 ہجری پھر ربیع الثانی تا جمادی الثانی (دو مرتبہ اس غزوہ کا انعقاد ہوا مگر لڑائی نہیں ہوئی) میں اپنے آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہے اور ہمیشہ اطاعت کا پیکر رہے۔

رمضان 2 ہجری میں حق و باطل کا پہلا معرکہ ''غزوہ بدر'' پیش آیا۔ اسے 'غزوہ بدرالعظمیٰ' بھی کہا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اسے قرآن مجید میں یوم الفرقان کا نام دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

☆ ''وما انزلنا علیٰ عبدنا یوم الفرقان یوم التقی الجمعٰن۔

(الانفال:41)

ترجمہ: اور جسے ہم نے اپنے محبوب بندہ پر اتارا، فیصلہ کے دن جس روز دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تھے۔''

ایک دوسری آیت میں اسے یوم البطشۃ الکبریٰ بتایا گیا ہے۔

ارشاد ربانی ہے۔

☆ ''یوم نبطش البطشۃ الکبریٰ انا منتقمون۔ (الدخان:16)

ترجمہ: جس روز ہم انہیں پوری شدت سے پکڑیں گے، اس روز ہم ان سے بدلے لے لیں گے۔“

صحیح مسلم کی روایت کے مطابق یوم بطشہ سے مراد یوم بدر ہے۔ **فالبطشه یوم بدر۔**
(صحیح مسلم رقم الحدیث 2798، صحیح بخاری 1007، سنن ترمذی 3254، مسند احمد بن حنبل 3613)

ابوسفیان کی قیادت میں مکہ سے شام جانے والا قافلہ واپس آ رہا تھا۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اس قافلے کا تعاقب میں نکلنے کی دعوت دی۔ ہجرت سے انیس ماہ بعد رمضان المبارک کی بارہ تاریخ اور ہفتہ کا دن تھا، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تین سو تیرہ جاں نثاروں کے ساتھ مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے۔ مسلمانوں کے لشکر کے پاس سواری کے لئے دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے۔ باقی مجاہدین پا پیادہ تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سمیت تمام مجاہدین باری باری سوار ہوتے تھے۔

جب کفار مکہ کا قافلہ ارضِ حجاز میں داخل ہوا تو ابوسفیان نے ہر طرف اپنے جاسوس پھیلا دیے۔ آخر اسے مسلمان مجاہدین کے آنے کی خبر ملی تو اس نے بنو غفار کے ایک ماہر شتر سوار ضمضم غفاری کو بیس مثقال سونا دے کر قریشِ مکہ کو اطلاع دینے بھیجا کہ مسلمان اس تجارتی قافلہ پر حملہ کرنے چل پڑے ہیں، لہٰذا وہ اس قافلہ کو بچانے کے لئے فوراً پہنچیں۔ ضمضم غفاری کے قریش مکہ کو خبر پہنچانے کی دیر تھی کہ انہوں نے جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ تمام لوگ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر تیاریوں میں حصہ لے رہے تھے۔ تین روز تک یہ لشکر اس سفر پر جانے کی تیاری کرتا رہا، جب تیاریاں مکمل ہو گئیں تو وہ مسلمانوں سے لڑنے کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ قریش مکہ کے اس لشکر کی تعداد نو سو پچاس تھی جس کے پاس ایک سو گھوڑے تھے جن پر زرہ پوش سوار تھے جب کہ پیادوں کے لئے زرہیں، اس کے علاوہ تھیں۔
اس روز ان کا پرچم بردار صائب بن یزید تھا، جسے اللہ تعالیٰ نے بعد میں ایمان کی دولت عطا فرمائی اور ان کی پانچویں پشت میں حضرت امام شافعی جیسی نابغہ روزگار ہستی پیدا ہوئی۔

ادھر ابوسفیان نے مسلمانوں سے بچنے کے لئے معروف راستہ چھوڑ کر غیر معروف راستہ اختیار کرلیا اور جب اسے یقین ہو گیا کہ اب مسلمان حملہ نہیں کر سکتے تو اس نے ابوجہل کی طرف قاصد بھیجا کہ اب لشکر کی ضرورت نہیں، اس لئے تم مکہ لوٹ جاؤ۔ یہ پیغام ملتے ہی کچھ لوگ تو واپس لوٹ گئے جب کہ ابوجہل نے باقی لوگوں کو کسی نہ کسی طرح سے روکے رکھا۔

پچھلے تمام سرایا اور غزوات میں صرف مہاجرین صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم حصہ لیتے آئے تھے، لیکن غزوہ بدر (جسے قرآن نے یوم الفرقان فرمایا ہے) میں انصارِ مدینہ نے بھی اپنی جانیں فی سبیل اللہ قربان کرنے کا مصمم ارادہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معرکہ کے بارے میں فرمایا کہ آج پورا اسلام پورے کفر کے مقابلے میں جارہا ہے۔

آخر رمضان المبارک 2 ہجری مارچ 623ء کو مجاہدین اسلام مقام بدر پہنچے جو مدینہ منورہ سے ڈیڑھ سو کلومیٹر دور مکہ مکرمہ کی جانب واقع ہے۔ بدر میں جہاں آج کل مسجد العریش بنی ہوئی ہے، اس جگہ اسلامی تاریخ کا سب سے پہلا جنگی مرکز قیادت بنایا گیا۔ یہ جگہ میدان جنگ میں خاصی اونچائی پر تھی۔ یہاں سے پورا میدانِ جنگ نظر آتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معرکے سے پہلی پوری رات اللہ تعالیٰ سے دعا و مناجات میں گزار دی۔ صبح لشکر کی صف بندی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم چھپر میں تشریف لے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ خبر رسانوں نے خبر بھیجی کہ قریش مکہ وادی کے دوسرے سرے تک آ گئے ہیں، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہیں رک گئے اور فوجیں اتر پڑیں۔ حضرت حباب بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے سے چشمے پر قبضہ کرلیا گیا اور باقی کنویں پاٹ دیے گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسلامی فوج کے جوش وخروش، ذہن سازی اور ان کے جذبہ جہاد میں اضافہ کرنے کے لئے مشرکین کے سرداروں کے مارے جانے کی پیشگی خوشخبری سنا رہے تھے۔ مزید اطمینان کے لئے ان کی قتل گاہوں کی نشاندہی بھی فرمارہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر

سے ایک رات پہلے ہمارے سامنے مشرکین کی قتل گاہوں کی نشاندہی فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

☆ **هذا مصرع فلان غدا ان شاء الله.**

''ان شاء اللہ، کل یہ جگہ فلاں شخص کی اور یہ فلاں آدمی کی قتل گاہ ہوگی۔''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو برحق نبی بنا کر مبعوث فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قتل گاہوں کی جو نشاندہی فرمائی تھی، اس سے کوئی بھی آگے یا پیچھے نہیں مرا۔ سب کے سب ٹھیک اُسی جگہ مارے گئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگی بتا دی تھی۔ (صحیح مسلم حدیث نمبر 2738، سنن نسائی رقم الحدیث 2074، مسند احمد رقم الحدیث 182)

اس روز میدان بدر میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس شان سے لڑ رہے تھے کہ دستار پر شتر مرغ کی کلغی تھی اور دونوں ہاتھوں سے تلوار چلا رہے تھے۔ جس طرف بڑھتے تھے، کفار کی صفیں الٹ جاتی تھیں۔ اس دن ان کے ہاتھ سے بہت سے مشرکین ہلاک اور زخمی ہوئے جن میں ابوجہل کے خاندان کا ایک جنگجو اسود بن عبدالاسد بن ہلال مخزومی بھی تھا۔ یہ شخص نہایت مکروہ صورت، رذیل، اڑیل اور بداخلاق تھا۔ اغلب یہ ہے کہ یہ اس دن ابوجہل کے ساتھ موجود تھا جب اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تھی اور جواب میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مردود کا سر پھاڑا تھا اور یہ ابوجہل کی حمایت میں تلوار لے کر میدان میں آ گیا تھا۔ اس کی اسلام دشمنی، بدزبانی اور بدمعاشی سے تمام مسلمان اچھی طرح واقف تھے۔ دوسری طرف سے بھلا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا کون اس کے مقابلے کے لئے موزوں ہوسکتا تھا۔

اسود باہر نکلا اور بڑے غرور سے بولا: ''میں لشکر کے سامنے عہد کرتا ہوں کہ دشمن (مسلمانوں) کے حوض سے پانی پی کر رہوں گا ورنہ اس حوض کو تباہ کردوں گا۔'' یہ کہہ کر وہ حوض کی طرف لپکا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے اور حوض سے چند قدم پہلے

ہی دونوں کی مڈھ بھیڑ ہوئی۔ تلواروں سے تلواریں ٹکرائیں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقابلے کو طول دینا مناسب نہ سمجھا اور پہلا موقع ملتے ہی اس خبیث کی پنڈلی پر وار کیا جس سے اس کا پاؤں کٹ کر علاحدہ ہوگیا اور وہ حوض کی طرف پیٹ کے بل گرا۔ اس کی ٹانگ سے خون کا فوارہ نکل پڑا۔ غنیمت یہ تھی کہ خون کا رخ حوض کے بجائے کفار کے لشکر کی طرف تھا۔ مگر وہ ضدی شخص پاؤں کٹوا کر بھی گھٹنوں کے بل گھسیٹ کر حوض کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ اپنی قسم پوری کرنے کے لئے اس میں داخل ہونے ہی والا تھا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً دوسرا وار کیا، لیکن وہ حیرت انگیز طور پر وار بچا کر گھٹنوں کے بل حوض پر جھک گیا تاکہ پانی کا ایک گھونٹ ہی پی کر اپنی قسم پوری کرلے، مگر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار نے اسے اتنا موقع نہ دیا اور ایک کاری وار کر کے اس کے دو ٹکڑے کر دیے۔

صف آرائی کے بعد عام لڑائی شروع ہونے سے پہلے جنگ کا آغاز حسب روایت مبارزت (انفرادی مقابلہ) سے ہوا۔ مشرکین مکہ کی صفوں میں سے عتبہ بن ربیعہ، اس کا بھائی شیبہ بن ربیعہ اور بیٹا ولید بن عتبہ تلواریں لہراتے ہوئے نکلے اور مسلمانوں کو دعوتِ مبارزت دی۔ مقابلے میں لشکرِ اسلام سے تین انصار جانباز عوف بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ، معاذ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور معوذ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ پسران سیدہ عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین یا دوسری روایات کے مطابق عوف بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ، معاذ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ان کے مقابلے میں آئے۔ قریشی جنگجوؤں کو جب پتا چلا کہ ان کے مقابلے میں تینوں مدینہ کے باشندے ہیں تو انہوں نے ان سے نبرد آزما ہونے سے انکار کر دیا اور عتبہ نے پکار کر کہا۔

''اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ لوگ ہمارے جوڑ کے نہیں ہیں، ہماری قوم اور ٹکر کے لوگوں کو ہمارے مقابلے پر بھیجو۔''

اس پر حضور نبی الملاحم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کے بھتیجے) کو حکم دیا۔

''جاؤ! ان لوگوں سے مقابلہ کرو۔''

بقول حفیظ جالندھری رحمۃ اللہ علیہ:

بڑھے اب ابن عبدالمطلب شیر خدا حمزہ
امیر قوم، عم مصطفیٰ و مرتضیٰ حمزہ
عبیدہ اور علی مرتضیٰ نکلے معیت میں
کہی تکبیر اہل اللہ نے جوشِ حمیت میں
بڑھے شیروں کی صورت سوئے میدانِ وغا تینوں
علی، حمزہ، عبیدہ اولیائے مصطفیٰ تینوں
خدائے پاک کی مدح و ثنا کرتے ہوئے نکلے
رجز پڑھتے ہوئے وحدت کا دم بھرتے ہوئے نکلے

یہ تینوں بہادر جانثار نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سنتے ہی تلواریں ہلاتے ہوئے اپنے حریف کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ چونکہ تینوں خود پہنے ہوئے تھے، اس لئے عتبہ انہیں پہچان نہ سکا۔ اس نے پوچھا:

''تم کون ہو؟''

جب ان تینوں نے اپنے اپنے نام و نسب بتائے تو عتبہ نے کہا۔

''ہاں! تم معزز مد مقابل ہو۔''

اہل عرب تلوار کو شجاعت کا ہتھیار سمجھتے تھے کیونکہ یہ آدمی اپنے مد مقابل کے قریب لے آتی تھی اور تلوار کی لڑائی میں اس کے زندہ رہنے کا دارومدار اس کی طاقت اور مہارت پر ہوتا تھا نہ کہ اپنے حریف سے محفوظ حد تک دور رہنے پر۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک ماہر جنگجو کی حیثیت سے اپنی کامل مہارت اور غیر معمولی طاقت کی بنا پر اس مذکورہ فن میں یدطولیٰ حاصل تھا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقابلہ عتبہ سے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ولید

سے اور حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقابلہ شیبہ سے ہوا۔ حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے تو پہلے ہی وار میں اپنے اپنے حریف کو جہنم رسید کر دیا، لیکن شیبہ اور عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیر تک لڑتے رہے، یہاں تک کہ دونوں زخمی ہو گئے۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شدید زخمی ہو گئے۔ حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یہ صورتِ حال دیکھی تو دونوں نے ایک ساتھ حملہ کر کے شیبہ کو ڈھیر کر دیا۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ قرآن مجید کی آیت "**ھٰذٰن خصمٰن اختصموا فی ربھم**۔" (الحج:19) حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اس آیت کی تشریح میں یہ واقعہ ذکر کیا ہے جب کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی واقعہ نقل کیا ہے، تفصیلات وہاں دیکھی جا سکتی ہیں۔

آیئے: حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عتبہ کے مقابلے کا احوال حفیظ جالندھری رحمۃ اللہ علیہ سے جانتے ہیں:

یکا یک سب نے دیکھا کھینچ لی تلوار عتبہ نے
کیا حمزہ کے سر پر ایک کاری وار عتبہ نے
جناب حمزہ نے تلوار کو تلوار پر روکا
سبکدستی سے تھپکی دے کر مہلک وار کو روکا
نظر آیا نہ کچھ اک جھنجھناہٹ کی صدا آئی
اڑیں چنگاریاں تلوار سے تلوار ٹکرائی
ذرا مہلت جو پائی ایک پل دھاوے سے حمزہ نے
سبک ہو کر نکالا ہاتھ الجھاوے سے حمزہ نے
لیا دشمن کو بڑھ کر تیغِ فرخ فال کے نیچے
مگر عتبہ نے سر اپنا چھپایا ڈھال کے نیچے

صدا تکبیر کی آئی زمین بدر تھرائی
پلک جھپکی کھلیں آنکھیں تو یہ صورت نظر آئی
بڑی تلوار فولادی سپر کے ہوگئے ٹکڑے
سپر سے تا بہ سر پہنچی تو سر کے ہوگئے ٹکڑے
گلو میں بھی نہ اٹکی سینہ کاٹا دل جگر کاٹا
لہو چاٹا جگر کا بند زنجیر کمر کاٹا
گلے کے ہار زنجیروں کی لڑیاں کاٹ کر نکلی
زرہ و بکتر کے بندھن اور کڑیاں کاٹ کر نکلی
یہ تیغ حمزہ تھی دعوے تھے اس کو خاکساری کے
زمیں پر آرہی کر کے دو ٹکڑے جسم ناری کے
یہ برق نور تھی باطل کا قصہ پاک کر آئی
گری یک لخت اور دو لخت کر کے خاک پر آئی
گری جب خاک پر دو ٹکڑے ہو کر لاش خودسر کی
دہان شیر سے نکلی صدا اللہ اکبر کی
صف مروان غازی نے کہیں ایک ساتھ تکبیریں
قلوب اہل باطل پر گریں حسرت کی شمشیریں

جنگِ بدر میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جوش وجذبہ کا عجیب عالم تھا۔ مشرکین پر حملے کرنے میں آپ اس قدر آگے بڑھ گئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تشویش ہوئی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی طرف بلالیا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بدر کے دن نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میرے پاس بلالاؤ، وہ اس وقت مشرکین کے سب سے زیادہ قریب رہ کر دادِ شجاعت دے رہے تھے۔ اسی دوران حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسرے مشرکین کے علاوہ

طیعمہ بن عدی اور حنظلہ بن ابی سفیان بن حرب کو بھی جہنم واصل کیا۔

اس مقابلے کا آغاز ہی مشرکین کے لئے بہت برا تھا کیونکہ وہ جنگ کے پہلے ہی مرحلے میں اپنے تین بہترین شہسواروں سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔ ان تین شہسواروں کی موت بڑی دردناک ضرب تھی۔ اس سے ابوجہل کو یہ اندیشہ لاحق ہو گیا کہ کفار کہیں حوصلہ نہ ہار دیں۔ اس نے بلند آواز سے یہ نعرہ لگایا: **لنا العزی ولا عزی لکم۔** ''ہمارے پاس عزیٰ ہے اور تمہارے پاس کوئی عزیٰ نہیں۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفر کے سرغنہ کی یہ مکروہ چیخ سن کر مجاہدین اسلام سے کہا کہ تم یہ جواب دو۔

☆ **اللّٰہ مولانا و لا مولی لکم، قتلانا فی الجنة وقتلاکم فی النار۔**

(صحیح بخاری رقم الحدیث 4043، 4067، سنن ابی داؤد، 2662، مسند احمد 18593)

''اللہ تعالیٰ ہمارا مددگار ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔ ہمارے مقتول جنت میں جائیں گے اور تمہارے مقتول جہنم کا ایندھن بنیں گے۔'' (سبل الہدیٰ والرشاد)

مشرکین نے اپنے سالار کا نعرہ سن کر مسلمانوں کی صفوں پر پہلے اندھا دھند تیراندازی کی اور پھر غیظ وغضب میں آ کر یکبارگی حملہ کر دیا۔ اس طرح جنگ کی آگ بھڑک اُٹھی اور تلواریں یوں چمکنے لگیں جیسے اندھیروں میں بجلیاں چمکتی ہیں۔

محمد بن عمر اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ بارگاہ الٰہی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹھی بھر کنکریاں اُٹھائیں اور یہ فرماتے ہوئے مشرکین کی طرف پھینک دیں۔

☆ **شاھت الوجوہ، اللھم! ارعب قلوبھم وزلزل اقدامھم۔**

(مسند احمد 3485)

''چہرے بگڑ جائیں۔ اے اللہ! ان کے دلوں پر رعب ڈال دے اور ان کے قدموں پر لرزہ طاری کر دے۔'' (المغازی للواقدی)

عبداللہ بن ثعلبہ بن صعیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے میرے پروردگار! اگر یہ مٹھی بھر جماعت ہلاک ہوگئی تو زمین پر کبھی تیرا نام نہ لیا جائے گا۔''

حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: ''آپ مٹھی بھر مٹی لیں اور مشرکین کے چہروں پر پھینک دیں۔'' مشرقین میں سے کوئی بھی محفوظ نہیں رہا۔ سب کی آنکھوں، نتھنوں اور منہ میں مٹی گھس گئی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے فرمایا: ''ان پر مسلط ہو جاؤ، شکست ان کا مقدر بن گئی ہے۔'' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مدد کی اور انہوں نے مشرکین کے بعض سردار ہلاک کر دیے اور بعض کو قیدی بنالیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا:

☆ **وما رميت اذ رميت و لكن اللّٰه رمى۔ (الانفال:17)**

ترجمہ: (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) جب آپ نے (مٹھی بھر خاک ان کی طرف) پھینکی تو وہ آپ نے نہیں پھینکی بلکہ وہ تو اللہ نے پھینکی تھی:

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں کارکشا کار ساز

قریش کے ایک نامور جنگجو طعیمہ بن عدی کو سخت جوش آیا اور وہ ہنکارتا ہوا میدانِ جنگ میں اترا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً اس کی طرف بڑھے اور ایک ہی وار میں اسے جہنم واصل کر دیا۔ مسلمانوں کی تعداد کفار کی تعداد سے ایک تہائی سے بھی کم تھی، لیکن انہوں نے اس پامردی اور شجاعت کے ساتھ مقابلہ کیا کہ کفار کا منہ پھر گیا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس طرف جاتے کشتوں کے پشتے لگاتے جاتے۔ جس طرف بڑھتے، صفوں کی صفیں ادھیڑ کر رکھ دیتے۔ مسلمانوں نے چند ساعت کی لڑائی کے بعد کفار کو شکست فاش دی۔ ستر مشرکین میدانِ جنگ میں کام آئے جن میں عتبہ، شیبہ، ولید، ابوجہل، نصر بن الحارث اور کئی دوسرے روسائے قریش بھی شامل تھے۔ تقریباً اتنے

ہی مشرکین کو مسلمانوں نے قیدی بنالیا۔

ابوقیس بن الفاکہ ابوجہل کا خاص معین و مددگار تھا جس نے حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو شدید اذیتیں پہنچائی تھیں۔ یہ لعین بھی جنگِ بدر میں اسداللہ واسدالرسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں واصل جہنم ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی صورت میں مسلمانوں کی مدد فرمائی۔ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیہ بن خلف کو جہنم واصل کیا۔ تین نوعمر انصاری نوجوانوں حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عمرو بن جموع، حضرت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن عفرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور معاذ بن عفرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس امت کے فرعون ابوجہل کو قتل کر دیا۔ ابھی کچھ رمق باقی تھی کہ سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا سر قلم کر دیا۔ جس وقت ابوجہل قتل ہوا، وہ یہ اشعار پڑھ رہا تھا:

ما تنقم الحرب العوان منی

بازل عامین حدیث سنی

لمثل هذا ولدتنی امی

''یہ شدید جنگ مجھ سے کیا انتقام لے سکتی ہے، میں تو نوجوان طاقتور اونٹ ہوں جو اپنے عنفوان شباب میں ہو۔ میری ماں نے مجھے ایسی جنگوں ہی کے لئے چنا ہے۔''

ابوجہل کے قتل کی اطلاع پر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے تجسس فرمایا کہ ابوجہل کے گھٹنے پر زخم کا ایک نشان تھا، کیا اب بھی وہ نشان باقی ہے؟ اس کی تحقیق کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو صحابہ کرام کو بھیجا۔ انہوں نے کفار کی لاشوں کو الٹ پلٹ کر دیکھا تو دشمن رسول ابوجہل کی سر بریدہ لاش (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کا سر کاٹ کر پہلے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لے جا چکے تھے) پہچان لی۔ ان حضرات نے اس کا گھٹنا دیکھا تو اس پر واقعی زخم تھا۔ انہوں نے آ کر بتایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور اپنے گرد ہالہ کئے ہوئے صحابہ کرام رضی

اللہ تعالیٰ عنہم کو یہیں میدان بدر میں بیٹھے ہوئے اپنے لڑکپن کی ایک یاد میں شریک کیا۔ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ (جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت وشجاعت مترشح ہوتی ہے) خود بیان فرمایا:

''ایک مرتبہ عبداللہ بن جدعان کے ہاں دعوت تھی۔ اس موقع پر ابوجہل مجھ سے الجھ پڑا۔ وہ بھی تقریباً میرے برابر کا لڑکا تھا، میں نے اسے اٹھا کر اس طرح پٹخا کہ اس کا گھٹنا زخمی ہوگیا۔ اس زخم کا اثر عمر بھر اس کے گھٹنے پر رہا۔''

ابوجہل نے ہمیشہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مات کھائی۔ ساری زندگی اس ضدی انسان نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی۔ جہالت کی فطرت ہے کہ وہ روشنی اور نور کی مخالفت کرتی ہے لیکن بالآخر جہالت اور باطل کا مقدر مٹ جانا ہے۔ ڈیڑھ سال قبل اس نے مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش کی اور منہ کی کھائی، اور اب ایک ہزار کا جری لشکر لے کر آیا تھا اور تین سو تیرہ بے سروسامان مسلمانوں سے مات کھا گیا۔ وہ اپنا سارا غرور لے کر حرفِ غلط کی طرح مٹ گیا کیونکہ باقی وجاوید رہنا صرف صداقت اور حقیقت کا حق ہے اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ (غزوہ بدر میں امیہ بن خلف کو گرفتار کرنے کے بعد) قریش کے سردار اُمیہ بن خلف نے مجھ سے دریافت کیا کہ بدر کے میدان میں شتر مرغ کے پر کی کلغی کس نے لگا رکھی تھی۔ میں نے کہا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب تھے۔ یہ سن کر اُمیہ نے کہا واللہ! یہ وہی شخص ہے جس نے ہمارے خلاف بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے اور ہمیں سب سے زیادہ نقصان پہنچایا۔

اس بات کا ذکر معروف مستشرق سر ولیم میور (Sir William Muir) نے اپنی کتاب "Life of Muhammad" میں بطور خاص کیا ہے۔

حضرت حمزہ بن عبدالمطلب نے اس موقع پر درج ذیل اشعار کہے:

الـم تـرا مـرا كـان عـجـب الـدهـر
و لـلـحـيـن اسـبـاب مبيـنة الامـر
ومـا ذاك الا ان قـومـا اقـادهـم
فـحـانـوا تـواصـو بالعقوق و بالكفر
عشية راحـوا نـحـو بـدر بـجـمـعهـم
فـكـانـوا رهـونـاً لـلـركـية مـن بـدر
فـلـمـا الـتـقـيـنـا لـم تـكـن مثـنـوية
لـنـا غيـر بـالـمشـقـفة السـمـر
و ضـرب يبيض يختلى الرأس حدها
مشهـرة الألـوان بيـنة الأثـر
و نـحـن تـركـنـا عتبه الغى خـاويـا
وشيبة فـى قتـلـى تجر جم فى الجفر
و عـمر و ثوى فيمن حوى من حماتهم
فشـقـت جيـوب النائحات علىٰ عمرو
جيـوب سـاء مـن لـوى بـن غـالـب
كـرام تـفـر عـن الـزوائـب مـن فهـر
اولـٰئك قـوم قتـلـوا فـى ضلالهم
وخـلـوا الـواء غيـر مـحـتـضـر النصر
لـواء ضـلال قـاد ابـلـيـس اهـلـه
فـجـاس بهـم ان الـخـبيـث الىٰ غدر
و قـال لهـم اذ عـاين الامـر و اضحـاً
بـرئـت اليهـم مـا بـى اليوم من صبر

قانی اری مالا ترون و اننی
اخاف عقاب اللہ واللہ ذو قسر
فقد مهم للحین حتی تور طوا
وکان بمالم یخبر القوم ذا خبر
فکانوا غداۃ البئر الفاً و جمعنا
ثلاث مئین کالمسدمۃ الزھر
و فینا جنود اللہ حین یمدنا
بھم فی مقام لم مستوضح الذکر
فشد بھم جبریل تحت لوائنا
لدی مأزق فیہ منایا ھم تجری

ترجمہ: ’’کیا تو نے زمانہ کا ایک عجیب معاملہ نہیں دیکھا، موت کے کچھ اسباب بہت نمایاں ہوتے ہیں۔ وہ معاملہ یہ ہے کہ ایک قوم دشمن کو فنا کرنے آئی تھی، مگر خود فنا ہوگئی۔ اس قوم نے نافرمانی اور کفر کی ایک دوسرے کو وصیت کر رکھی تھی۔ یہ واقعہ اس شام کا ہے جب وہ سب کے سب میدانِ بدر میں آئے اور ان کی لاشیں بدر کے کنویں میں گروی ہو کر رہ گئیں۔ جب جنگ شروع ہوئی تو گندم گوں سیدھے نیزوں کے ساتھ نیزہ بازی کے سوا ہمارا کوئی کام نہ تھا۔ اور ایسی قاطع تلواروں کے ساتھ شمشیر زنی کرنے لگے جن سے دشمنوں کے سر اڑنے لگے اور وہ چمک دار تلواریں اپنا نمایاں اثر چھوڑ رہی تھیں۔ ہم نے سرکش عتبہ اور اس کے بھائی شیبہ کو ان مقتولوں میں داخل کر دیا جو بدر کے کنویں میں ہمیشہ کے لئے دفن ہو گئے۔ اور ان کا حمایتی ابوجہل عمرو بن ہشام بھی انہی میں رہ گیا اور بین کرتی ہوئی عورتوں نے اس پر اپنے گریباں پھاڑ دیے۔ لوی بن غالب کی عالی نسب عورتوں نے اپنے گریباں پھاڑ دیے جو فہر کے اونچے طبقے سے تعلق رکھتی ہیں۔ یہ لوگ اپنی گمراہی میں ہی قتل ہو گئے اور اپنے پیچھے مدد سے محروم جھنڈا چھوڑ گئے۔ وہ گمراہی کا جھنڈا تھا جس کے نیچے ابلیس نے

انہیں جمع کیا اور خبیث نے انہیں غداری پر آمادہ کیا۔ جب اس نے میدانِ جنگ میں ملائکہ کی قطاریں دیکھیں تو کہنے لگا۔ ''میں ان سے بیزار ہوں اور ان کی حمایت میں لڑنے سے معذور ہوں۔ اور کہنے لگا، اے اہلِ مکہ! مجھے وہ کچھ نظر آ رہا ہے جس کے دیکھنے سے تم محروم ہو اور مجھے زبردست اللہ کے عذاب سے ڈر لگتا ہے۔ وہ انہیں ہلاکت میں ڈالنے کے لئے لے آیا اور میدانِ جنگ میں انہیں پھنسا کر بھاگ گیا اور لوگوں کو اس انجام کے بارے میں نہ بتایا جس کے بارے میں وہ جانتا تھا۔ جس دن کفار کی لاشیں کنویں میں پھینکی گئیں، وہ گنتی میں ایک ہزار تھے اور ہمارے کلیوں جیسے روشن دل نوجوان صرف تین سو تھے۔ اور ہماری مدد کے لئے اللہ کے لشکر موجود تھے، جنہوں نے میدانِ جنگ میں کارہائے نمایاں انجام دیے۔ ہمارے جھنڈے کے نیچے انہیں لے کر جبرائیل علیہ السلام نے ایسا حملہ کیا کہ جنگ کے تنگ میدان میں ہر طرف دشمن کے خون کی ندیاں بہہ رہی تھیں۔''

سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بدر کے روز قریش کے چوبیس بڑے بڑے سرداروں کی لاشیں بدر کے قلیب نامی اندھے اور گندے کنویں میں پھینک دی گئیں۔ جب میدان بدر میں فتح کے بعد تیسرا دن آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوچ کا حکم دیا۔ آپ کی سواری پر پالان کس دیا گیا۔ اس کے بعد آپ پیدل چلے اور پیچھے پیچھے صحابہ کرام بھی چلے یہاں تک کہ آپ کنویں کے کنارے پر کھڑے ہو گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرداران قریش کو ان کے باپوں کے نام لے لے کر پکارا۔

''اے عتبہ بن ربیعہ! اے شیبہ بن ربیعہ! اے امیہ بن خلف! اے ابوجہل بن ہشام! اسی طرح بنو شمس بن عبد مناف میں سے عبیدہ اور عاص، سعید بن عاص بن امیہ، حنظلہ بن ابوسفیان، ولید بن عتبہ بن ربیعہ۔'' اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنونوفل بن عبد مناف سے حارث بن عامر بن نوفل اور طعیمہ بن عدی کو اور دیگر قریشی قبائل سے نوفل بن خویلد بن اسد، زمعہ بن اسود بن مطلب بن اسد اور اس کے بھائی عقیل، ابوجہل کے بھائی عاص بن ہشام، خالد بن ولید کے بھائی ابوقیس بن ولید، حجاج سہمی کے دونوں بیٹے

نبیہ اور منبہ، علی بن امیہ بن خلف، عمرو بن عثمان، ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی مسعود بن ابی امیہ، قیس بن فاکہ بن مغیرہ، ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی اسود بن عبدالاسد، ابوالعاص بن قیس بن عدی سہمی اور امیمہ بن رفاعہ بن ابورفاعہ کو مخاطب کیا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے فلاں بن فلاں اور اے فلاں بن فلاں! کیا تمہیں یہ بات اچھی لگتی ہے کہ تم نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی ہوتی؟ کیونکہ ہم سے ہمارے رب نے جو وعدہ فرمایا تھا، اسے ہم نے برحق پایا۔ پس تم سے تمہارے رب نے جو وعدہ کیا تھا، کیا تم نے اسے برحق پایا؟''

سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مردہ لاشوں سے خطاب فرما رہے ہیں تو انہوں نے بڑے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا: اے اللہ کے رسول! آپ ان جسموں سے خطاب فرما رہے ہیں جن میں روح ہی نہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! میں جو کچھ کہہ رہا ہوں، اسے تم لوگ ان سے زیادہ نہیں سن رہے۔'' (صحیح بخاری رقم الحدیث 1370، سنن نسائی رقم 2076، مسند احمد رقم 4864)

ایک روایت میں ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا یہ لوگ سن رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اسی طرح سن رہے ہیں جیسے تم سنتے ہو لیکن یہ لوگ جواب نہیں دے سکتے۔''

ستّر مشرکین کی لاشوں نے لشکر کفار کے چھکے چھڑا دیئے تو سب سے پہلے خالد بن الاعلم یہاں میدان سے مکہ کی جانب بھاگا۔ وہ پہلا بھگوڑا تھا پھر سب کفار سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔ مسلمانوں نے انہیں نرغے میں لے کر قیدی بنانا شروع کیا۔ ستر کفار کو رسیوں میں جکڑ لیا۔ دس گھوڑے، ایک سو پچاس اونٹ اور ایک ہزار ہتھیار وغیرہ کا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ اسلام نے دفاعی قوت کی تیاری پر بہت زور دیا ہے۔ اس زمانے میں گھوڑے کا مالک ہونا

نمایاں حربی فضیلت تھی۔ چنانچہ بدر کے غازیوں کو مال غنیمت کا ایک ایک حصہ ملا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی قانون کے مطابق ہر گھوڑے کے لئے دو، دو حصے الگ دیئے۔ گویا پیادہ اور شہ سوار کے حصہ غنیمت میں ایک اور تین کی نسبت تھی۔ یہ بات اوّلین سیرت نگاران اسحاق نے لکھی ہے اس سے اسلام کے نقطہ نظر سے قوی مومن اور ضعیف مومن کے فرق کا احساس ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے: "**المومن القوی خیر و احب الی اللّٰہ من المومن اضعیف**" کہ طاقتور مومن اللہ کے نزدیک کمزور مومن سے زیادہ بہتر ہے۔

(سنن ابن ماجہ رقم 79، صحیح مسلم رقم 2664، مسند احمد رقم 8829)

سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل بدر کو دیکھا اور فرمایا: "**اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم**" ''اب تم جو چاہو کرو، میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔'' (بخاری شریف رقم 3007، صحیح مسلم 2494، ابوداؤد 2650، سنن ترمذی 3305) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اصحابِ بدر رضوان اللہ علیہم کی خاص عزت فرماتے۔ مجلس میں دوسرے صحابہ کی نسبت بدری صحابہ کو اپنے قریب جگہ دے کر خصوصی شرف بخشتے۔

ایک اور روایت سیدنا حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسند احمد میں منقول ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

☆ **لن یدخل النار احد شهد بدرا.**

''جو شخص (غزوہ) بدر میں شریک ہوا، وہ ہرگز جہنم میں نہ جائے گا۔'' (فتح الباری)

اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ بدری صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم باقی تمام صحابہ سے افضل ہیں جن میں خلفاء راشدین اور بقیہ چھ اصحابِ عشرہ مبشرہ شامل ہیں۔ حضرت رفاعہ بن رافع زرقی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور پوچھا: آپ اہل بدر کو صحابہ میں کیسے شمار کرتے ہیں۔ نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **افضل المسلمین**۔ ''سب مسلمانوں سے افضل جانتا ہوں'' جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی، فرشتوں میں سے جو فرشتے بدر میں حاضر ہوئے، ان کا درجہ فرشتوں میں بھی ایسا ہی سمجھا جاتا ہے۔ (بخاری شریف رقم 3992)

جب بدر میں حاضر ہونے والوں کی فضیلت اور منقبت یہ ہے تو ان لوگوں کی فضیلت کیا ہوگی جنہوں نے جنگ بدر میں اپنی جانیں، جان آفرین کے سپرد کیں؟ اس سے ان شہدا کے مناقب کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اس بارے میں ایک بات اور ذہن نشین رہنی چاہیے کہ اہل حق کا عقیدہ ہے کہ اصحاب بدر کے اسمائے گرامی باعث برکت ہیں۔ جب ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے اور جو دعا مانگی جاتی ہے، وہ قبول ہوتی ہے۔

جنگ بدر میں مندرجہ ذیل صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین شہادت کے رتبہ پر فائز ہوئے:

1- حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حارث بن مطلب بن عبد مناف بن قصیٰ
2- حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی وقاص بن اُہیب بن عبد مناف
3- حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبد عمرو بن نضلہ، ان کی کنیت ابو محمد اور لقب ذو الشمالین تھا۔
4- حضرت عاقل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن بکیر بن عبد یالیل
5- حضرت مہجع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن صالح، وہ سیدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ معرکۂ بدر میں سب سے پہلے یہی شہادت کے مرتبے پر فائز ہوئے۔
6- حضرت صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن بیضاء
7- حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن خیثمہ انصاری
8- حضرت مبشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبد المنذر بن زنبر انصاری
9- حضرت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حارث بن قیس بن مالک

10- حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حمام بن جموح بن زید بن حرام انصاری

11- حضرت رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن معلیٰ بن لوذان

12- حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حارثہ) بن سراقہ بن حارث

13- حضرت عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حارث بن رفاعہ بن سواد ابن عفراء

14- حضرت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حارث بن رفاعہ ابن عفراء

غزوہ بدر کی عظیم الشان فتح کے موقع پر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑا یادگار قصیدہ کہا، اس میں سے دو شعر ملاحظہ کیجیے:

فینا الرسول و فینا الحق نتبعه　　حتی الممات و نصر غیر محدوم

واف و ماض شهاب یستضاء به　　بدر انار علی کل الاما جید

ترجمہ: ہم میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، حق ہے، جس کی پیروی ہم مرتے دم تک کرتے رہیں گے۔ یہ غیر محدود، مکمل اور پوری مدد ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسا تابندہ شہاب ہیں جن سے روشنی لی جاتی ہے اور ایسا درخشندہ بدرِ کامل ہیں جس نے تمام عزت و شان والوں کو روشن کر دیا ہے۔

''پاکستان سے دیارِ حرم تک'' میں نسیم حجازی نے زیارت بدر کا حال بھی لکھا ہے۔ انہوں نے شہدائے بدر کے لئے اپنی دعا میں تمام مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی کی ہے:

''بدر کے غازیو اور شہیدو! تم پر خدا کی لاکھ رحمتیں ہوں۔ اس دنیا میں حق کے متلاشیوں کی گردنیں تا قیامت تمہارے احسانات سے جھکی رہیں گی۔ تم نے کفر کی ظلمتوں میں جو قندیلیں روشن کی تھیں، وہ قیامت تک انسانیت کے بھٹکے ہوئے قافلوں کو سلامتی کا راستہ دکھلاتی رہیں گی۔ تم نے اپنے خون سے جس درخت کی آبیاری کی تھی، اس کی ٹھنڈی چھاؤں میں آرام کرنے والے اَن گنت انسان تمہیں ہمیشہ تشکر کے آنسو پیش کرتے رہیں گے۔''

شوال 2 ہجری میں غزوہ بنو قنیقاع پیش آیا۔ بنو قنیقاع کے یہودی بڑے متمول، طاقتور اور جنگجو لوگ تھے۔ آہن گری اور زرہ گری ان کا خاص پیشہ تھا اور انہوں نے اپنی

حفاظت کے لئے کئی قلعے بنا رکھے تھے۔حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں قیام فرمایا، تو اہلِ حق اور بنو قینقاع کے درمیان یہ دوستانہ معاہدہ طے پا گیا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر دشمن کا مقابلہ کریں گے، لیکن یہ لوگ جلد ہی اپنے معاہدے سے منحرف ہو گئے۔ غزوہ بدر میں مسلمانوں کے خلاف طرح طرح کی یاوہ گوئیاں کر کے اپنے دل کے جلے پھپھولے پھوڑنے لگے۔مسلمانوں کی فتح کی اہمیت وہ یہ کہہ کر گھٹاتے تھے۔

''مسلمانوں کا مقابلہ ہمارے ساتھ ہوتا تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ جواں مرد کس طرح لڑتے ہیں۔''

شوال 2 ہجری میں ایک دل آزاد واقعہ نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ایک مسلمان خاتون بنو قینقاع کے محلے میں کسی کام سے گئی۔ایک یہودی نے اسے چھیڑ کر بے حرمت کیا۔اس پر وہ بے بس خاتون فریاد کرنے اور رونے لگی۔ یہ دیکھ کر ایک مسلمان غصے سے تین تلواریں (ایک کا نام قلعی، دوسری کا نام بتار اور تیسری کا نام معلوم نہیں) اور تین نیزے اپنے لئے منتخب فرمائے۔(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو طبقات ابن سعد، سیرۃ ابن ہشام، البدایہ والنہایہ)

بدر میں شکست کی خبر جب سے مکہ پہنچی تھی تو وہاں کہرام مچا ہوا تھا۔ ہر گھر ماتم کدہ بن گیا تھا۔لیکن قریشیوں کی غیرت کا یہ عالم تھا کہ رسوائی کے خوف سے بلند آواز سے روتے بھی نہ تھے۔اگرچہ وہ غم واندوہ سے نڈھال تھے، مگر ان کی ہمت نہ ٹوٹی تھی۔ان کے دل جوش انتقام سے لبریز تھے، چنانچہ مشرکین مکہ نے قسم کھائی۔

''ہم جب تک بدر کی شکست کا انتقام نہیں لے لیں گے، چین سے نہیں بیٹھیں گے۔''

اب ابوسفیان نے دو فیصلے کئے جن میں سے پہلا فیصلہ کم وبیش سبھی نے تسلیم کرلیا۔ یہ اس ضمن میں تھا کہ جنگ بدر کے مقتولین کی یاد میں نہ تو گریہ وزاری کی جائے اور نہ ہی کسی اور رنگ میں ان کا سوگ منایا جائے۔اس حکم کے پس پشت یہ خیال تھا کہ آنسوؤں سے ان کے دلوں کی تلخی ڈھل جائے گی اور یہ کہ اس تلخی کو اس وقت تک موجود رہنا چاہیے جب تک

کہ مسلمانوں سے انتقام نہیں لے لیا جاتا۔ بہر حال جن کے لئے غم کا بوجھ نا قابل برداشت تھا، وہ چھپ چھپ کر روئے، دوسرا فیصلہ ان قیدیوں کے بارے میں تھا جو مسلمانوں کے قبضے میں تھے۔ ابوسفیان نے قیدیوں کی رہائی کے لئے تمام کوششوں کی ممانعت کردی، اس خدشے سے کہ اگر یہ کوششیں جلد شروع کردی گئیں تو ہوسکتا ہے کہ مسلمان فدیہ بڑھا دیں۔ لیکن اس فیصلے پر ہر ایک نے عمل نہ کیا۔ ابھی دو دن بھی نہیں گزرے تھے کہ ایک شخص اپنے باپ کا فدیہ ادا کرنے کے لئے چپکے سے رات کے وقت مکہ سے کھسک گیا۔ جب اس بات کا دوسروں کو علم ہوا تو انہوں نے یہ معاملہ اپنے ہاتھ سے لے لیا اور اپنے عزیز و اقارب کو رہا کرا لائے۔ چنانچہ ابوسفیان کو اپنا یہ فیصلہ کالعدم قرار دینا پڑا۔

جب سے کفار مکہ کو اس بات کا علم ہوا تھا کہ ان کے سرکردہ لوگوں میں سے کچھ لوگوں کو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا ہے یا انہیں قتل کرنے میں مدد دی ہے، تو ان سب کے دلوں میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے نفرت ہی نفرت تھی۔ اس بار لڑائی کے بارے میں جو مشورے ہو رہے تھے یا جو کچھ منصوبے بنائے جا رہے تھے، ان میں سب سے زیادہ ذکر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تھا۔

شوال 3 ہجری میں مشرکین مکہ نے بدر کی شکست کا انتقام لینے کے لئے بڑے جوش و خروش سے مدینہ منورہ پر چڑھائی کی۔ کفار مکہ کا تین ہزار جنگجوؤں پر مشتمل لشکر کیل کانٹوں سے لیس ہو کر مکہ سے روانہ ہوا۔ ان میں سات سو زرہ پوش اور ایک سو ماہر تیر انداز تھے۔ نیز اس فوج کے ساتھ تین ہزار اونٹ اور دو سو گھوڑے بھی تھے۔ قریش کے جوش کا یہ عالم تھا کہ ان کے بڑے بڑے گھرانوں کی خواتین لشکر میں شامل ہوگئی تھیں۔ کیونکہ وہ مردان کارزار کو غیرت دلانے کے لئے آئی تھیں تا کہ میدانِ جنگ میں ان کے پاؤں اکھڑنے نہ پائیں۔ ان کے علاوہ ایک درجن سے زائد دوسری عورتیں بھی ساتھ تھیں جو بدر کے مقتولین پر روتیں، نوحہ و ماتم کرتیں اور اپنے مردوں کو مسلمانوں کے خلاف اشتعال دلا کر مردانہ وار لڑنے پر ابھارتی تھیں۔ اس لشکر کی قیادت ابوسفیان بن حرب کر رہے تھے، جنہوں نے اس

وقت تک اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ جب مہم مدینہ کی جانب روانہ ہوئی تو قریش کے ایک سردار جبیر ابن مطعم نے اپنے غلام سے جو وحشی بن حرب کے نام سے مشہور تھا، کہا: ''اگر تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چچا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جس کے ہاتھوں میرا چچا جنگ بدر میں مارا گیا تھا، قتل کر دکھاؤ تو میں تمہیں آزاد کردوں گا۔'' وحشی اس اُمید افزائی سے بہت خوش ہوا، وہ ایک لحیم شحیم، سیاہ فام حبشی غلام تھا جو لڑائی میں ہمیشہ اپنے وطن افریقہ کے بنے ہوئے نیزے سے کام لیتا تھا۔ اس ہتھیار کے استعمال میں اسے خوب مہارت حاصل تھی اور اس کا نشانہ کبھی خطا نہیں ہوا تھا۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد وحشی کو ایک محمل بردار اونٹ اپنے قریب آتا دکھائی دیا۔ محمل میں سے ہند نے جھانک کر دیکھا اور وحشی سے مخاطب ہوئی، اے ابودسمہ! ''میرا کلیجہ ٹھنڈا کر اور انعام لے'' اس نے وحشی سے وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کر کے اس کے باپ کے قتل کا انتقام لے گا تو وہ اپنا تمام زیور، جو اس نے پہن رکھا تھا، اتار کر وحشی کو دے دے گی۔ وحشی نے ہند کے زیورات، اس کے ہار، اس کی چوڑیوں، اس کی پازیبوں اور اس کی انگوٹھیوں کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ یہ تمام چیزیں بہت قیمتی دکھائی دیتی تھیں اور ان کے حصول کی توقع میں اس کی نگاہیں چمک اٹھیں۔

شوال 3 ہجری بمطابق مارچ 625ء کو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے لشکر کی اطلاع اس وقت ملی جب یہ لشکر ذوالحلیفہ کے قریب خیمہ زن ہو چکا تھا۔ اندریں حالت مسلمانوں کے لئے جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کی خاطر دفاعی اقدام ناگزیر تھا جس کے نتیجہ میں غزوہ اُحد ظہور پذیر ہوا۔ جمعہ کی رات کو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جماعت کے ساتھ مسلح ہو کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت خانے پر پہرہ دیتے رہے اور شہر پر بھی پہرہ لگا دیا۔ اسی رات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ گویا آپ مضبوط زرہ پہنے ہوئے ہیں۔ آپ کی تلوار ذوالفقار ایک طرف سے ٹوٹ گئی ہے۔ ایک گائے پر نظر پڑی جو ذبح کی جا رہی ہے اور آپ کے پیچھے ایک مینڈھا سوار ہے۔ صبح کو آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعبیر بیان فرمائی کہ مضبوط زرہ مدینہ ہے۔تلوار کی شکستگی ذات شریف پر مشکل ہے۔گائے آپ کے وہ اصحاب ہیں جو شہید ہوں گے اور مینڈھا کبش الکتیبه (معروف مشرک طلحہ بن ابی طلحہ) ہے جسے اللہ تعالیٰ قتل کرے گا۔بعض سیرت نگاروں کے مطابق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار کے سرے کی شکستگی کی تعبیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ میرے گھر کے کسی خاص آدمی کی شہادت کی علامت ہے۔ظاہر ہے کہ گھر کے خاص مرد حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ہیں۔اس خواب کے سبب سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے تھی کہ مدینے میں رہتے ہوئے کفار سے نبرد آزما ہوا جائے جب کہ وہ نوجوان جو کہ جنگِ بدر میں شریک نہ ہوئے تھے، اُن کے دلوں میں شہادت کا شوق مچل رہا تھا اور وہ چاہتے تھے کہ باہر جا کر دشمنوں سے مقابلہ کیا جائے۔اُس وقت حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت نعمان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور انصار کے ایک گروہ نے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر ہم دفاعی انداز اختیار کریں گے تو دشمنوں کی ہمت بڑھے گی اور وہ سمجھیں گے کہ ہم بزدلی کی وجہ سے مدینے میں محصور ہو کر جنگ کر رہے ہیں۔جنگِ بدر میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تین سو افراد تھے لیکن اب تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے زبردست غلبہ عطا فرمایا ہے اور آج ہماری تعداد زیادہ ہے، ہم مدت سے اس دن کی تمنا لئے ہوئے تھے اور اللہ تعالیٰ کے حضور اس دن کی دُعا کیا کرتے تھے، آج اللہ تعالیٰ نے خود انہیں ہماری طرف بھیج دیا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مسلمانوں کا یہ جوش و جذبہ دیکھا اور ملاحظہ فرمایا کہ اسلام کے متوالوں نے جنگی لباس پہن لیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی رائے کو قبول فرما لیا۔حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: ''اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب نازل کی، میں اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک مدینہ سے باہر جا کر انہیں اپنی تلوار کی کوندتی بجلیوں سے بھسم نہ کر دوں۔'' یہ جمعہ

کے دن کی بات ہے، اُس دن بھی حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزے دار تھے اور جس دن آپ شہید ہوئے یعنی بروز ہفتہ بھی آپ روزے سے تھے۔

حضور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کی نماز پڑھائی۔ بعد میں ایک انصاری مسلمان حضرت مالک بن عمرو نجاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازے کی نماز پڑھائی۔ اس دوران نماز عصر کا وقت ہوگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عصر پڑھی اور اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے۔ سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ان دونوں نے وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عمامہ بندھوایا اور پوشاک زیب تن کروائی۔ پھر دو زرہیں پہنائیں۔ پشت مبارک کو چمڑے کے پٹکے سے کسا جس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے سامنے اس حالت میں تشریف لائے کہ گردن کی ایک طرف تلوار کا پرتلہ تھا، دوسری طرف کمان، پشت پر ترکش اور دست مبارک میں نیزہ۔ (سیرت حلبیہ، طبقات ابن سعد) سر پر اس وقت عمامہ تھا لیکن میدانِ جنگ میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفیں درست فرمارہے تھے تو سر مبارک پر خود تھا اور اس کے ساتھ مغفر بھی۔ (طبقات ابن سعد) چنانچہ اس حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کاشانہ اقدس سے باہر تشریف لائے۔ تمام اہلِ حق بھی جہاد کے لئے تیار ہوکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے جن کی تعداد ایک ہزار تھی۔ ان میں سے صرف ایک سو زرہ پوش تھے اور لشکر میں صرف دو گھوڑے تھے۔ ایک روایت کے مطابق ایک گھوڑے پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سوار تھے اور دوسرے پر ابو بردہ بن نیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سوار تھے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجاہدین اسلام کے ساتھ 14 شوال 3 ہجری بمطابق 625ء کو میدان احد پہنچے۔

کوہِ احد کی گھاٹی میں پڑاؤ ڈالنے سے پہلے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی اپنے تین سو ساتھیوں سمیت لشکر سے علاحدہ ہوگیا۔ اب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف سات سو مجاہدین کے ساتھ تین ہزار مشرکین مکہ سے مقابلہ کرنے کے لئے میدانِ جنگ میں اترے۔

دونوں افواج کا موازنہ کیا جائے تو حیرت ہوتی ہے کہ مسلمان مجاہدین ہر اعتبار سے کفار کے مقابلہ میں ایک چوتھائی سے بھی کم تھے۔ مجاہدین اسلام صرف اور صرف محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت سے لیس تھے جو ہر قسم کے دنیاوی اسلحہ سے بڑھ کر ہے۔

مدینہ منورہ کے پہاڑوں میں جبل احد کی فضیلت سب سے بڑھ کر ہے۔ مسجد نبوی کے بابِ فہد کے سامنے کھڑے ہوکر اگر ہم شمال کی جانب نظر اُٹھائیں تو ہماری نگاہیں اِس متبرک پہاڑ کی دُور سے ایک جھلک دیکھ لیتی ہیں جو کہ احادیث مبارکہ کی رو سے جنت کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے۔ یہ بابرکت کوہِ رحمت گرینائٹ کی چٹانوں سے بنا ہے جو کہ سرخی مائل نظر آتی ہیں، تاہم اِس کے کچھ حصے گہرے بھورے رنگ کے بھی ہیں۔ اس کے شمال میں ہی مدینہ منورہ کی حرم کی حد بندی کرنے والا پہاڑ ثور نصف میل کے فاصلہ پر موجود ہے۔ کیونکہ مسجد نبوی کے چاروں طرف پندرہ کلومیٹر کا علاقہ حدود حرم ہے۔ لہٰذا پہاڑ ثور مسجد نبوی سے 7 کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے، جب کہ جبل احد 6 کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ اس کی لمبائی بھی قریباً 6 کلومیٹر ہے۔ یہ پہاڑ ہر آنے والے کو زبانِ حال سے غزوۂ اُحد کا ایک ایک ورق کھول کر سناتا ہے کہ اس کے آنگن میں کون سا معرکہ حق و باطل ہوا تھا۔ فخر وافتخار سے اپنا سر آسمان تک بلند کئے ہوئے یہ جبل اُحد آج بھی اپنی اس تنگ وادی کی طرف اشارہ کر کے بتاتا ہے کہ یہاں اِسی دامن کوہ میں لشکر اسلام خیمہ زن ہوکر کفر سے نبرد آزما ہوا تھا۔ اس کی فضائیں آج بھی اِن نعرۂ ہائے تکبیر کی صدائے بازگشت سناتی ہیں جو کہ شیر یزداں حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیف ذوالفقار لہراتے ہوئے، سیدالشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیوانہ وار آگے بڑھتے ہوئے اور حضرت ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیف رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ میں لے کر اس کا حق ادا کرتے ہوئے لگائے تھے۔ سیرت طیبہ میں کسی اور مشہد نے ایسا مقتل نہیں دیکھا جہاں سرفروشانِ توحید نے اپنے سالارِ کارواں اور میر امم علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی حفاظت وسلامتی کے لئے اتنا زیادہ خون کا نذرانہ بیک وقت پیش کیا ہو۔ اِسی جبل اُحد کے دامن میں کسی جگہ

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہ کا کٹا ہوا ایک بازو بھی دفن ہے جس کے باوجود اس صحابیہ جلیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حفاظت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا کر کے تا ابد خواتین اسلام کا سر بلند کر دیا تھا۔ نگاہِ جذب و مستی سے اگر دیکھا جائے تو اس کی چٹانوں کا سرخی مائل رنگ، اس کی وادیوں کی سرخ سرخ مٹی اور اس کے دامن میں کھلنے والے ہر پھول کی سرخی اسی داستانِ خوں چکاں کی یاد دلاتی ہیں جس سے عہدہ برآ ہو کر انصار و مہاجرین مدینہ کی جاں نثاری جریدہ عالم پر ثبت ہوگئی ہے۔ اسی جبل اُحد کی جھولی میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اور اپنے جاں نثاروں کے سجدوں کی سوغات ڈال دی۔ جگہ چھوٹی سی تھی مگر جبل اُحد تو تنگ دامن نہیں تھا۔ اس نے جھولی پھیلائی تو رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو حکم دیا کہ سکڑ کر بیٹھ جاؤ اور سب اسی چھوٹی سی جگہ پر بیٹھ کر سر بسجود ہو گئے۔ زخمی ہونے کی وجہ سے یہ نماز امام الامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر پڑھائی تھی اور سب نے اقتدا میں بیٹھ کر ہی ادا کی تھی۔ یہ جگہ آج بھی ''مسجد فسح'' (سکڑ کر بیٹھنے کی مسجد) کے نام سے ان سعادتوں اور فیوض و برکات کی طرف اشارہ کرتی ہیں جن سے جبل اُحد کا دامن مالا مال ہو گیا تھا۔

جبل احد کی فضیلت سے متعلق حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

☆ **هذا جبل يحبنا و نحبه (صحيح بخاری رقم 1481، صحيح مسلم رقم 1365، سنن نسائی 5503، سنن دارمی 2617)**

ترجمہ: ''یہ جبل احد ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس کو محبوب سمجھتے ہیں۔''

جبل اُحد کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے کا مطلب کتب سیرت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سفر سے واپسی کے وقت جب یہ پہاڑ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا تو آپ سے ملاقات کے شوق میں پھولا نہ سماتا تھا۔ ظاہر ہے محبّ ایسے ہی کرتا ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ حقیقتاً اس میں محبت رکھ دی گئی تھی جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ تسبیح

کرنے والے پہاڑوں میں تسبیح رکھ دی گئی تھی یا جیسے بعض پتھروں میں اللہ کا ڈر رکھ دیا گیا ہے۔

جبل احد ہی مدینہ منورہ کا وہ خوش قسمت پہاڑ ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محبوب و پسند فرمایا اور اس پہاڑ کو بعض مثالوں سے تشبیہ کے لئے استعمال فرمایا۔ ایک مثال ملاحظہ کریں۔

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”کہ میرے (کسی) صحابی کی نہ برائی کی جائے، نہ گالی دی جائے کیونکہ اگر تم میں سے کوئی بھی جبل احد کے مثل و برابر سونا بھی خیرات کر دے تو وہ میرے صحابی کے مٹھی بھر یا اس سے نصف کی خیرات کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔“ (صحیح بخاری رقم 3673، صحیح مسلم رقم 2541، سنن ترمذی 3861)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جبل احد پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ چڑھے تو پہاڑ پر لرزہ طاری ہو گیا اور وہ کانپنے لگا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبل احد کو مخاطب کر کے فرمایا: ”تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید موجود ہیں۔“ صحیح بخاری کی دو دوسری احادیث جو حاشیہ میں مذکور ہیں، میں یہ الفاظ زیادہ ہیں۔ آپ نے اپنا پاؤں مبارک جبل احد پر مارا اور فرمایا رُک جا۔“ (صحیح بخاری)

ایک ٹھوکر میں احد کا زلزلہ جاتا رہا
رکھتی ہیں کتنا وقار اللہ اکبر ایڑیاں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر شفقت جبل اُحد پر پڑی اور زبان سے بے ساختہ اللہ اکبر کی صدا بلند ہوئی اور فرمایا:

”یہ پہاڑ ہمیں محبوب رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں اور یہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر ہے جب کہ عیر بھی ایک پہاڑ ہے جو ہم سے دشمنی کرتا ہے اور ہم اسے دشمن سمجھتے ہیں۔ وہ جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔“ (کنز العمال)

جبل عیر کوہ احد سے جنوب میں مکہ مکرمہ کے راستے میں واقع ہے جسے محسن کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن قرار دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جمادات میں بھی دوستی ودشمنی اور نیک بختی وسعادت مندی کی کیفیت پائی جاتی ہے۔ پہاڑوں کی الفت ومحبت کی نوعیت جمادات کی تسبیح وتہلیل سے مشابہت رکھتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

☆ **و ان من شیء الا یسبح بحمدہٖ۔ (بنی اسرائیل : 44)**

اور ہر ایک چیز (جو زمین وآسمان کے درمیان ہے) اللہ کی حمد وثنا بیان کرتی ہے۔

جب پہاڑ اور دیگر جمادات اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا میں ہمہ وقت مصروف ہیں تو رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی محبت کا ظہور بعید از قیاس نہیں ہے۔ یہ ضرب المثل مشہور ہے۔ "**المرامع من احب**" جس سے محبت ہوتی ہے، اسی سے رفاقت بھی نصیب ہوتی ہے۔ اسی بنا پر محسن کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"کوہِ احد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر ہوگا۔ جب تم اس کے پاس سے گزرو تو اس کے درختوں کا میوہ کھالیا کرو۔ اگر کچھ بھی نہ ملے تو وہاں صحرا کی گھاس ہی چبالو......" (کنز العمال)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید ارشاد فرمایا۔

☆ **احد رکن من ارکان الجنۃ۔**

کوہ احد جنت کا ایک رکن ہے۔ (کنز العمال)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے کوہِ طور پر اپنے نور کی تجلی ڈالی تو وہ عظمتِ خداوندی سے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر گیا۔ جس میں سے تین ٹکڑے مکہ مکرمہ میں اور تین ٹکڑے مدینہ منورہ میں جا پڑے، مکہ مکرمہ میں جبل حرا، جبل ثبیر اور جبل ثور منیٰ اور جبل حرا، جبل نور کے نام سے معروف ہے۔

جس طرح باشندگان مدینہ میں مومنین اور منافقین کے دو گروپ بن گئے تھے اسی طرح مدینہ کے پہاڑ بھی دو حصوں میں تقسیم تھے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ساکنان مسجد ضرار اور دیگر منافقین جبل عیر کی جانب آباد تھے جو آخرت میں بھی انہیں کے ساتھ جہنم رسید ہوگا۔

اسی لئے غزوہ احد کے موقع پر رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول اپنے منافق ساتھیوں کی معیت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نکلنے کے باوجود کوہ احد تک نہ پہنچا اور راستہ ہی سے لوٹ گیا۔ کیونکہ کوہ احد صدیقین اور محبوبین کی جگہ تھی۔

چار پہاڑ جنت کے پہاڑوں سے اور چار نہریں جنت کی نہروں میں سے ہیں۔ احد کے علاوہ ورقان، طور اور لبنان بھی جنت کے پہاڑوں سے ہیں۔ جب کہ فرات، سیحون، نیل اور جیحون جنت کی نہروں سے ہیں۔ (وفا الوفا جلد 2 ص 108)

احد پہاڑ کی ایک جانب مسجد السبق ہے۔ اس کے بارے میں سیرت نگاروں کا کہنا ہے کہ یہ جگہ مدینۃ الرسول میں مجاہدین کی بازی گاہ تھی۔ جدید مشینی جنگوں سے پہلے ہزاروں سالوں سے گھوڑا حربی فضیلت کی علامت تھا۔ چنانچہ مجاہدین اسلام اس مقام پر حربی مہارت، مردانگی اور جذبۂ جہاد کی تربیت و تیاری کے لئے گھوڑے دوڑایا کرتے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہاں کھڑے ہو کر گھوڑ دوڑ کا مشاہدہ فرماتے اور جیتنے والوں کا اعلان فرمایا کرتے تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑ سواری کے مختلف مقابلوں میں نمایاں پوزیشن حاصل کرتے۔ اس مقابلہ و مسابقت کی بنا پر اس کا نام مسجد السبق ہے۔

مسجد کی موجودہ بلڈنگ شاہ فیصل رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں تعمیر ہوئی اور اسکی مرمت شاہ فہد کے زمانہ میں ہوئی۔ واضح رہے کہ گھڑ سواری یہاں سے شروع ہو کر دو منزلوں پر مکمل ہوتی، پہلی منزل قبیلہ ہنو زریق کی بستی اور دوسری منزل مقام حفیاء تھی۔ بنو زریق: انصار کا مشہور قبیلہ ہے۔ ان کی رہائش مسجد غمامہ اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی جنوبی طرف تھی جو کہ موجودہ شرعی عدالت کے قریب تھی۔ ان کی بستی میں ایک مسجد تھی جو مسجد بنی زریق کے نام سے معروف تھی۔ اس کی بابت سیرت نگار لکھتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں سب سے پہلے قرآن کریم کی تلاوت یہاں ہوئی۔ چونکہ بنو زریق کے ایک شخص حضرت رافع بن مالک رحمۃ اللہ علیہ بیعت عقبہ کے دوران حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قرآن پڑھایا جو انہوں نے مدینہ منورہ آ کر اپنے قبیلہ کو پڑھایا۔ حفیاء:

مدینہ منورہ کے باہر جبل احد کے مغربی جانب غابہ کے قریب ایک جگہ ہے۔ مسجد نبوی شریف سے تقریباً دس کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں گھوڑوں کی ریہرسل یہاں تک ہوتی تھی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حفیاء سے ثنیۃ الوداع کے درمیان تقریباً 9 کلومیٹر کا فاصلہ ہے۔

ثنیۃ الوداع ایک معروف علاقہ ہے۔ لغت کے اعتبار سے پہاڑوں کے درمیان والے راستہ کو ثنیۃ کہتے ہیں۔ مدینہ منورہ میں دو ثنیۃ مشہور ہیں، ایک شمالی جانب ہے۔ خیبر، تبوک اور شام جانے والے یہاں سے گذرتے ہیں جو پندرہویں صدی ہجری کے آغاز میں سڑک کی توسیع میں آ گیا۔ یہ ثنیہ شارع سید الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور شارع ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سنگم پر واقع تھا جس کا فاصلہ مسجد نبوی شریف کے شمال مغربی کونے سے تقریباً سات سو پچاس میٹر ہے۔ اس پر ایک مسجد بھی بنی ہوئی تھی جو مسجد ثنیۃ الوداع کے نام سے مشہور تھی۔ دوسرا ثنیہ قباء کی طرف تھا۔ قبا کے راستے سے مکہ مکرمہ آنے جانے والے وہاں سے گذرتے تھے۔

''حدیثِ دفاع'' نامی کتاب میجر جنرل اکبر خان نے نہایت خلوص، محبت اور محنت سے لکھی ہے اور دلائل و واقعات سے ثابت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مایہ ناز پیدائشی جرنیل تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہترین دفاعی منصوبہ ساز اور فن سپہ گری کے امام تھے جن کا ایک ایک غزوہ ان کی عسکری مہارت و قابلیت کا زندہ ثبوت ہے۔

غزوۂ احد میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دفاعی سیاست کا شاندار مظاہرہ کیا۔ کوئی ہوشمند جرنیل اپنے منصوبۂ دفاع کو کبھی کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔ جب جمعہ کے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ کیا تو کچھ لوگوں کی رائے تھی کہ مدینہ میں قلعہ بند ہو کر مقابلہ کیا جائے۔ نوجوان میدان میں معرکہ آزما ہونا چاہتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رائے ظاہر نہ فرمائی البتہ جنگ کے لئے تیار ہونے کا حکم دے دیا۔ جب کوچ

کیا تو بھی اس معروف راستے سے احد کی طرف جانے کے بجائے جنوب کی طرف چلے اور دیار بنی ظفر کی سمت کے باغات یعنی مشرق کی طرف چلتے گئے۔ جب لشکرِ اسلام شواط کے مقام پر پہنچا تو عبداللہ بن ابی جو بظاہر مسلمان اور بباطن منافق تھا، حضور نبی الملاحم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نقل وحرکت کو نہ سمجھ سکا اور اس نے کہنا شروع کیا کہ یہ ہمیں کہاں لے جایا جارہا ہے، ہم ایسی جگہ نہیں لڑیں گے۔ جب اس کی باتوں پر توجہ نہ کی گئی تو باغی ہوگیا اور اپنے تین سو آدمیوں کو لے کر مدینہ واپس چلا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باقی لشکر کو لے کر مقام شیخین تشریف لائے جہاں تھوڑے سے مکانات کی آبادی تھی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیار بنی حارثہ پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خفیہ راستے کے لئے یہاں سے ایک قابل اور تجربہ کار گائیڈ ابوحثمہ الحارثی کو ساتھ لیا تا کہ وہ لشکرِ اسلام کی ایسے راستے پر رہبری کرے کہ دشمن کو خبر نہ ہو اور وہ کفار کے عقب میں جبل احد کے درہ میں پہنچ جائے۔ چنانچہ ابوحثمہ پتھریلے میدان سے آگے کھیتوں میں سے ہوتا ہوا مجاہدین کو لے کر بالآخر مذکورہ دونوں چشموں کے پاس لے آیا جہاں ان کی پشت پہ جبل احد تھا اور سامنے جبل عینین تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پہاڑ کی چوٹی پر نماز بھی ادا فرمائی تھی جس کی یاد میں اس پر ایک مسجد تعمیر کی گئی تھی۔ اب اس مسجد کو ختم کر دیا گیا ہے۔ اس پہاڑی کے بغور معائنہ کے بعد اس مسجد کی بچی کھچی چند اینٹیں نظر آجاتی ہیں جو کہ اس کی بنیادوں میں استعمال ہوئی تھی۔ غالباً یہ وہی جگہ تھی جہاں سے چھپ کر وحشی نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر وار کیا تھا۔

احد پہاڑ کا شمال رخ چار کلومیٹر لمبا ایک بلند دیوار کی طرف ٹھوس چٹانوں پر مشتمل ہے۔ پہاڑ کی چوڑائی دو اور تین سو میٹر کے درمیان ہے۔ شرقاً غرباً پھیلے ہوئے اس پہاڑ کے سرے نوکیلے ہیں۔ جنوبی رخ کے ایک حصے میں گھوڑے کے نعل کی طرف ہلالی خم ہے۔ کوہِ احد کی شمالی چوٹی جبل ثور کہلاتی ہے۔ یوں یہ مکہ معظّمہ کے اس تاریخی جبل ثور کی ہم نام ہے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے تین شب وروز کے درمیان موجود ٹیلے کو جبل

عینین کہتے ہیں۔ عربی میں عینین کا مطلب دو چشمے ہوتا ہے۔ چونکہ اس پہاڑی کے قریب ہی میٹھے پانی کے چشمے ہوا کرتے تھے جن میں سے ایک چشمہ ''عین سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' بہت ہی مشہور تھا، اس لئے عین ممکن ہے کہ اس پہاڑی کا نام عینین اِسی وجہ سے پڑ گیا ہوگا۔ پرانے وقتوں میں اس مقام پر دو چھوٹی چھوٹی مسجدیں بھی ہوا کرتی تھیں جن میں سے ایک تو پہاڑی کی چوٹی پر شرقی جانب تھی جب کہ دوسری قریب ہی سطح عرض پر مشرقی جانب تھی۔ یہ دونوں مساجد اُحد کی یاد میں تعمیر کی گئی تھیں جہاں حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی تھی۔ وادی کے کنارے پر شرقی جانب جو مسجد واقع تھی، اس مقام کے متعلق کہا جاتا ہے کہ سیّدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اِسی مقام پر زخموں کی تاب نہ لا کر شہید ہو کر گر پڑے تھے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان جنگ میں ایسی جگہ مورچہ لگایا جہاں دشمن کے سوار دستہ کی فوقیت ختم ہوگئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تیر اندازوں سے نہایت مؤثر طریق پر کام لے سکتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کا ایک حصہ بطور ریزرو اپنے پاس محفوظ رکھا تا کہ وقت پر اس سے کمک کا کام لیا جا سکے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا سیّدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقدمہ الجیش (میدان جنگ میں سب سے آگے بڑھ کر حملہ کرنے والا دستہ) کا سالار مقرر کیا اور فرمایا: چچا جان! آپ نے اگلی صفوں میں اور سب سے آگے بڑھ کر دشموں پر حملہ کرنا ہے۔ (جیسے پاک فوج میں ایس ایس جی Special Services Group کا دستہ ہوتا ہے) سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس خصوصی ہراول دستہ کا کوئی بھی مجاہد زرہ پوش نہیں تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جو غلامی رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے بے تاب تھے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر قیادت پچاس تیر انداز عینین کی پہاڑی پر متعین کئے کیونکہ خدشہ تھا کہ دشمن اس پہاڑی سے گزر کر عقب میں حملہ نہ کر دے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک زیرک سپہ سالار کی

حیثیت سے ان تیر اندازوں کو اس انداز میں ہدایات دیں: ''اے اللہ کے بندو! یہ گھاٹی بہت ہی سخت ہے، لہٰذا پہاڑ کی طرح ڈٹ جاؤ۔ مجھے دشمن کے اُن سواروں سے اندیشہ ہے جو غفلت دیکھ کر اس طرف سے مسلمانوں پر نہ آ پڑیں۔ اس لئے تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ تم یہیں قائم رہنا، چاہے مسلمان جنگ میں غالب ہوں یا مغلوب۔ تمہیں اس ٹیلہ کو چھوڑنے کی ممانعت ہے۔ تم یہاں ایسی دربانی کرو اور اس پشتہ کے ایسے پشتیبان بن جاؤ کہ اگر قریش کے سوار اس راہ سے آئیں تو ان پر تم سب مل کر چوڑے پھال والے تیر (مشاقص) برساؤ (جنگلی باشندے آج کل بھی مختلف شکاروں کے لئے مختلف پھال کے تیر استعمال کرتے ہیں) اس لئے کہ بہادر سپاہی تو لڑنے مرنے سے نہیں ڈرتے مگر گھوڑے تیروں کے مقابل رُخ نہ کریں گے۔ شکست و فتح کی اچھی بری کوئی صورت ہو، یہاں تک کہ اگر تم دیکھو کہ ہماری بوٹیاں پرندے نوچے لئے جا رہے ہیں اور تم یہ سمجھو کہ تمہاری مدد کی ہمیں ضرورت ہے، تب بھی تم اس جگہ سے نہ ٹلنا۔ تم پر صرف عقب سے آنے والوں کی نگرانی ہی فرض ہے۔ ہدایات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک فرمایا کہ میں تم کو خدا پر گواہ کرتا ہوں کہ میں نے تم کو اس ٹیلہ پر قائم رہنے کی تبلیغ کی:

فلک ٹوٹے زمیں پھٹ جائے موت آئے کہ دم نکلے
مگر ہرگز نہ ہادی ﷺ کی اطاعت سے قدم نکلے
شکست و فتح کی اچھی بری کوئی بھی صورت ہو
تمہاری رائے میں ہم کو مدد کی بھی ضرورت ہو
جمے رہنا اِسی ٹیلے پہ ہر دم باخبر رہنا
کوئی صورت ہو مضبوطی سے اپنے حال پر رہنا

تیر اندازوں (رُماۃ) کے متعین کئے جانے کے باعث اس جنگ کے بعد سے اس پہاڑی کا نام ہی ''جبل الرماۃ'' پڑ گیا۔ طبل جنگ بجا تو قریش کی عورتیں دف پر یہ رجزیہ اشعار پڑھ کر اپنے مردوں کو لڑائی پر ابھارنے لگیں۔

نحن بنات الطارق	ہم نجم سحر کی بیٹیاں ہیں۔
نمشی علی النمارق	ہم زمین پوش کے منقش اور خوبصورت کپڑوں پر چلتی ہیں۔
مشی القطا البوارق	ہنس کی چال سے جسے دیکھ کر آنکھیں خیرہ ہوتی ہیں۔
المسك فی المغارق	ہمارے سر مشک آلودہ ہیں۔
والدر فی المخانق	اور گردن کے ہاروں میں موتی پروئے ہوئے ہیں۔
ان تقبلو الغالق	اگر تم میدانِ جنگ میں آگے بڑھے، تو ہم تم سے ہم آغوش ہوں گے۔
نغرش النمارق	اور زرہ پوش کے منقش اور خوبصورت کپڑے تمہارے واسطے بچھائیں گے۔
او تدبر وانفارق	اور اگر تم نے پشت پھیری، تو ہمارا تمہارا فراق ہے۔
فراق غیر وامق	ایسا فراق کہ جیسے ہم تم کبھی دوست ہی نہ تھے۔

جناب حفیظ جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے ان اشعار کا ترجمہ کچھ یوں کیا:

ہم بجلیاں انوار کی
ہم ناریاں ہیں نار کی
ہم دختریں ہیں نور کی
ہم مشعلیں ہیں طور کی
ہم پیاریاں ہیں پیار کی
ہم ناریاں ہیں نار ہیں
چلتی ہیں قالینوں پر ہم
جیسے چلیں کبک دری
رکھتی ہیں سر سینوں پہ ہم
باصد ادائے دلبری

ہم ہیں طلسم رنگ و بو
حسن نظر کی آبرو
مانگیں ہماری مشک بو
شعلے ہیں یا زیبِ گلو
لڑیاں ذرِ شہوار کی
ہم بجلیاں انوار کی
ہم ناریاں ہیں نار کی
ہم ہیں ستارہ زادیاں
دکھلاؤ گے جرأت اگر
لاؤ گے انسانوں کے سر
دیں گی مبارک بادیاں
افلاک کی شہزادیاں
رکھے جو بستر کی طلب
وہ جنگ کی سختی سہے
تمثالِ شیر پر غضب
خونریز و درندہ رہے
سینے پہ چڑکے کھاؤ گے
ہم سے گلے مل جاؤ گے
گر بزدلی دکھلاؤ گے
آغوشِ بستر پاؤ گے
اجڑی ہوئی آبادیاں
ہم ہیں ستارہ زادیاں
افلاک کی شہزادیاں

جناب ملک منظور حسین نے یہ نقشہ یوں کھینچا:

ہم بیٹیاں ہیں ناگ کی
چنگاریاں ہیں آگ کی
ماہر وفا کے راگ کی
بزم طرب سے آشنا!
رفعت میں ہم زہرہ جبیں!
افلاک کی مسند نشیں
نازک بدن ناز آفریں!
شیریں سخن شیریں ادا!
ہے چاشنی گفتار میں
اور دلکشی رفتار میں
ہیں حسن کے بازار میں
سنجاب و اطلس زیر پا
جس کو ہماری ہے طلب
سہتا ہے وہ رنج و تعب
اُس کی گرج اُس کا غضب
ہے جنگ میں برق بلا!
جو شیر جاں پہ کھیل کر
لڑتا ہے باتیغ و سپر
ہم ہیں اُس کی باوفا
جو بے حس و بے درد ہے
اور خون جس کا سرد ہے

وہ بزدل و نامرد ہے
اُس سے ہمیں کیا واسطہ!
غرض ان گائنوں نے زہر آلودہ نواؤں سے
باندازِ طلب نالوں سے فریادوں سے آہوں سے
بھری یوں آتش بغض وحسد سارے لعینوں میں
لگادی انتقامی جوش کی اک آگ سینوں میں
اُبھارا جس نے ہر خرد و کلاں کو جنگ کرنے پر
ہوئے تیار وہ اب مارنے پر اور مرنے پر

مشرکین میں سب سے پہلے جو شخص لڑائی کے لئے نکلا، وہ ابو عامر انصاری اوسی تھا۔ لوگ اس کو راہب کہا کرتے تھے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام فاسق رکھا۔ زمانہ جاہلیت میں وہ قبیلہ اوس کا سردار تھا۔ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ میں تشریف لے گئے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے لگا اور مدینہ سے نکل کر مکہ میں چلا آیا۔ اُس نے قریش کو آپ سے لڑنے پر آمادہ کیا اور کہا کہ میری قوم جب مجھے دیکھے گی تو میرے ساتھ ہوجائے گی۔ اس لئے اس نے پکار کر کہا۔ ''اے گروہِ اوس! میں ابو عامر ہوں'' اوس نے جواب دیا: ''اے فاسق! تیری مراد پوری نہ ہو۔'' فاسق کا نام سن کر کہنے لگا کہ میری قوم میرے بعد بگڑ گئی ہے۔ اس کے ساتھ غلامانِ قریش کی ایک جماعت تھی۔ وہ مسلمانوں پر تیر پھینکنے لگے۔ مسلمان بھی ان پر سنگباری کرنے لگے، یہاں تک کہ ابو عامر اور اس کے ساتھی بھاگ گئے۔

اب باقاعدہ جنگ کا آغاز ہوگیا۔ مشرکین کا علم بردار طلحہ بن ابی طلحہ العبدری (جسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبش الکتیبہ، یعنی لشکر کا مینڈھا کا خطاب دیا) صف سے نکل کر مسلمانوں کو چیلنج دینے لگا۔ یہ شخص قریش کا انتہائی طاقتور شہسوار تھا۔ وہ پکار کر کہنے لگا ''مسلمانو! تم سمجھتے ہو کہ ہم میں سے جو تمہارے ہاتھوں مرجاتا ہے۔ وہ جلد

دوزخ میں پہنچ جاتا ہے اور تم میں سے جو ہمارے ہاتھوں مر جاتا ہے، وہ جلد بہشت میں پہنچ جاتا ہے۔ کیا تم میں کوئی ہے جس کو میں جلد بہشت میں پہنچا دوں یا وہ مجھے جلد دوزخ میں پہنچا دے۔'' اس کی حد سے بڑھی ہوئی جسارت کی وجہ سے عام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے خاموشی اختیار فرمائی لیکن حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فرزند) نہ رہ سکے۔ انہوں نے اسے للکار کر کہا: ''اللہ کی قسم! جب تک اللہ تعالیٰ میری تلوار کے ذریعے تجھے فوراً آگ میں نہ پہنچا دے یا تیری تلوار کے ذریعے سے مجھے جنت میں نہ پہنچا دے، میں ہرگز پیچھے نہ ہٹوں گا۔''

پھر وہ آگے بڑھے اور شیر کی طرح جست لگا کر حریف کے اونٹ پر جا چڑھے۔ انہوں نے اسے اپنی گرفت میں لے کر زمین پر پھینک دیا، پھر خود اونٹ سے کودے اور تلوار کے ایک ہی وار سے اسے ذبح کر ڈالا۔ اللہ کے دشمن **کبش الکتیبہ** (لشکر کا مینڈھا) کی ہلاکت کا یہ منظر دیکھ کر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے۔ فرطِ مسرت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز میں ''اللہ اکبر'' کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بھی پرجوش آواز سے ''اللہ اکبر'' کا نعرہ لگایا۔ جب حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مشرک علمبردار کو قتل کر دیا تو اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے مقابلہ میں نہ نکلتے تو میں خود اس کے مقابلہ میں نکلتا کیونکہ میں نے لوگوں کو اس سے جھجکتے دیکھا ہے۔

اس موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف کی اور فرمایا:

☆ ''ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر ہے۔''

یاد رہے کہ یہ وہی حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کہ ایک دن مکہ میں ایک وحشت اثر خبر پھیل گئی کہ (نعوذ باللہ) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین نے گرفتار کر لیا ہے

اور کچھ کا کہنا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہید کر دیے گئے ہیں۔ بنو ہاشم سخت غیظ و غضب کے عالم میں تھے اور ابھی کوئی قدم اٹھانے کے بارے میں سوچ ہی رہے تھے کہ نوعمر زبیر رضی اللہ عنہ بن عوام کے کانوں میں بھی اس خبر کی بھنک پڑ گئی۔ اس سولہ سالہ کشیدہ قامت اور قوی الجثہ نوجوان کو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت تھی۔ یہ خبر سنتے ہی تڑپ کر اٹھے، کھونٹی سے تلوار اتار کر اس کا نیام زمین پر پٹخ دیا اور شمشیر بکف مکہ کی گلیوں میں کود گئے۔ اُن کا رخ مکہ کے بالائی حصے میں واقع حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاشانۂ اقدس کی جانب تھا۔ اس وقت فرطِ جوش سے ان کا چہرہ تمتما رہا تھا اور وہ نہایت تیزی سے گلیاں طے کر رہے تھے۔ جلد ہی وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک اقامت گاہ پر پہنچ گئے اور یہ دیکھ کر ان کی مسرت کی انتہا نہ رہی کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم خیر و عافیت کے ساتھ وہاں رونق افروز ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم شمشیر بکف نوجوان کو دیکھ کر متبسم ہو گئے اور فرمایا ''زبیر! خیر تو ہے، اس وقت تم شمشیر برہنہ سونت کر کیسے آ رہے ہو؟''

زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی، ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں، میں نے سنا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں نے گرفتار کر لیا ہے یا شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم شہید کر دیے گئے ہیں۔''

ارشاد ہوا: ''اچھا تو یہ بات ہے، اور اگر واقعی ایسا ہو جاتا تو کیا کرتے؟''

زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے ساختہ عرض کی، ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کی قسم، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے لڑ مرتا اور مکہ میں خون کی ندیاں بہا دیتا۔'' یہ جواب سن کر رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے انور پر بشاشت پھیل گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جذبہ فدائیت کی تحسین فرمائی اور ان کے حق میں دعائے خیر کی بلکہ ان کی تلوار کو بھی دعا دی کہ یہ پہلی تلوار تھی جو رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کے تحفظ میں بلند ہوئی:

در دلِ مسلم مقام مصطفیٰ ست
آبروئے ما ز نام مصطفیٰ ست

کاش! اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسا جذبہ عطا فرمائے کہ اس کے بغیر زندگی محض شرمندگی ہے۔

کبش الکتیبہ کی ہلاکت کے بعد میدان احد میں جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے۔ جنگ کا زیادہ زور پرچم تھامے ہوئے کفار کے قبیلے بنو عبدالدار پر تھا۔ طلحہ کی موت کے بعد اس کے بھائی مشرک جنگجو ابو شیبہ عثمان بن ابی طلحہ نے علم اٹھایا اور رجز پڑھتے ہوئے آگے بڑھا۔

☆ "انا علیٰ اهل اللواء حقا ان یخضبوا الصعدة او قندقا۔"

''بے شک علم بردار پر فرض ہے کہ وہ لڑتا ہی رہے، حتیٰ کہ لڑتے لڑتے اس کا نیزہ خون سے سرخ ہو جائے یا ٹوٹ جائے۔''

یہ سن کر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب فرمائی۔ جناب حفیظ جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کی کیا خوب منظر کشی کی ہے:

یہ سن کر شیر حق نے جانبِ ہادی نظر ڈالی
کہ شاید پھر مجھی کو اذن بخشیں حضرتِ عالی
کہ اتنے میں جناب حضرت حمزہ نے عجلت سے
نکل کر صف سے مانگا اِذن میداں شانِ رحمت سے
گزارش کی کہ اے سچے رسول اے ہادی کامل
جہاد فی سبیل اللہ میں ایک بوڑھا بھی ہے شامل
مدینے میں خبر جس روز اس حملے کی آئی تھی
اسی دن یہ قسم اس بندہ عاجز نے کھائی تھی
کہ جب تک فیصلہ کوئی سرِ میداں نہ ہو جائے
جہادِ حق سے یا حمزہ کی جاں قرباں نہ ہو جائے

مجھے اس وقت تک منزل کٹھن ہے اپنے جینے کی
مجھے سوگندھ ہے اس زندگی میں کھانے پینے کی
مرا روزہ ہے اے محبوب باری تیسرے دن سے
نہ کھولوں گا یہ روزہ جنگ جب تک کر نہ لوں ان سے
مقید ہے مری ہستی تمنائے شہادت سے
میں خود حامل نظر آتا ہوں آج اپنی سعادت سے
سر میداں مبارز کو ہے زعم اپنی جوانی کا
یہ مرد پیر ہی دے گا جواب اس لن ترانی کا
سہی جاتی نہیں مجھ سے یہ ناشائستہ گفتاری
کہ میرے قلب پر تیغ زباں کی ضرب ہے کاری
میری جانب سے اب حد ہو چکی ہے بردباری کی
اجازت دیجئے بہر خدا میدان داری کی

حضور خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے شوق جہاد کا یہ عالم دیکھا تو انہیں بخوشی اجازت مرحمت فرمادی:

اجازت عم پیغمبر نے اسی انداز سے مانگی
کہ حیرت سے تکنے لگا زور یداللّٰہی
صدائے مرحبا و حبذا تھی بر لبِ حیدر
شہادت گاہ کی جانب چلا تھا عمِ پیغمبر
جلالت دیدنی تھی مصطفیٰ کے عمِ عالی کی
جمال ہاشمی تھا آج ایک صورت سوالی کی
وہ حمزہ ناز تھا اہلِ عرب کو جس کی طاقت پر
فدا ہونے چلا تھا اب بھتیجے کی صداقت پر

رسول پاک جن کے چہرے سے ایک رقت نمایاں تھی
وہ رحمت تھی کہ جس کی کوئی غایت تھی نہ پایاں تھی
نگاہیں مضطرب ہلکا تبسم روئے زیبا پر
تصور مطمئن تھا مرضی عرض معلیٰ پر
ہوا ارشاد اے عمِ خجستہ فام بسم اللہ
خدا حافظ ہے کیجیے نصرت اسلام بسم اللہ
یہ اقدام شہادت بر سبیل حسن نیت ہے
محمد اس پہ راضی جو اللہ کی مشیت ہے
فراق عارضی سب کے لیے اک دن مقرر ہے
ملاقات اب لواء الحمد کے نیچے مقدر ہے
یہ فرما کر دکھائی انتہائی شان رحمانی
کہ بڑھ کر چوم لی سرکار نے حمزہ کی پیشانی
وفور نور حق سے چہرہ حمزہ چمک اٹھا
جلا کندن نے پائی یہ زر خالص دمک اٹھا

اجازت ملتے ہی حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکر قریش کے علمبردار پر صاعقہ ربانی بن کر جھپٹے اور اپنی جوہر دار تلوار اس کے شانہ پر اس زور سے ماری کہ جسم چیرتی ہوئی سرین تک اتر آئی۔ علم اس کے ہاتھ سے گر گیا اور تھوڑی ہی دیر میں وہ جہنم واصل ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی آپ رضی اللہ عنہ نے نعرہ لگایا:

"انا ابن ساقی الحجیج......"

''میں ساقی حجاج (عبدالمطلب) کا بیٹا ہوں۔''

قریش کا علم اٹھا کر نکلنے والے جب کچھ اور آدمی بھی مسلمانوں کے ہاتھوں یکے بعد دیگرے مارے گئے تو مشرکین نے عام ہلا بول دیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت

علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی وقاص، حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن معاذ، حضرت اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حضیر اور بہت دوسرے سرفروش صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم قریشی لشکر کے قلب میں گھس گئے اور دشمن کی صفوں کی صفیں الٹ کر رکھ دیں۔ خاص طور پر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دھاڑ، چنگھاڑ اور وار کے آگے کوئی نہ ٹھہرتا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے روباہ صفت کفار کے ٹڈی دل میں گھس کر کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ آپ بپھرے ہوئے شیر کی طرح کفار کی صف بستہ قطاروں کو تہہ تیغ کرتے چلے جارہے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جدھر رخ کرتے، دشمن کو تہس نہس اور تتر بتر کر دیتے اور بڑے بڑے مشرک سورماؤں پر آپ کی ہیبت طاری ہو جاتی۔ غرض اس مردانگی اور جوش سے لڑے کہ تنہا بہت سے کفار کو واصل جہنم کر دیا۔

عثمان بن ابی طلحہ کو موت کے بعد اس کے بھائی ابوسعد نے پرچم اٹھایا، لیکن اس مرتبہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا تیر نشانے پر چھوڑا کہ وہ ٹھیک اس کے گلے پر لگا، جس سے اس کی زبان باہر آ کر لٹکنے لگی اور وہ اسی حالت میں مر گیا۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے کئی پرچم بردار کافر قتل ہوئے۔ آخر یہ پرچم ارطاۃ بن شرحبیل نے سنبھالا، مگر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے بھی مار گرایا۔ اس کے بعد پرچم اٹھانے والے قبیلے کے مزید افراد قتل ہوئے، حتیٰ کہ دس افراد کی ہلاکت کے بعد سارا قبیلہ ختم ہو گیا اور پرچم اس قبیلے کے غلام صواب کے ہاتھ آ گیا۔ وہ اپنے آقاؤں کے مقابلے میں خاصا سخت جان ثابت ہوا اور اس وقت تک لڑتا رہا اور پرچم کو گرنے نہ دیا جب تک اس کا دایاں، پھر بایاں ہاتھ نہ کاٹ دیا گیا۔ اس کے باوجود اس نے گھٹنے کے بل بیٹھ کر سینے اور گردن کی مدد سے پرچم پکڑے رکھا، مگر پھر قتل کر دیا گیا۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ”غزوۂ اُحد میں ایک کافر بڑھ چڑھ کر مسلمانوں پر حملہ کر رہا تھا اور اس نے کافی نقصان پہنچایا تھا۔ اس صورتحال کو دیکھ کر حضور

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا:

☆ **یا سعد! ارم فداك أبي و امي.**

''اے سعد! تجھ پر میرے ماں باپ فدا ہوں، تیر چلاؤ۔''

(بخاری رقم الحدیث:4059، مسلم رقم الحدیث 2411)

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کے لیے اپنے ماں باپ قربان کرنے کے الفاظ مبارک نہیں کہے سوائے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے۔ (بخاری و مسلم)

احد کے روز سیدنا حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایک ہی تیر سے تین مشرکین مکہ کو جہنم رسید کیا تھا۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس روز سیّدنا حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لشکر کفار پر ایک ہزار تیر برسائے۔ مشرکین کے مشہور تیر اندازوں میں سے ایک شخص حبان بن عرقہ تھا۔ اُس کا ایک تیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ امّ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دامن پر آلگا جس سے پردہ اُٹھ گیا۔ وہ اس وقت زخمی مجاہدوں کو پانی پلا رہی تھیں۔ اللہ کے دشمن حبان نے ایک مسلمان خاتون کی ہتک پر قہقہہ لگایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے حد آزردہ اور بے قرار ہوگئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پھل کے بغیر ایک تیر دیتے ہوئے حکم فرمایا: **ارم بہ۔** اسے چلاؤ۔'' حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ تیر چلایا تو وہ سیدھا حبان کے گلے پر جا لگا جس سے وہ گر گیا اور اس کے ستر سے پردہ اُٹھ گیا۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لب مبارک پر ایسا تبسم ظاہر ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک نظر آنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

☆ **استقاد لها سعد، أجاب الله دعوتك و سدد رميتك.**

''سعد نے اس (ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا بدلہ لے لیا۔ اللہ تعالیٰ تیری دعا قبول فرمائے اور تیرا ہر تیر نشانے پر بیٹھے۔'' (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4، صفحہ 201)

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بپھرے ہوئے شیر کی طرح دشمن پر اس طرح حملہ آور تھے کہ ان کے سامنے بڑے بڑے سورما پیٹھ دکھا رہے تھے۔ مشرکین پر لرزہ طاری تھا کہ کس شیر سے ان کا پالا پڑا ہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس شان سے لڑ رہے تھے کہ دو دستی تلواریں چلاتے جاتے اور کہتے جاتے تھے۔

☆ **أنا اسد الله واسد رسوله۔**

میں اللہ تعالیٰ کا شیر ہوں اور میں رسول اللہ کا شیر ہوں۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان جنگ میں چومکھی لڑائی کے بے حد ماہر تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے کوئی مشرک جنگجو دم نہیں مارتا تھا۔ آپ مشرکین کے جنگجوؤں کو اپنے مقابلہ میں یوں چکر دیتے تھے جیسے ہوا اپنے آگے خشک پتے کو چکر دیتی ہے۔ اس لئے بڑے بڑے سورما آپ کو دیکھتے ہی ہیبت زدہ ہو جاتے۔ غزوہ احد میں مشرکین کے علمبرداروں کو ڈھیر کرنے کے علاوہ بھی آپ نے بڑے زبردست کارنامے انجام دیے۔ اس جنگ میں مکہ کا ایک بہت بڑا رئیس مشرک شہسوار سباع بن عبدالعزیٰ الغبشانی بھی شامل تھا۔ دوران جنگ وہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے آیا اور کہنے لگا۔

"ھل من مبارز"

''میرا مقابلہ کرنے والا کوئی ہے؟''

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے مخاطب ہو کر غضب ناک لہجے میں کہا۔

''اے سباع، اے عورتوں کا ختنہ کرنے والی امِ انمار مضغہ نجس کے بچے! کیا تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑنے آیا ہے؟''

سباع مشرک کی ماں کا نام ام انمار تھا۔ وہ اخنس کے باپ، شریق بن عمرو بن وہب ثقفی کی آزاد کردہ لونڈی تھی اور مکہ میں ختنے کیا کرتی تھی، اسی لیے سیّدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے اس نام سے پکارا۔ جبیر بن مطعم کے غلام وحشی کا کہنا ہے: اللہ کی قسم! میں حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار کی طرف دیکھ رہا تھا جو دشمنوں کے خون کی پیاسی تھی۔ جب سباع

بن عبدالعزیٰ آگے بڑھا تو سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی شمشیر خارا شگاف تولتے ہوئے اس کے مقابلے میں آئے اور اسے ایک ہی وار میں جہنم واصل کر دیا:

مسرت کا عجب عالم تھا اسلام غضنفر پر
کہ لہراتا تھا ایک بال شتر مرغ آپ کے سر پر
لڑائی میں یہ حمزہ کا نشانِ امتیازی تھا
کہ حمزہ شیر دل تھا، نازشِ مردانِ غازی تھا

اب تو کفار مکہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تیوروں سے گھبرا گئے۔ ان کے ہاتھ پاؤں پھول چکے تھے۔ ایسے عالم میں ابوشیبہ کو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مقابلہ کے لئے تیار کیا گیا۔ جب ابوشیبہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلے پر آیا تو ان دونوں کے درمیان کچھ اس طرح سے گفتگو ہوئی:

کہا: تو شکوہ کرتا تھا علی کی نوجوانی کا
تجھے مقتول طلحہ پر گماں تھا ناتوانی کا
مناسب تھا کوئی بوڑھا، جواں کے سامنے آئے
تقابل تاکہ محروم توازن ہی نہ رہ جائے
بہادر بن کے استعمال کر زور جوانی کو
کہ حاضر ہے یہ مرد پیر تیری قدردانی کو
ابوشیبہ کو اس شائستہ گفتاری پہ حیرت تھی
یہی طرز شریفانہ تھی جو شایانِ غیرت تھی
جواب اس نے دیا اے حمزہ تو مرد دلاور ہے
بہادر ہے، جری ہے، بحر جرأت کا شناور ہے
کیا ہے قتل تو نے بدر میں قرشی جوانوں کو
پچھاڑا ہے عرب کے اچھے اچھے پہلوانوں کو

ہماری قوم تیرے خون کی پیاسی ہے مدت سے
گھروں میں بال بچے کانپتے ہیں تیری دہشت سے
بہت اچھا کیا تو خود ہی میداں میں نکل آیا
مرے ہاتھوں سمجھ لے آج پیغامِ اجل آیا
تری بدقسمتی نے تجھ کو میداں میں نکالا ہے
تجھے خونریزیوں کا آج بدلہ ملنے والا ہے
تو اپنی نرم باتوں سے مجھے بہلا نہیں سکتا
جواں ہو یا کہ بوڑھا مجھ سے بچ کر جا نہیں سکتا
کہا حمزہ نے خیر اب بند کر یہ قیل و قال اپنی
میں تیرے سامنے موجود ہوں حسرت نکال اپنی
میں خود ہی دیکھ لوں گا، جو مرا اللہ دکھائے گا
یقیں رکھ بھاگتا میداں سے تو مجھ کو نہ پائے گا
یہ میداں ہے یہاں مہلت نہیں باتیں بنانے کی
دکھا جوہر کہ ساعت ہے یہی جوہر دکھانے کی
تو زور آور ہے اپنے زور کا اظہار کر مجھ پر
قدم آگے بڑھا مردانگی سے وار کر مجھ پر
شہادت سے ڈرا سکتا نہیں تو مردِ مومن کو
کہ مومن ڈھونڈنے آتا ہے دنیا میں اسی دن کو

ے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باتیں سن کر بھڑک اٹھا اور آگے بڑھ کر ان پر حملہ کر دیا:

بڑھی اس گفتگو سے اب جو کافر کی غضبناکی
کیا غافل سمجھ کر وار نیزے کا بہ چالاکی

وہ غافل ان کو سمجھا تھا مگر ہشیار تھے حمزہ
یہ گھاتیں جانتے تھے آزمودہ کار تھے حمزہ
وہیں قائم رہے بس اک ذرا سا جسم لہرایا
اسی جنبش سے یہ نیزہ بغل کے درمیاں آیا
سنانِ نیزہ بائیں ہاتھ سے تھامی، دیا جھٹکا
ابوشیبہ سے نیزہ چھین کر کچھ دور دے پٹکا
کہا بانکے جواں، بے دل نہ ہواوسان قائم رکھ
نکال اب میان سے تلوار اپنی شان قائم رکھ
بھڑک اٹھا یہ سن کر شعلہ کی مانند ابوشیبہ
ہوا کچھ اور بھی اب چاق اور چوبند ابوشیبہ
اُدھر کافر کا پنجہ قبضہ شمشیر پر آیا
اِدھر دستِ مسلماں خامہ تقدیر پر آیا
اُدھر بھی تیغ لنگر دار باہر میان سے نکلی
اِدھر بھی ایک چھوٹی سی پری زندان سے نکلی
اُدھر گویا دہان غار سے اک اژدہا نکلا
اِدھر روشن ہوئی دنیا کہ موسیٰ کا عصا نکلا
پڑا اب سایہ شمشیر دامن دار حمزہ پر
ابوشیبہ نے قوت سے کیا اک وار حمزہ پر
اٹھا کر تیغ حمزہ نے بھی گانٹھی تیغ دشمن پر
صدا سب نے سنی آہن کے ٹکرانے کی آہن سے
اچانک دست چابکدست نے ہلکی سی دی تھپکی
دو لشکر دیکھتے تھے دھوپ میں اک کوندسی لپکی

جھکایا ہاتھ کو پھرتی سے اک ٹھوکا دیا ہٹ کر
زمیں پر جا گرا تیغ ابوشیبہ کا پھل کٹ کر
شکستِ تیغ سے کافر کے منھ پر چھا گئی زردی
لگی راہ فرار اب ڈھونڈ نے اس کی جواں مردی
برابر کی لڑائی کا نہ پایا جب کوئی یارا
شکستہ تیغ کا قبضہ سر حمزہ پر دے مارا
جناب حمزہ کا روئے مبارک اک طرف سرکا
اور اس کے ساتھ ہی نعرہ ہوا اللہ اکبر کا
زمین و آسماں پر ایک ہیبت ہوگئی طاری
ادھر نوری بڑھا آگے، اُدھر ہٹنے لگا ناری
اُدھر انبوہ بڑھتا آرہا تھا گھیرنے والا
ادھر تنہا کھڑا تھا فوج کا منھ پھیرنے والا

اس کے بعد لڑائی کا اگلا منظر کیا بنا؟......حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوشیبہ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟......اور کفر کے منصوبوں کو کس طرح خاک میں ملایا:

کیا حمزہ نے پھر اک نعرہ شیرانہ میداں میں
بڑھے آگے دکھائی ہمت مردانہ میداں میں
ابوشیبہ ابھی تک قربِ لشکر میں نہ تھا پہنچا
کہ لے کر موت کا پیغام عزرائیل آ پہنچا
کہا اے نوجواں اک پند پیرانہ تو لیتا جا
جہنم کی طرف جاتا ہے پروانہ تو لیتا جا
ابوشیبہ رکا امداد ملنے کے بھروسے پر
جمائے پھر قدم اس نے نکالا ڈاب سے خنجر
پہنچ جائیں گے امدادی بڑی امید تھی اس کو
مگر حمزہ کی تیغ تیز نے مہلت نہ دی اس کو
گری شمشیر پر تنویر ابوشیبہ کے مغفر پر
یہ مغفر کٹ گیا اپنی مصیبت ٹال دی سر پر
پڑی سر پر تو سر نے بھی بتائی راہ گردن کی
اسے دیکھا، تو گردن نے بھی کھڑکی کھول دی تن کی
سر و گردن سے کیا لینا تھا اس تیغ ہلالی کو
کہ یہ تو آئی تھی تیغ و جگر کی دیکھ بھالی کو

بڑی خوبی سے اس نے سر کو توڑا حلق کو چیرا کٹا سینہ، ترشتا ہے چھری سے جس طرح کھیرا
یہ قطع راہ کر کے سینہ پُر کینہ میں آئی کلیجے پر نظر کی اور ناپی دل کی گہرائی
جو صورت چاہ میں چاہی وہ خاطر خواہ پیدا کی گھری ظلمت کدے میں آپ اپنی راہ پیدا کی
زرہ بکتر کی ہر الجھن کو سلجھا کر نکل آئی بزیر ناف سیدھا راستہ پا کر نکل آئی
دکھایا عدل اس نے سامنے ہر دوست دشمن کے صفائی سے برابر کے دو ٹکڑے کر دیئے تن کے

یہ دیکھ کر ابو شیبہ کی مدد کے لئے جو دستہ آ رہا تھا، اس نے ایک دم ہلا بول دیا:

اٹھا تھا زعم یکتائی میں جو عقل و خرد کھو کر پڑا تھا خاک پر وہ منکر توحید دو ہو کر
نہ ہونے پایا تھا بد بخت کا لاشہ ابھی ٹھنڈا تڑپتے تھے ادھر ٹکڑے ادھر تھا سرنگوں جھنڈا
کہ یورش کر کے پہنچے دس سپاہی فوج دشمن کے مقابل ہو گئے روباہ مرد شیر افگن کے
یہ قرب فوجِ دشمن تھا اکیلے تھے یہاں حمزہ غضنفر تھے مگر ان بکریوں کے درمیاں حمزہ
دکھا دی لشکروں کو شان فن جنگ حمزہ نے کہ جس پر ہاتھ مارا کر دیا چورنگ حمزہ نے
وہ کھیلے جنگ کی بازی اکیلے اس جماعت میں گرا دیں سات نامردوں کی لاشیں اک ساعت میں
جو باقی تھے انہیں بھی دھر لیا اب تیغ کے آگے یہ عالم دیکھ کر تینوں کے تینوں چیخ کر بھاگے

یہ صورت حال دیکھ کر عام جنگ شروع ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدد کے لئے مجاہد بھیجے:

یہ فرما کر بڑھایا فوج کو محبوب داور نے کیا اقدام میداں ہر مجاہد ہر دلاور نے
وہاں حمزہ پہ نرغہ ہو گیا تھا فوج اعدا کا تھپیڑا سہہ رہا تھا شیر حق ہر موج دریا کا
اٹھا اک نعرہ تکبیر میدانِ شہادت میں بڑھی فوجِ مسلماں اپنے ہادی کی قیادت میں
ادھر سے جھوم کر برسے قریشی فوج کے بادل احد کی سرزمیں پر چھا گیا تھا اک ٹڈی دل
کمال شان ایماں دیدنی تھی اس نظارے میں کہ حمزہ غوطہ زن تھے عین اس قلزم کے دھارے میں

جدھر اٹھتا تھا پائے حمزہ دشمن ہٹتے جاتے تھے
ابھرتا تھا جہاں خورشید بادل چھٹتے جاتے تھے

ادھر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کافروں کی لاشوں پر لاشیں گراتے جارہے تھے۔ آج ان کا جلال اپنے عروج پر تھا:

جلال حضرت حمزہ مثال مہر تاباں تھا شہادت گاہ ان کی راہ میں گویا خیاباں تھا
سر دشمن جدھر اللہ کا یہ شیر بڑھتا تھا الٹتی تھیں صفیں کوئی بھی ان کے منہ نہ چڑھتا تھا
جہاں غالب نظر آتا تھا انبوہ قریش ان کو بھپر کر اس پہ جاپڑتے تھے آجاتا تھا طیش ان کو
حرارت اور بڑھ جاتی تھی ان کی التہاب آسا چمکتے تھے شہاب آسا جھپٹتے تھے عقاب آسا
قدم جس سمت بڑھتے تھے انہی کے ہاتھ میداں تھا نظر میں طیش پاکر جیش جیش ان سے گریزاں تھا

نماز صبح سے اک رنگ تھا اس مرد غازی کا
یہ قرب ظہر تھا وقت آچکا تھا اب نمازی کا

...... اور ادھر جبیر بن مطعم کا حبشی غلام ابودسمہ وحشی بن حرب ایک چٹان کے پیچھے گھات لگائے ان کے انتظار میں بیٹھا تھا کہ کب حضرت حمزہ اس کی زد میں آئیں اور وہ اپنا ہتھیار ان پر پھینکے۔ وحشی کو جبیر بن مطعم نے اپنے چچا طعیمہ بن عدی کا انتقام لینے کے لیے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل پر مامور کیا تھا اور اس کام کے بدلے میں اسے آزاد کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ طعیمہ بن عدی کو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بدر میں قتل کیا تھا۔ وحشی بن حرب فنِ حربہ میں بڑا ماہر اور مشاق تھا۔ وہ اپنے چھوٹے نیزہ (جس کو حربہ کہتے ہیں اور یہ حبشیوں کا ایک خاص ہتھیار ہوتا ہے) سے وار کرتا تو شاذ و نادر ہی اس کا شکار بچ پاتا۔ جنگ شروع ہو چکی تھی۔ فریقین ایک دوسرے پر حملے کر رہے تھے۔ اتفاق سے وحشی کو جلد ہی وار کرنے کا موقع مل گیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیوانہ وار آگے بڑھے جارہے تھے کہ یکا یک ان کا پاؤں پھسلا اور وہ پیٹھ کے بل زمین پر گر پڑے۔ اسی وقت وحشی نے تاک کر اپنا چھوٹا سا نیزہ تانا، حبشیوں کی طرح نیزے کو اونچے بازو پر تولا، توازن کیا اور اپنی پوری قوت سے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم میں ترازو کر دیا جو ناف میں لگا اور پار ہو گیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شدید زخمی ہونے کے باوجود اٹھ کر

اس پر حملہ کرنا چاہا، مگر وہ ایک گڑھے میں لڑکھڑا کر گر پڑے۔ اس کے باوجود آگے بڑھنے کی کوشش کی لیکن دوسرے ہی لمحے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ الرفیق الاعلیٰ سے جا ملے اور شہادت عظمیٰ کے عظیم درجے پر فائز ہو گئے۔ بہادری اور جوانمردی کی انتہا دیکھئے کہ آخری وقت میں بھی آپ کے قدم آگے ہی بڑھے، پیچھے نہیں ہٹے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بروز ہفتہ 15 شوال 3 ہجری بمطابق 23 مارچ 625ء کو جامِ شہادت نوش کیا۔ اس وقت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر 57 یا 59 سال تھی۔ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را:

گڑھے کھودے گئے تھے جو گزشتہ رات میداں میں
اجل بیٹھی تھی ان میں اب لگا کر گھات میداں میں
مڑا اک موڑ پر وحشی تو ساتھ اس کے پھرے حمزہ
قدم پھسلا اچانک اک گڑھے میں جا گرے حمزہ
عقاب روح پہلے ہی سے تھا پرواز آمادہ
اڑا سوئے فلک اب چھوڑ کر یہ جسم افتادہ
یہ جنگ و حربہ و ضرب جرأت اک بہانہ تھا
حقیقت میں نشان حق زمانے کو دکھانا تھا
بتانا تھا کرشمہ عاشقوں کے فوق عادت کا
جمانا تھا دلوں پر نقش اس حسن شہادت کا
زمیں سے آسماں تک ایک نورانی غبار اٹھا
فرشتہ لے کے جان بندۂ پروردگار اٹھا
زمیں پر رہ گیا باقی فقط ایک خوں چکاں لاشہ
فروغ زخم بے حد سے بہار بے خزاں لاشہ

یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کی تعبیر تھی جو آپ نے جنگ سے پہلے دیکھا تھا کہ آپ کی تلوار ذوالفقار کی دھار میں دندانہ پڑ گیا ہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کی شہادت پر مشرکین کو بے انتہا خوشی ہوئی اور ان کی عورتوں نے خوشی کے ترانے گائے۔

جنگ احد میں ہونے والے نا قابل تلافی نقصانات کی بنیادی وجہ فوجی ڈسپلن کی خلاف ورزی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کم تعداد والی فوج کو جمع کرنے کے لیے نہایت عمدہ جگہ کا انتخاب کیا تھا۔ پشت میں اُحد کا سلسلہ خود ایک قدرتی دیوار تھا جو فوج کو گھیرے ہوئے تھا۔ بالائی سطح سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نیچے کی طرف دشمن کی نقل وحرکت صاف صاف دکھائی دیتی تھی اور حملہ کرنے میں بھی آسانی تھی۔ اس پوزیشن کی وجہ سے مسلمانوں کا کم نقصان ہوا۔ اگر جبل الرماۃ والوں سے اجتہادی غلطی نہ ہوتی تو شاید یہ نقصان صفر کے برابر ہوتا۔ اس جنگ کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ اسلام کے اولوالعزم جانباز اور امام الابطال حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے۔ اس روز اسلام کو اس قسم کے نڈر بہادر کی اشد ضرورت تھی، کیونکہ فوجی خطرات اسلام کی نئی دعوت کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس روز حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شہید ہونا مسلمانوں کے لئے بہت بڑا فوجی نقصان تھا جس کا شدید احساس خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہوا۔ مسلمانوں نے ایک ایسا بہادر جنگجو کھو دیا جو جنگوں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سب سے بڑا بازو تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جنگی شہرت اور شوق قتال کے ڈر سے بڑے بڑے مشرک سورما گھبرا جاتے تھے۔ وہ سب بدر کے روز کا بدلہ لینے کے لئے بے تاب تھے، چونکہ وہ براہ راست یا مبارزت کے ذریعے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بدلہ نہ لے سکتے تھے، اس لئے انہوں نے انہیں دھوکے اور فریب سے قتل کیا۔

اُدھر میدان کا یہ حال تھا کہ مشرکین شکست کھا کر ہٹتے گئے یہاں تک کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین ان کی لشکر گاہ میں داخل ہو گئے۔ کہاں میدان جنگ اور کہاں دشمن کا کیمپ! ابتدا میں مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا۔ دشمن کی فوج میں ابتری پھیل چکی تھی اور وہ سراسیمہ و ہراساں ہو کر جنگ سے قریباً منہ موڑ چکے تھے۔ وہ اپنی جانیں بچاتے ہوئے ساز وسامان چھوڑ کر بھاگ رہے تھے، کہ اسی اثنا میں اس ابتدائی کامیابی کو کامل فتح کی حد تک

پہنچانے کے بجائے چند مسلمانوں سے یہ خطا ہوگئی کہ انہوں نے دشمن کے فرار کو فتح کامل سمجھ کر مورچہ چھوڑ دیا۔ دراصل اسلامی لشکر میں کچھ ایسے ناآزمودہ سپاہی بھی تھے جو تازہ تازہ ایمان لائے تھے اور پہلے کسی اسلامی جنگ میں شریک بھی نہ ہوئے تھے۔ اس لئے اسلامی مزاجِ استغناء اور جذبہ اطاعت سے بھرپور آشنا نہ تھے۔ سب سے پہلے انہی لوگوں نے مال غنیمت اکٹھا کرنا شروع کیا۔

جبل عینین پر سے تیرانداز بھی جنگ کا نظارہ دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے تقریباً ایک میل دور سے دیکھا کہ دشمنوں کا سارا لشکر پسپا ہو کر بھاگ اُٹھا اور اُن کی سمجھ میں یہ بات آئی کہ مسلمان مال غنیمت اکٹھا کرنے میں محو ہیں۔ چنانچہ وہ بھی حصول غنیمت کے لیے چوٹی سے نیچے اُتر آئے۔ ہر چند کہ انہیں حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت سمجھایا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اہم ہدایات کی یاددہانی کرائی اور کسی حال میں جگہ نہ چھوڑنے کی تلقین کی مگر اکثریت نے ان کی ایک نہ سنی بلکہ کمان و ترکش اپنی پشت پر ڈالے اور مال غنمیت کی طرف لپکے! دوسری طرف خالد بن ولید بھی اپنا دستہ لیے منڈلا رہا تھا۔ چنانچہ اُس نے جب سامنے آ کر ٹیلہ کی طرف ایک نگاہ ڈالی تو ٹیلہ کو خالی پایا، جہاں اب گنتی کے ساتھ آٹھ تیرانداز ہی رہ گئے تھے جو اس کا حملہ روکنے پر کسی طرح قادر نہیں ہو سکتے تھے، لہٰذا ایک ساعت بھی گنوائے بغیر خالد نے مسلمانوں پر پشت سے غیر متوقع یلغار کر دی۔

ادھر سے خالد نے حملہ کیا، ادھر سے کفار پلٹ آئے اور کم تعداد اور غیر مسلح مجاہدین ان کے نرغے میں آ گئے۔ پھر کفار نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یورش کر دی۔ جو مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تھے، وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حفاظت کے لیے اکٹھے ہو گئے۔ اس وقت عتبہ بن ابی وقاص نے اونچائی سے ایک وزنی پتھر پھینکا جو سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس پر اس زور سے لگا کہ آہنی خود کی دو کڑیاں رخسار میں پیوست ہو گئیں۔ ہونٹوں پر ضرب آئی اور دو دندانِ مبارک شہید ہو گئے۔ (میرے نزدیک یہ ایسا نقصان تھا جس کے لیے اگر ساری کائنات کو قربان کر دیا جائے تو بھی تلافی ممکن نہیں) اس

کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سنبھلے رہے اور اپنے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی معیت میں فراز کی جانب چلے۔اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم راستے میں ایک گڑھے میں گر گئے جسے دشمن نے کھود کر اوپر سے پاٹ دیا تھا۔تاہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی مدد سے نکلے،احد کے مشرقی حصے میں بلندی پر پہنچ گئے اور ایک غار میں پناہ لی۔ یہاں بھی شیر دل اُم عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا،حضرت ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام آپ کے لیے ڈھال بنے رہے۔اسلامی علم اٹھائے ہوئے مجاہد شہید ہوتا تو دوسرا مجاہد علم تھام لیتا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زخمی اور انتہائی ماندہ ہونے کے باوجود بھالے کے ساتھ دشمن سے لڑائی کی اور مسلمانوں کے حوصلے بڑھائے کہ دشمن بالآخر چھٹ گیا۔اس اڑے وقت میں مجاہدین نے جان نثاری کی شاندار مثالیں قائم کیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمن کے تیروں سے بچائے رکھا۔ان جانبازوں نے اپنی کمر اور سینوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ڈھال بنا دیا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر آنچ نہ آنے دی۔ہم ان جلیل القدر اور شجاع صحابہ کرام کی بہادری،استقامت اور ایثار کو سلام پیش کرتے ہیں۔حقیقت بھی یہی ہے کہ جنت ہے فقط صابر و جانباز کی میراث۔

میں یہاں ایک تاریخی غلطی کا ازالہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔بعض حضرات کا کہنا ہے کہ غزوہ احد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ یہ بات جنگی نقطہ نظر سے بالکل غلط ہے۔سب سے پہلے ہمیں لفظ ''شکست'' کی تعریف متعین کرنی چاہیے اور پھر جنگ کے تمام حالات و واقعات کو عمیق نظری سے پرکھنا چاہیے۔اس بات پر تو سب کا اتفاق ہے کہ خالد بن ولید کے غیر متوقع حملے سے پہلے کفار کو بدترین شکست ہو چکی تھی۔ سیرت انسائیکلو پیڈیا (دارالسلام ریسرچ سنٹر) کے مطابق ''مسلمان قلیل تعداد کے باوجود اللہ اور اس کے سول صلی اللہ علیہ وسلم پر کامل یقین واعتماد کے ساتھ مشرکین سے برسرپیکار رہے اور مشرکین کے مقابلے میں مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا۔ جب قریش مکہ مسلمانوں کے تابڑ توڑ حملوں کے سامنے بے بس ہو گئے تو ان کے حوصلے جواب دینے لگے،چنانچہ وہ میدان جنگ سے بدکنے

لگے، خاص کر جب صواب نامی غلام قتل ہوا تو کسی کو اپنا گرا ہوا خاک آلود جھنڈا اٹھانے کی بھی ہمت نہ ہوئی۔ اب انہیں اپنے وقار اور مجد و شرف کے دعوے سراب محسوس ہونے لگے۔ بدر کا بدلہ لیتے لیتے انہیں خود اپنی جان کے لالے پڑ گئے اور وہ پسپا ہونے لگے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اپنی مدد نازل کی اور ان سے اپنا وعدہ پورا کیا، چنانچہ مسلمانوں نے مشرکین کی ایسی ٹھکائی کی کہ وہ اپنے کیمپ سے بھی بھاگ کھڑے ہوئے اور بلا شبہ انہیں شکست فاش ہوئی۔ سیّدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میرے والد نے فرمایا: ''واللہ! میں نے دیکھا کہ ہند بنت عتبہ اور اس کی ساتھی عورتوں کی پنڈلیا نظر آ رہی تھیں۔ وہ کپڑے اٹھائے بھاگی جا رہی تھیں۔ ان کی گرفتاری میں ہرگز کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔'' صحیح بخاری میں سیدنا براء بن عازب فرماتے ہیں کہ جب مشرکین سے ہماری ٹکر ہوئی تو مشرکین میں بھگدڑ مچ گئی یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ عورتیں پنڈلیوں سے اوپر کپڑے اٹھائے پہاڑ پر تیزی سے بھاگی چلی جا رہی ہیں۔ ان کی پازیبیں نظر آ رہی ہیں۔ اس بھگدڑ کے عالم میں مسلمان مشرکین پر تلوار چلاتے اور مال سمیٹتے ہوئے ان کا تعاقب کر رہے تھے۔

صفوان بن امیہ کا غلام نسطاس، جو اس وقت مسلمان نہیں ہوا تھا اور مشرکین مکہ کے ساتھ لڑائی کے لیے آیا تھا، کہتا ہے: میں غلام تھا اور مجھے کیمپ میں پیچھے رکھا گیا تھا۔ اس دن غلاموں میں سے صرف وحشی اور صواب ہی نے جنگ میں حصہ لیا تھا۔ ابوسفیان نے قریش سے کہا: اپنے غلاموں کو اپنے سامان کی حفاظت کے لیے کیمپ ہی میں مقرر کر دو۔ نسطاس کہتے ہیں کہ پھر انہوں نے ہمیں اکٹھا کر دیا۔ ہم نے اونٹ باندھ دیے۔ اس کے بعد اہل مکہ لڑائی کے لئے چلے گئے۔ جب ہمارے لوگوں کو شکست ہونی شروع ہوئی تو بعض صحابہ کرام ہمارے کیمپ میں داخل ہو گئے۔ ہم اپنے خیموں ہی میں تھے کہ انہوں نے ہمیں گھیرے میں لے لیا۔ لوگوں کے ساتھ مجھے بھی قید کر لیا گیا۔ مسلمانوں میں سے ایک آدمی نے پوچھا: صفوان بن امیہ کا مال کہاں ہے؟ میں نے کہا: اس کا کوئی خاص مال نہیں۔ اس کا

مال جو کچھ بھی ہے، اُسی کی سواری میں پڑا ہے۔ وہ مسلمان مجھے ساتھ لے کر آگے چلا یہاں تک کہ اس نے صفوان کی سواری کی زنبیل سے سونا نکالا اور چلا گیا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ دو صحابیوں کے علاوہ کسی کے پاس مشرکین کا مال نہیں ملا۔ ایک عاصم بن ثابت بن ابی الاقلح رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہوں نے مشرکین کے کیمپ سے پچاس دینار حاصل کئے اور دوسرے عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہوں نے 13 مثقال سونا حاصل کیا۔ دونوں احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لائے ہوئے مال میں سے خمس نہیں نکالا بلکہ یہ مال انہی کو عطا کر دیا۔'' (سیرت انسائیکلو پیڈیا، ص: 229)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین اسلام کو نہایت منظّم طریقے سے بچا کر پہاڑ کا درّہ عبور کیا۔ رستے میں کئی جھڑپیں ہوئیں لیکن ان تمام جھڑپوں میں مسلمان کامیاب رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مخصوص ساتھیوں نے مشرکین کے سواروں پر غلبہ پایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبل احد کی پہاڑیوں میں سے ایک بلند ترین پہاڑی پر پہنچ گئے۔ وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے از سر نو نہایت مضبوط دفاعی اسکیم بنائی۔ اس اسکیم کے تحت مجاہدین نے مشرکوں کے وہ سارے حربے بے کار کر دیے جو انہوں نے مسلمانوں کی تباہی کے لئے اختیار کئے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کامیاب ترین حکمت عملی سے مسلمانوں کو بڑی تقویت ملی۔ ان کے زخم خوردہ حوصلوں اور ولولوں میں ایک نئی جان پڑ گئی۔ تیر اندازوں کی غلطی سے مجاہدین اسلام جس ہلاکت بار فضاء میں گھر گئے تھے، اب وہ اس سے باہر نکل آئے اور مشرکوں پر نئے سرے سے حملہ کرنے کے قابل ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے ایک اونچے پہاڑ کے دہانے کو منتخب فرما کر وہاں مضبوط ہیڈ کوارٹر بنا لیا، اس پہاڑی درّے کو بہت سی پہاڑیوں نے گھیر رکھا تھا۔ یہ درّہ ایک مضبوط قلعہ بن گیا، مجاہدین یہاں پہنچ کر بالکل محفوظ ہو گئے۔ مشرکین پر دوبارہ مایوسی کا چھینٹا پڑ گیا اور وہ نامراد ہو کر پلٹ گئے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑ پر پہنچ گئے تو ادھر اُدھر جانے والے مسلمان آپ کے پاس جمع ہونے لگے، اس طرح مسلمانوں کی حالت بہتر ہوگئی اور ان کی قوت میں اضافہ ہونے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑ کی ایسی جگہ پر قلعہ بند ہوئے جہاں مشرکین کا پہنچنا محال تھا۔ جونہی مشرکین ادھر کا رخ کرتے، مسلمانوں کے تیر انہیں ہلاک کردیتے تھے جیسا کہ سیّدنا سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تیروں نے مشرکین کو ہلاک کیا تھا۔ مجاہدین اپنی قیادت کی سرپرستی میں اس جگہ بالکل محفوظ تھے۔ یہاں سے مشرکین صاف نظر آرہے تھے۔

ابوسفیان نے آخری مرتبہ فیصلہ کن حملے کی کوشش کی لیکن وہ خائب وخاسر رہا اور مایوس ہوگیا، دیگر قائدین قریش بھی مایوس ہوگئے۔ انہیں یقین ہوگیا کہ مسلمانوں کے دوبارہ منظّم ہوجانے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد محفوظ پناہ گاہ میں جمع ہوجانے کے بعد اب ان سے ازسرنو مقابلہ کرنا ممکن نہیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ مکی لشکر کے لوگ بری طرح تھک چکے تھے۔ اس کے علاوہ انہیں جنگ کے پہلے مرحلے میں مسلمانوں کے ہاتھوں ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑا تھا جس کی بنا پر مکی فوج کے دلوں میں مسلمانوں کا دبدبہ بیٹھ گیا تھا کیونکہ مسلمانوں نے مکی لشکر کے علمبرداروں کا صفایا کردیا تھا اور مشرکین کو شکست دے کر بھگا دیا تھا۔ یوں قائدین قریش مسلمانوں کو مزید نقصان پہنچانے کی سکت سے محروم اور مایوس ہوگئے۔ ابوسفیان نے جنگ ختم کرکے کوچ کرنے کو حکم دے دیا۔ اس طرح جنگ ختم ہوگئی۔ اور احد کے علاقے میں فوجی کارروائیاں بند ہوگئیں۔

خالد بن ولید کے حملہ کے بعد بلاشبہ مسلمانوں کا خاصا نقصان ہوا۔ لیکن اس کے باوجود جنگ کا آخری منظر ملاحظہ کیجیے کہ سب سے پہلے مشرکین نے میدان جنگ خالی کیا بلکہ اپنی جان چھڑا کر میدان سے بھاگے۔ ان کے حوصلے ٹوٹ چکے تھے۔ انہوں نے کسی مسلمان کو قید کیا نہ انہیں میدان جنگ سے کوئی مال ملا۔ اس کے برعکس مسلمانوں کے حوصلے بلند تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے اگلے روز 16 شوال بروز اتوار کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم نے اپنی زرہ پہنی۔ جو کچھ جنگ میں آپ پر گزری، اس کے آثار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر نمایاں تھے۔ آپ کا رخسار، آپ کی پیشانی اور آپ کا ہونٹ مبارک جو زخمی ہو گیا تھا، ابھی تک سوجے ہوئے تھے۔ آپ کے دو دانتوں کا شہید ہو جانا آپ کے لیے تکلیف کا باعث بنا اور آپ کا دایاں کندھا جس پر ابن قمیہ کی تلوار اچھل کر پڑی تھی، شدت سے دکھنے لگا۔ اس کندھے نے آپ کو پورے ایک ماہ تک درد میں مبتلا رکھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مؤذن بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ وہ مومنوں کو جنگ کے لئے بلائیں۔ اس صبح کی تقریب میں شریک ہونے کی صرف انہی لوگوں کو اجازت تھی جو پچھلے روز کی جنگ میں شامل تھے۔ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گرج دار آواز مدینے کی گلیوں میں گونج اٹھی اور اس آواز نے ہر مسلمان کو گھر تک نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچا دیا۔ جب مسلمانوں نے جنگ کے لیے جمع ہونے کے احکامات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سنے تو وہ اپنی اپنی چٹائیوں سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ان میں اکثریت زخمیوں کی تھی جن میں بعض کو نسبتاً شدید زخم آئے تھے۔ وہ درد اور اذیت کے مارے رات بھر سو نہیں سکے تھے۔ عورتیں تمام رات ان سپاہیوں کی تیمارداری کرنے، ان کے زخم دھونے اور ان کی مرہم پٹی کرنے میں مصروف رہی تھیں۔ ان لوگوں کی تعداد زیادہ نہیں تھی جنہیں جنگ کے قابل کہا جا سکتا، تاہم مسلمان اپنی اپنی چٹائیوں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ درد سے کراہنے یا بلبلانے کی ایک بھی آواز نہیں آئی، بعض لنگڑا کر چلنے لگے، بعضوں نے عجلت میں تیاری کی۔ بعض حضرات نے عارضی بیساکھیوں سے کام لیا اور بعض اپنے احباب کا سہارا لینے کے لیے ان کی کمر میں ہاتھ ڈال کر چلنے لگے۔ وہ لنگڑاتے اور لڑکھڑاتے ہوئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو پر جوش آواز میں کہا ''لبیک یارسول اللہ۔'' پھر یہ تھکے ماندے، زخمی مسلمان، اپنے تھکے ماندے اور زخمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں، کفار سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہو پڑے، ان کی تعداد تقریباً 500 تھی۔ جب مسلمان جنگ

کے لئے جمع ہو رہے تھے تو روحاء کے مقام پر قریش کے پڑاؤ میں اندھا دھند بحث جاری تھی۔عکرمہ جو گزشتہ دن کی نسبت کچھ کم آمادہ پیکار نہیں تھا، اس دلیل کی بنا پر پلٹ کر جنگ کرنے پر مصر تھا کہ لڑائی کے نتیجے میں مسلمان بے حال ہیں اور اس سے قبل کہ وہ اس دھچکے سے دوبارہ سنبھلنے پائیں، ان پر حملہ کر کے انہیں بالکل ملیامیٹ کر دیا جائے۔"اتنا ہی کافی ہے" صفوان ابن امیہ نے جواب دیا، ہم نے جنگ جیت لی ہے اور ہمیں اس فتح پر اکتفار کرنا چاہیئے۔اگر مسلمان بے حال ہیں تو ہماری حالت بھی کچھ اتنی اچھی نہیں، ہمارے بہت سے گھوڑے اور متعدد آدمی زخمی ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ اگلے حملے میں اگر اس میں ہم اپنی موجودہ جمعیت کے ساتھ حصہ لیں تو ہم اتنے خوش قسمت ثابت نہ ہوں جتنے کل تھے۔"

اب تک قریش کے سردار 300 بھگوڑے منافقین کے بارے میں سن چکے تھے انہیں یہ خدشہ پریشان کر رہا تھا کہ ان 300 آدمیوں کو پشیمان ہو کر دوبارہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آملنے کا بھی امکان تھا اور اس صورت میں مسلمانوں کی تعداد میں تازہ دم سپاہ کا اضافہ ہو جاتا۔ جب یہ بحث جاری تھی تو قریش کے سپاہیوں کو دو مسلمان مخبروں کا جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے بھیجا تھا، علم ہو گیا۔انہوں نے مخبروں کو گرفتار کر لیا اور انہیں فوراً قتل کر دیا گیا لیکن ان کی موجودگی نے صفوان اور ابوسفیان کے ان خدشات کی تصدیق کر دی کہ مسلمان جارحیت کی طرف مائل اور جنگ کے متمنی ہیں۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی راستہ میں تھے کہ قریش کی معروف کاروباری شخصیت معبد الخزاعی جو ادھر (حمراء الاسد) سے گزر کر روحاء میں پہنچا اور ابھی مشرف بہ اسلام نہ ہوا تھا۔ابوسفیان نے اس سے اسلامی لشکر کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے کہا "حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسا لشکر لے کر آ رہے ہیں جس کی مثال آج تک دیکھنے میں نہیں آئی۔اس فوج میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو احد میں شریک نہ ہوئے تھے۔انتقام کے جوش میں ان کی تلواریں میان سے نکلی ہوئی ہیں۔" یہ سن کر ابوسفیان طرح طرح کے تفکرات میں غرق ہو گیا۔کبھی اسے خیال گزرتا کہ احد کی فتح یابی کے بعد

(حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ سے فرار بہتر ثابت ہوگا۔ مبادا مقابلہ کرنے کی صورت میں جیتی ہوئی بازی ہارنا پڑے۔ عرب خصوصاً میرے رفقاء ہی مجھے ملامت کریں گے۔ اسے یہ وہم بھی گزرتا کہ شکست کی صورت میں ہمارے خلاف قضا وقدر کا یہ آخری فیصلہ ہوگا جس کے بعد ہم کبھی نہ سنبھل سکیں گے۔ آخر ہمیں کیا کرنا چاہئے جس سے ملک میں سرخ رو رہ سکیں؟ ابوسفیان کو ایک تدبیر سوجھی۔ جب قبیلہ عبدالقیس کا ایک کارواں مدینہ کی طرف جاتے ہوئے اس نے دیکھا اور اسی کی زبانی حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ تہدید پہنچانے کی سازش بنائی۔ جونہی قبیلہ مذکور حمراء الاسد (منزل گاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) میں پہنچا تو انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف سے کہا: ''ابوسفیان آندھی کی طرح آرہا ہے تاکہ مسلمانوں کو جڑ سے اکھاڑ کر نابود کردے۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو اظہار ضعف و عجز کے بغیر اپنے قدموں پر جمے رہے اور قریش کے سامنے (انہیں دکھانے کی غرض سے) اپنا استقلال ثابت کرنے کے لیے مسلسل تین شب تک آگ کا بہت بڑا الاؤ جلائے رکھا۔ ابوسفیان بھی آلاؤ کو جلتا ہوا دیکھتا رہا۔ آخر اس کی ہمت دوسرا مقابلہ کرنے سے جواب دے گئی۔ ابوسفیان نے اسی وقت مکہ کی طرف کوچ کرنے کے احکام دیئے اور لشکر قریش روانہ ہوگیا۔ اسلامی لشکر اس مقام پر چار راتیں گزارنے کے بعد واپس مدینہ لوٹ آیا۔ اسے غزوہ حمراء الاسد کہتے ہیں۔

غزوہ احد میں مسلمانوں کا مقصد اپنے شہر اور دین اسلام کی سلامتی تھا، وہ انہوں نے حاصل کرلیا۔ کفار کی جنگ کا مقصد مسلمانوں کو نست و نابود کرنا تھا، اس میں وہ بری طرح ناکام رہے۔ اب خود فیصلہ کرلیں کہ اس جنگ میں کون جیتا اور کون ہارا؟ اور ایک اہم بات کہ جنگ کے اختتام پر ابوسفیان نے چیلنج دیا تھا کہ اگلے سال بدر میں پھر تم سے جنگ کا معرکہ ہوگا۔ اس پر نبی کریم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ہاں! یہ ہمارا تمہارا وعدہ ہے۔ ان شاءاللہ! ابوسفیان کے اس چیلنج کا کیا نتیجہ نکلا، سیرت وتاریخ کا معمولی سا طالب علم بھی اس سے بے خبر نہیں۔

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شیر سیّدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت یوم احد کے اہم ترین اور المناک واقعات میں سے ایک ہے۔ یہ واقعہ جنگ کے کس مرحلے میں پیش آیا، اس کے بارے میں وثوق سے کچھ کہنا مشکل ہے۔

امام بخاری، ابوداؤد، الطیالسی، ابن اسحاق اور دیگر اہل تحقیق نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا واقعہ آپ کے قاتل وحشی کی زبان سے یوں نقل کیا ہے:

''جنگ بدر میں سیّدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طعیمہ بن عدی کو قتل کیا تھا۔ جب قریش مکہ جنگ احد کے لئے روانہ ہوئے تو میرے مالک جبیر بن مطعم نے مجھے کہا۔ ''اگر تم میرے چچا طعیمہ کے عوض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو قتل کردو تو تم آزاد ہو۔'' (یاد رہے کہ جبیر بن معطم بعد میں مسلمان ہو گئے تھے) چنانچہ میں بھی کفار کے لشکر میں شامل ہو کر احد کی جانب روانہ ہو گیا۔ چونکہ میں حبشی النسل تھا اور حربہ (چھوٹا نیزہ) مارنے میں کمالِ مہارت رکھتا تھا۔ شاذونادر ہی میرا وار کبھی خطا جاتا تھا۔ اس لیے جب جنگ شروع ہوئی اور دونوں فریق ایک دوسرے سے مصروفِ پیکار ہو گئے تو میں صرف حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرگرمیوں کو تاڑتا رہا۔ آپ ایک خاکستری اونٹ کی طرح نظر آ رہے تھے۔ جہاں سے گزرتے، اپنی تلوار آب دار سے صفوں کو الٹ پلٹ کے رکھ دیتے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلہ میں کھڑا ہونے کی کسی میں جرأت نہ تھی۔ میں نے پوچھا۔

''یہ کون ہے جو جس طرف سے گزرتا ہے، لوگ بھاگ کھڑے ہوتے ہیں؟''

لوگوں نے مجھے بتایا۔

''یہی حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں۔''

میں نے انہیں اب پہچان لیا تھا، اس لیے اب ان پر ضرب لگانے کی تیاری کرنے لگا۔ اسی اثناء میں سباع بن عبدالعزیٰ الغبشانی سامنے آ نکلا۔ جب حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے دیکھا، تو للکارتے ہوئے کہا۔

"**ھلم الی یا ابن مقطعة البظور**...... اے شرمگاہ کی چمڑی کاٹنے والی کے چھوکرے! آ میری طرف دو دو ہاتھ ہو جائیں۔**الحاد اللّٰہ و رسولہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم**...... تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی رکھتا ہے۔"

(صحیح بخاری رقم الحدیث 4072، مسند احمد رقم الحدیث 16077) اتنا کہہ کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر حملہ کر دیا اور آن واحد میں اسے موت کی آغوش میں دے دیا اور اس کے بے جان لاشہ سے زرہ اتارنے کے لئے جھکے۔ میں ایک چٹان کی اوٹ میں تاڑ لگائے بیٹھا تھا۔ اسی اثنا میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پاؤں پھسلا، تو زرہ سرکنے سے آپ کا پیٹ ننگا ہو گیا۔ میں نے اپنے چھوٹے نیزے کو پوری قوت سے اپنی گرفت میں لہرایا۔ جب مجھے تسلی ہوگئی، تو میں نے تاک کر وہ نیزہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شکم پر دے مارا، جو ناف کے نیچے سے اندر گھسا اور پار نکل گیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غضب ناک شیر کی طرح مجھ پر جھپٹنا چاہا، لیکن زخم کاری تھا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھ نہ سکے۔ میں وہاں سے چلا آیا۔ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی، تو میں وہاں گیا اور اپنا نیزہ اٹھا لیا۔"

وحشی کا کہنا تھا:

"مجھے اس سے زیادہ جنگ میں کوئی دلچسپی نہ تھی۔ میں نے اپنی آزادی کا راستہ ہموار کر لیا تھا۔ چنانچہ واپس آ کر ایک کونے میں بیٹھ گیا اور لوگوں کی جنگ کا تماشہ دیکھتا رہا۔ جب جنگ ختم ہوئی، تو میں اپنے مالک کے ساتھ واپس آ گیا۔ اس نے حسبِ وعدہ مجھے آزاد کر دیا۔ اس کے بعد میں مکہ میں رہائش پذیر ہو گیا۔ جب مکہ فتح ہوا، تو میں بھاگ کر طائف آ گیا، لیکن جب اہل طائف کا وفد اسلام قبول کرنے کے لئے جانے لگا، تو مجھ پر دنیا تاریک اور زمین کی وسعتیں تنگ ہونے لگیں۔ میں اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا۔ پھر مجھے خیال آیا کہ میں کیوں نہ یمن، شام یا کسی اور ملک کی طرف چلا جاؤں اور باقی زندگی آرام سے گزاروں۔ میں اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ ایک شخص نے مجھے کہا۔

''اللہ کی قسم! رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے شخص کو ہرگز قتل نہیں کرتے جو آپ کے دین میں داخل ہو جائے اور حق کی شہادت دے۔''

اس کی یہ بات سن کر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ مدینہ طیبہ جا کر اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں پیش کر دوں۔ چنانچہ میں طائف سے روانہ ہو کر مدینہ منورہ پہنچا۔ لوگوں نے جب مجھے دیکھا، تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میری آمد کی اطلاع دی۔ اس داعی حق صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بہادر اور ازحد عزیز چچا کے قاتل کو اپنے قابو میں پا کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے وہی بات نکلی، جو ہادی برحق کی شان رفیع کے شایاں تھی، فرمایا:

''اسے چھوڑ دو، اسے کچھ نہ کہو۔ ایک آدمی کا اسلام قبول کرنا، مجھے اس بات سے زیادہ عزیز ہے کہ میں ایک ہزار کفار کو تہ تیغ کروں۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے بالکل قریب کھڑے ہوئے کلمہ شہادت "**اشهد ان لا الٰه الا اللّٰه و اشهد ان محمداً عبدهٗ و رسوله**" پڑھتے دیکھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت حیرت ہوئی۔ دریافت فرمایا:

''کیا تم وحشی بن حرب ہو؟''

میں نے عرض کیا۔

''جی ہاں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!''

فرمایا:

''بیٹھ جاؤ اور مجھے سناؤ کہ تم نے حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کس طرح شہید کیا؟''

میں نے (نہایت افسوس اور شرمندگی کی حالت میں) تفصیل سے سارا واقعہ سنایا۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیفرمایا۔

☆ **فهل تستطيع أن تغيب وجهك عني؟** (بخاری رقم الحدیث 4072)

''کیا تو میرے سامنے سے اپنا چہرہ اوجھل کر سکتا ہے؟''

یعنی کیا تم ایسا کر سکتے ہو کہ میرے سامنے نہ آیا کرو کیونکہ تمہیں دیکھ کر میرے چچا کا غم تازہ ہو جاتا ہے۔

یہ سن کر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس سے آ گیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی میں پھر حضرت ابودسمہ وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حرب سامنے نہیں بیٹھتے تھے بلکہ محفل میں چھپ کر بیٹھتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابودسمہ وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حرب کہتے ہیں کہ میں نے بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے لئے دعائے مغفرت کیجیے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا:

☆ **یا وحشی! اخرج فقاتل فی سبیل اللّٰہ، کما قاتلت لتصد عن سبیل اللّٰہ۔"**

"اے وحشی! جاؤ اور اب اللہ کی راہ میں بھی اسی طرح لڑو جس طرح (لوگوں کو) اللہ کے راستے سے روکنے کے لیے لڑا کرتے تھے۔" (المعجم الکبیر للطبرانی، مجمع الزوائد)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں جب ختم نبوت کے انکار کے فتنہ کی آگ عرب کے بعض علاقوں میں بھڑک اٹھی، تو ایک لشکرِ اسلام حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں جھوٹے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کے لئے نجد بھیجا گیا۔ اس میں حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے۔ انہوں نے سوچا کہ اگر اس جنگ میں میرے ہاتھوں مسیلمہ کذاب ہلاک ہو جائے تو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا کفارہ ادا ہو جائے گا۔ چنانچہ وہ اسی سوچ کے ساتھ اس جنگ میں اترے۔ اس جنگ میں بڑے گھمسان کا رن پڑا۔ مسلمانوں کے سخت محاصرے اور جانبازی کو دیکھ کر کفار گھبرا گئے اور مسیلمہ سے پوچھنے لگے کہ مسلمانوں کی ایک مٹھی بھر فوج نے جو ہمارے ہزاروں کی تعداد کے مقابلے میں بالکل بے حقیقت ہے، ہماری فوجوں کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ ہزاروں اب تک تلوار کے گھاٹ اتر چکے ہیں اور سیکڑوں اتر رہے ہیں، بے شمار پڑے زخمی کراہ رہے

ہیں۔ وہ وقت قریب ہے کہ مسلمان اس باغ کو بھی بزور طاقت ہم سے چھین لیں، تمہارا وعدہ نصرتِ ملائک اب کہاں ہے اور خدا کی مدد کب آئے گی؟ یہاں تو ہماری جان پر آ بنی ہے، کیا امداد الٰہی اس وقت آئے گی جب کہ ہماری جانیں لقمۂ اجل بن چکی ہوں گی؟ لیکن مسیلمہ کذاب ان کے اس یاس انگیز سوال کا کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکا جس سے لوگ اور مایوس ہوگئے اور حوصلہ ہار بیٹھے۔ اب کفار نے باغ میں پناہ نہ دیکھ کر قلعے کا رخ کیا اور باغ سے نکلنے لگے۔ مسیلمہ بھی لباس تبدیل کر کے باغ سے نکلنے لگا لیکن ایک انصاری مسلمان نے دُور سے پہچان کر حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حرب کو جو دروازے پر کھڑے تھے، بلند آواز سے پکار کر کہا کہ یہی مسیلمہ کذاب ہے، جانے نہ پائے۔ حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سنتے ہی فوراً ایسا تُلا ہوا نیزہ مارا کہ مسیلمہ وہیں گر کر ڈھیر ہوگیا اور ایک مجاہد صحابیہ حضرت ام عمارہ نے فوراً مسیلمہ کا سر اپنے بیٹے عبداللہ بن زید کی مدد سے کاٹ لیا۔ مسیلمہ کے مرتے ہی کفار نے بالکل حوصلہ چھوڑ دیا۔ مسیلمہ کے محل کے بالائی حصے سے ایک لڑکی نے چیخ و پکار کرتے ہوئے کہا:

"**وا امیر المؤمنین قتله العبد الاسود**" ہائے افسوس! امیر المؤمنین مسیلمہ کو ایک حبشی غلام نے قتل کر دیا۔ اس آواز کا بلند ہونا تھا کہ بنو حنیفہ کے لوگ جان بچانے کی غرض سے بھاگنے لگے۔ اب مرتدین بھاگ رہے تھے اور مسلمان ان کو قتل کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ پورا علاقہ اور قلعہ صاف ہوگیا۔ قریب تھا کہ یمامہ میں ایک آدمی بھی زندہ نہ بچتا لیکن وہاں کے سنجیدہ لوگوں نے امن کی درخواست کی اور اس طرح ایک بڑے کافر کا بڑا فتنہ، جہادِ مقدس کے ذریعہ سے ختم ہوا۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر اللہ تعالیٰ کی کروڑ ہا رحمتیں ہوں۔

اس کے بعد وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے:

☆ "**فان کنت قتلته فقد قتلت خیر الناس بعد رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم و قتلت شر الناس۔**"

"اگر میں نے اس شخص (سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو قتل کیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین آدمی تھا تو اس (مسیلمہ کذاب) کو بھی ہلاک کیا ہے جو بدترین خلائق تھا۔"

صحیح بخاری میں ہے کہ مسیلمہ کذاب کے قتل میں حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ایک انصاری بھی شریک ہوئے تھے۔ واقدی، اسحاق بن راہویہ اور حاکم کہتے ہیں کہ عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور بعض عدی بن سہل اور بعض ابودجانہ اور بعض زید بن الخطاب کا نام بتلاتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ شن بن عبداللہ تھے جیسا کہ ذیل کے اشعار سے معلوم ہوتا ہے:

الم ترانی و وحشیهم ضربنا مسیلمة المفتن

فلست بصاحبه دونه و لیس بصاحبه دون شن

کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ میں اور وحشی دونوں نے مل کر مسیلمہ فتنہ پرداز کو مارا ہے۔ لوگ مجھ سے مسیلمہ کذاب کے قتل کی بابت دریافت کرتے ہیں کہ کس نے مارا؟ میں نے جواب دیا کہ میں نے تلوار ماری اور وحشی نے نیزہ مارا۔ پس حاصل یہ کہ مسیلمہ کا مستقل قاتل نہ تو میں ہوں اور نہ وحشی کو بغیر شن کی شرکت کے مستقل قاتل کہا جا سکتا ہے۔

(فتح الباری جلد 7، صفحہ 284، 285)

حضرت ابودسمہ وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حرب بنی نوافل کے موالی میں سے تھے۔ دور جاہلیت میں ان کا شمار موالی کے بہادروں میں ہوتا تھا۔ انہوں نے کئی جنگوں میں مسلمانوں کے ساتھ مل کر کفار کے خلاف جہاد کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام کے میدان جہاد میں گئے اور رومیوں کے خلاف یرموک کی خونیں جنگ میں دادِ شجاعت دی۔ قیاس یہ ہے کہ انہوں نے اور معرکوں میں بھی حصہ لیا ہوگا۔ شام کی فتح کے بعد انہوں نے حمص میں مستقل سکونت اختیار کر لی اور وہیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت 25ھ میں وفات پائی۔

ان کی قبر معروف صحابی رسول حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کے نزدیک واقع ہے۔

حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حرب سے یہ حدیث مروی ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہم کھانا کھاتے ہیں مگر سیر نہیں ہوتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید تم الگ الگ بیٹھ کر کھانا کھاتے ہو۔ صحابہ نے عرض کی، جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اکٹھے مل کر اللہ کا نام لے کر کھایا کرو تو کھانے میں برکت ہوگی۔''

(ابوداؤد رقم الحدیث 3764، ابن ماجہ رقم الحدیث 3286)

غزوہ احد میں سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیغ زنی کے وہ جوہر دکھائے، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ بلا مبالغہ جنگ کے ہیرو تھے۔ انہوں نے ثابت کر دیا کہ وہ واقعی اسد اللہ اور اسد الرسول ہیں۔ دو دھاری تلوار ہاتھ میں لئے ان کے لپکنے، جھپٹنے، جھپٹ کر پلٹنے کو جن لوگوں نے دیکھا، عش عش کر اُٹھے:

چمکتے تھے شہاب آسا جھپٹتے تھے عقاب آسا

بدر کے بعد ایک عرصہ تک ان کی شمشیر بازی کے قصے لوگوں میں دہرائے جاتے رہے۔ مشرکین کے دلوں میں ان کی ہیبت طاری تھی۔ اس روز ابوشبیہ اور سباع بن عبدالعزیٰ سمیت کئی کفار آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شمشیر قاہرہ شگاف کی زد میں آ کر لقمہ اجل بنے۔

کفار اتنے بزدل تھے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سامنا کرتے ہوئے بھی لرزتے تھے۔ وہ جنگ بدر کا بدلہ لینے کے لیے ان سے علی الاعلان لڑنے کا حوصلہ ہی نہیں رکھتے تھے۔ اسی لیے انہوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فریب دے کر انتہائی بزدلی سے قتل کرنے کا حربہ اپنایا، یعنی وحشی کو ان کے پیچھے لگا دیا اور خود حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سامنا کرنے کی ہمت نہ کر سکے۔ محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں:

''اللہ کے شیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے، انہیں اس

طرح شہید نہیں کیا گیا جس طرح بہادر ایک دوسرے کے آمنے سامنے آ کر قتل کرتے اور قتل ہوتے ہیں بلکہ کفار نے آپ کو اس طرح مارا جیسے شرفاء کو اندھیرے میں فریب سے قتل کر دیا جاتا ہے۔ کیا عرب کے تمام سورماؤں میں سے کوئی ایک بھی حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہم پلہ نہ تھا؟ کیا کوئی سمجھتا تھا کہ وہ معرکے میں موت کی صفوں سے بصد ناز گزرنے والے سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کو دیکھ سکے گا؟ جب تاریکیٔ شب میں چھپ کر قتل کی پرفریب کارروائی کی جاتی ہے تو شجاعت و شرافت کچھ کام نہیں آتی اور بہادر آدمی جان کی بازی ہار جاتا ہے۔'' (موسوعۃ الغزوات الکبریٰ لباشمیل)

جنگ اُحد میں ابوسفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ اور اس کی ساتھی عورتوں نے مسلمان شہدا کی لاشوں کا مثلہ کیا۔ انہوں نے شہید صحابہ کے کان ناک کاٹ ڈالے۔ اس نے ان کٹے کانوں کی مالائیں اور پازیبیں بنائیں اور اپنی باندیوں اور خادماؤں میں بانٹ دیں۔ اس نے سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل وحشی کو کٹے اعضاء کے ہار اور بالیاں پیش کیں۔ ہند نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیٹ چاک کر کے کلیجہ نکالا اور چبانے کی کوشش کی، لیکن نگل نہ پائی اور تھوک دیا۔ پھر وہ ایک بلند ٹیلے پر چڑھ گئی اور بلند آواز میں یہ اشعار پڑھنے لگی:

نحن جزینا کم بیوم بدر　　والحرب بعد الحرب ذات سعر

ماکان عن عتبة لی من صبر　　ولا أخی و عمه و بکری

شقیت نفسی و قضینا نذری　　شفیت وحشی غلیل صدری

ترجمہ: ہم نے تم سے بدر کے دن کا بدلہ لے لیا، پہلی جنگ کے بعد کی جانے والی دوسری جنگ زیادہ بھڑکنے والی ہوتی ہے۔ مجھے اپنے باپ عتبہ کی طرف سے قرار تھا نہ اپنے بھائی ولید، اس کے چچا شیبہ اور اپنے پلوٹھے حنظلہ بن ابوسفیان کی طرف سے صبر تھا۔ میں نے اپنے جی کو ٹھنڈا کیا اور اپنی نذر پوری کر لی۔ اور وحشی تو نے میرے سینے کی

آ گ بجھا دی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ نے آ گ پر حرام کر دیا ہے کہ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گوشت بھی چکھ سکے۔ اگر ہند کے پیٹ میں کلیجہ چلا جاتا تو اس پر بھی آ گ حرام ہو جاتی۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ ہند بنت عتبہ نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اعضا سے دو کنگن، دو بازو بند اور دو پازیبیں بنائیں، انہیں اور آپ کے کلیجے کو مکہ لے گئی۔ ابوسفیان حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لاشے کے پاس سے گزرا تو ان کے چہرے پر نیزے کی انی چبھوئی اور کہا: او نافرمان، اپنے عمل کا مزہ چکھ لے۔ حلیس بن زبان نے دیکھ لیا اور کہا: اے بنو کنانہ، دیکھو، قریش کا سردار اپنے چچازاد سے کیا سلوک کر رہا ہے؟ ابوسفیان نے کہا: کسی کو مت بتانا، مجھ سے غلطی ہو گئی ہے۔ میں نے مثلہ کرنے کا حکم دیا نہ روکا، پسند کیا نہ برا سمجھا، مثلہ کرنا مجھے برا لگا ہے، اچھا نہیں لگا۔ (مسند احمد، رقم 4414)۔ احد کے شہدا کی اکثریت کی لاشیں قطع و برید سے سلامت نہ رہی تھیں۔ ایک حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابو عامر کی نعش کا مثلہ نہ کیا گیا تھا، کیونکہ ان کا باپ مشرکوں کی صف میں شامل تھا، اس لئے اسے چھوڑ دیا گیا۔

غزوہ احد میں جب جنگ ختم ہو گئی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بار بار پوچھتے۔

☆ **ما فعل عمی؟ ما فعل عمی؟**

''میرے چچا جان نے کیا کیا ہے؟ مجھے میرے چچا جان کا کارنامہ بتاؤ۔''

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی۔

''جب لشکر اسلام میں بھگدڑ مچی تو میں نے انہیں ان چٹانوں کے پاس دیکھا، وہ کہہ رہے تھے۔

☆ **"انا اسد اللّٰہ و اسد رسولہ۔"**

میں اللہ کا شیر ہوں اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا شیر ہوں۔

بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کی موت پر نگاہ ڈالی۔ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے اس قدر بھیانک منظر کبھی نہ دیکھا تھا۔ شفیق چچا کا جسد اطہر دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر روئے کہ ہچکی بندھ گئی۔ اللہ کی توحید کے اعلان اور محبت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے جرم میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش کا مثلہ کر دیا گیا تھا۔ ناک، آنکھیں، کان، پیٹ، دل، سینہ سب کاٹ دیا گیا تھا۔ آہ! یہ کتنا رُوح فرسا اور کیسا الم انگیز منظر تھا جسے دیکھ کر صبر و استقامت کے کوہ گراں سیّد کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں سے آنسوؤں کے گوہر ہائے آبدار ٹپ ٹپ گرنے لگے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا جان کی لاش پر آخری نگاہ ڈالی اور رنج و قلق میں ڈوبے ہوئے لہجے میں ارشاد فرمایا:

☆ "رحمة اللّٰه عليك، فانك كنت ماعلمتك الا فعالا للخيرات و صولا للرحم۔"

"(اے میرے شفیق چچا جان!) آپ پر اللہ کی رحمتیں ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ آپ بہت بھلائیاں کرنے والے اور خوب صلہ رحمی کرنے والے تھے۔"

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دردناک شہادت پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بے حد غمگین اور غصے کی حالت میں تھے۔ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم سیّدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالمطلب پر جس طرح روئے، اس طرح میں نے ان کو کبھی روتے نہیں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح روئے کہ آواز بلند ہوگئی۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش پر آ کر ٹھہرے تو اسے دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (بچشم تر) فرمایا "ایسی مصیبت جیسی حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پڑی، دنیا میں کسی پر نہ پڑی ہوگی۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار فرما رہے تھے کہ مجھے کسی بھی موقع پر اتنا غصہ نہیں آیا جتنا آج آیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے مشرکین پر غلبہ دیا تو) میں اپنے چچا کے بدلے میں ان کے ستر

آدمیوں کا مثلہ کروں گا۔"

اس پُر ملال موقع پر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مجروح دل کی تسکین کے لیے یہ آیت نازل فرمائی:

☆ **وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ، وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ، وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ۔ (النحل : 127-126)**

ترجمہ: "اور اگر تم (انہیں) سزا دینا چاہو، تو انہیں سزا دو لیکن اس قدر جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے اور اگر تم (ان کی ستم رانیوں پر) صبر کرو تو یہ صبر ہی بہتر ہے صبر کرنے والوں کے لئے اور آپ صبر فرمائیے اور نہیں ہے آپ کا صبر مگر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اور رنجیدہ نہ ہوا کریں ان کی (ہٹ دھرمی) پر اور نہ غمزدہ ہوا کریں اُن کی فریب کاریوں سے۔"

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر اختیار فرمایا، مشرکین کی کسی لاش کا مثلہ نہیں کیا اور اپنے امتیوں کو بھی مثلے کی ممانعت فرمادی اور قسم کا کفارہ دے دیا۔ ایسے جذبات تقاضائے فطرت کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ اگر ایسے جذبات پیدا ہی نہ ہوں تو پھر صبر وضبط اور استقلال کی اہمیت ہی ختم ہو جاتی ہے۔ ایسے جذبات کا نہ ہونا کمال نہیں بلکہ کمال تو یہ ہے کہ ایسے جذبات برانگیختہ ہوں مگر قابو میں رہیں اور حکم شریعت اور فرمان خداوندی پر اس طرح عمل ہو جیسے فطری جذبہ پر ہوتا ہے۔ یہی کیفیت حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرام کے مذکورہ بالا جذبہ میں کارفرما تھی۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش دیکھی تو رو پڑے۔ اس قدر روئے کہ ہچکی بندھ گئی۔ بعد ازاں فرمایا:

☆ **"سيد الشهداء عند الله تعالىٰ يوم القيامة حمزه"**

"قیامت کے دن اللہ کے نزدیک تمام شہیدوں کے سردار حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں

گے۔'' (مستدرک حاکم)

ایک روایت کے مطابق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

☆ "حمزة خير الشهداء۔ حمزہ بہترین شہید ہیں۔''

اسی اثنا میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حقیقی بہن حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت عبدالمطلب لڑائی کا حال معلوم کرنے مدینہ سے نکلیں۔ انہیں میدان جنگ کی طرف آتے دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اندیشہ ہوا، مبادا وہ اپنے بھائی کی نعش کو اس پراگندہ حالت میں دیکھ کر صبر کا دامن چھوڑ دیں اور انتہائی دکھی اور پریشان ہو جائیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بیٹے سیّدنا حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن العوام کو حکم دیا:

''آپ اپنی والدہ ماجدہ کے پاس جائیں اور انہیں وہیں سے واپس بھیج دیں تاکہ وہ اپنے بھائی کو نہ دیکھ سکیں کہ اُن کی کیا حالت ہوگئی ہے۔''

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں لاش کے پاس جانے سے منع کیا، تو وہ بولیں۔

''میں نے اپنے بھائی کا ماجرا سن لیا ہے، لیکن اللہ کی راہ میں یہ کوئی بڑی قربانی نہیں۔ میں اس مصیبت پر صبر کروں گی اور اس کے ثواب کی امید رکھوں گی۔ ان شاء اللہ۔''

جب اس بات کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا، تو انہوں نے اجازت دے دی۔ صبر و استقامت کی پیکر یہ خاتون لاش پر گئیں۔ عزیز بھائی کو ٹکڑے ٹکڑے دیکھ کر آنکھوں سے سیل اشک بہہ نکلا، لیکن زبان سے صرف انا للہ و انا الیہ راجعون نکلا۔ اس موقع پر انہوں نے نہایت حزن و ملال کی کیفیت میں یہ اشعار پڑھے:

دعاه الله الحق ذو العرش دعوة الی جنة یحیا بها و سرور

سچے معبود عرش والے نے انہیں ایک (سچی) بات کی طرف (یعنی) جن کی طرف (اور جنت کی) خوشیوں کی طرف بلایا جس کے ذریعے وہ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔''

(مسند احمد، ابن ماجہ)

ہوا حمزہ کی میت پر گزر شان رسالت کا
تاثر دیدنی تھا مہر تاباں کی جلالت کا
صفیہ بنت عبدالمطلب ہمشیرہ حمزہ کی
بہت تھی ان کے دل میں عزت و توقیر حمزہ کی
یہاں تشریف لائیں اپنے بھائی کی زیارت کو
خدا کے اور ملت کے فدائی کی زیارت کو
زبیر ابن العوام ان کے پسر تھے پاس حضرت کے
ہوئے ان پر ہویدا اس گھڑی احساس حضرت کے
کہا رو کر میری پھوپھی کو میت پر نہ آنے دو
دل زخمی کو ان کے یہ نیا چرکا نہ کھانے دو
الم انگیز ہے قطع و برید چہرہ حمزہ
بہن کو رنج دے شاید یہ دید چہرہ حمزہ
پسر نے جا کے مادر کو مگر جس وقت سمجھایا
تو قلب مسلمہ ہر حال میں صبر آشنا پایا
گئیں وہ میت حمزہ پہ روئیں نہ چلائیں
نظر چہرے پر ڈالی فاتحہ پڑھ کر چلی آئیں

خونِ شہادت کے چھینٹے اللہ تعالیٰ کے یہاں مشک وعنبر سے بھی کہیں زیادہ عطر افشاں اور بے حد قیمتی ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے انہیں دھونے کی اجازت نہیں۔ شہدا کے اسی اعزاز اور امتیاز کو برقرار رکھتے ہوئے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ شہدا کو غسل نہ دیا جائے، اُن کے خون میں لت پت کپڑے نہ اتارے جائیں بلکہ انہیں کپڑوں میں دفن کیا جائے۔ نیا کفن نہ دیا جائے، ہاں اگر جسم پر موجود کپڑے کفن مسنون سے کم ہو جائیں تو انہیں پورا کر دیا جائے۔ جب کہ مرد کے لئے مسنون کفن تین کپڑوں پر مشتمل ہے۔ شہدائے

اُحد کی تجہیز وتکفین میں بھی اسی اصول کو ملحوظ رکھا گیا۔ لیکن سید الشہداء سیّدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور علمبر دار مہاجرین سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاشوں کے ساتھ مشرکین نے جو بہیمانہ اور وحشیانہ سلوک کیا تھا، اس سے ان کے وجود پر کپڑے بھی پورے باقی نہیں رہے تھے۔ اس وجہ سے انہیں کفن دیا گیا مگر ان کفن کی نوعیت کیا تھی؟ یہ حدیث غم بھی سینہ تھام کر دل کے کانوں سے سننے کے لائق ہے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دو سفید چادریں ساتھ لائیں تھیں۔ کہنے لگیں کہ یہ دونوں چادریں میں بھائی کے لئے لائی ہوں۔ مجھے ان کے شہید ہونے کی اطلاع مل گئی تھی۔ انہیں ان چادروں کا کفن دے کر دفنا دیجیے۔ ہم وہ دونوں چادریں لے گئے تاکہ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفنا دیا جائے لیکن ہماری نظر سیّدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں گئی تو دیکھا کہ ایک انصاری حضرت سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بھی مشرکین نے ویسا ہی سلوک کیا تھا جیسا سیّدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا گیا تھا۔ ہمیں بڑی شرم آئی کہ ہم انصاری کی لاش تو بے کفن رہنے دیں اور سیّدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دو چادروں میں کفنا دیں، چنانچہ ہم نے ایک چادر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے اور ایک چادر شہید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے مخصوص کر دی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک سیاہ دھاریوں والی چادر کفن دیا۔ (چونکہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جسامت بھاری اور قد لمبا تھا، اس لئے اگر) ہم اس سے سر ڈھانپتے تو پاؤں ننگے ہو جاتے تھے اور پاؤں ڈھانپتے تو سر ننگا ہو جاتا تھا۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا:

☆ **أن يمدوها على راسه ويجعلوا على رجليه من الاذخر۔**

”چادر کے ذریعے سے ان کا سر ڈھانپ دو اور ان کے دونوں پاؤں پر اذخر

(خوشبودار) گھاس ڈال دو۔'' (مستدرک حاکم، مسند احمد)

حضرت حارثہ بن مضرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے (مرض الموت میں) حاضر ہوا، اُن کے لئے (مکمل) کفن لایا گیا تو حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھ کر رونے لگے اور فرمانے لگے ''حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تو پورا کفن بھی میسر نہ آ سکا، سوائے ایک چھوٹی سی چادر کے، جب اُسے سر پر ڈالا جاتا تو پاؤں سے ہٹ جاتی اور جب اُن کے قدموں پر ڈالی جاتی تو سر سے سرک جاتی۔ بالآخر اسے سر کی طرف پورا کیا گیا اور پاؤں پر اذخر گھاس ڈالی گئی۔ اسے احمد نے روایت کیا ہے۔

بقول حفیظ جالندھری:

شہادت کا مبشر شاہد حال شہیداں تھا　　کہ چادر تک نہ تھی پوری زمانہ تنگ داماں تھا

تھے خون و خاک ہی ملبوس اجسام شہیداں کے　　گیاہِ خشک نے حکم نبی سے ان کے تن ڈھانکے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے فرشتوں کو دیکھا کہ وہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حنظلہ بن راہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غسل دے رہے ہیں۔''

(طبرانی، معجم کبیر)

ایک دوسری روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ''عم رسول حضرت حمزہ بن عبد المطلب شہید کر دیئے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ''فرشتوں نے ان کو غسل دیا۔'' (مستدرک حاکم، طبقات ابن سعد)

سیرت نگاروں کا کہنا ہے کہ اس جنگ میں ستر مسلمان شہید ہوئے۔ سب سے پہلے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی گئی۔ اس کے بعد ایک ایک جنازہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازے کے ساتھ رکھ کر نماز جنازہ پڑھائی جاتی رہی اور یوں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ ستر بار اور ایک دوسری روایت کے مطابق بہتر بار پڑھائی گئی۔ یاد رہے کہ اس فضیلت میں کوئی اور شریک نہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم جس کسی جنازے پر تکبیر کہتے تو اس پر چار بار تکبیر کہتے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ستر بار تکبیر کہی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی تو سات تکبیرات کہیں، پھر جس شہید کو بھی لایا گیا اُس کے ساتھ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ کی بھی نماز جنازہ پڑھی حتیٰ کہ حضور نے حضرت حمزہ پر بہتر بار نماز جنازہ پڑھی۔

بعض مسلمانوں نے اپنے شہدا کو مدینہ منورہ میں دفنانے کی غرض سے اُٹھالیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کرتے ہوئے فرمایا: ''جس جگہ انہیں شہید کیا گیا ہے، انہیں وہیں دفناؤ۔''

غزوۂ اُحد میں شہید افراد میں سے دو، دو کو ایک قبر میں دفنایا جا رہا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا کہ جسے قرآن زیادہ یاد ہو، اُس شہید کو لحد میں مقدم رکھو۔

شہیدوں میں نبی کے یوں تو سب یارانِ ہمدم تھے
جنہیں قرآن زیادہ یاد تھا اس دم مقدم تھے
نبی نے اس طرح ستر خزانے دفن فرمائے
کہ اک اک قبر میں دو دو یگانے دفن فرمائے

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قبر میں اتارنے کے لئے سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبر میں اُترے تھے۔ اس موقع پر سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق سیدنا کعب بن مالک نے درج ذیل اشعار کہے تھے:

صفية! قومی ولا تعجزی　　و بكی النساء علی حمزه
ولا تسامی أن تطيلی البكا　　علی اسد اللّٰه فی الهزه
فقد كان عزا لأيتامنا　　وليس الملاحم فی البزة
يريد بذلك رضا احمد　　ورضوان ذی العرش والعزة

''اے صفیہ! اُٹھو، کمزوری کا مظاہرہ نہ کرو اور جا کر عورتوں سے مل کر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر آنسو بہاؤ۔ اور ہاں! حمزہ پر تھوڑی دیر نہیں بلکہ بہت دیر تک رونا۔ وہ بہادری کا مجسمہ تھے۔ وہ اللہ کے شیر تھے۔ ہمارے یتیموں کا آسرا تھے۔ ہتھیار پہن لیتے تو شیر غاب لگتے تھے۔ ان کے جنگوں میں کفار سے لڑنے کا واحد مقصد محض حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ رب العزت کی رضا جوئی تھا۔'' (سیرت ابن ہشام)

سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت پر حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے شدید رنج و ملال کا اظہار فرمایا اور نہایت غمگین ہو گئے، یہاں تک کہ آپ کی چشمان مقدس سے آنسو رواں ہو گئے۔ شرح مسند ابو حنیفہ، ذخائر عقبی اور سیرت حلبیہ میں روایت ہے:

ترجمہ: حضرت ابن شاذان رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے کہ ہم نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی اتنا اشک بار نہیں دیکھا جتنا کہ آپ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت پر اشکبار ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قبلہ کی جانب رکھا، پھر آپ جنازہ کے سامنے قیام فرما ہوئے، آپ اس قدر اشک بار ہوئے کہ سسکیاں بھی لینے لگے، قریب تھا کہ رنجیدگی کے سبب آپ پر بیہوشی طاری ہو جائے، آپ یہ فرماتے جاتے: اے حمزہ! اے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے چچا، اے رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے شیر! اے حمزہ! اے نیکیوں کو انجام دینے والے! اے حمزہ! اے مصیبتوں کو دور کرنے والے! اے حمزہ! اے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانب سے دفاع کرنے والے، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز جنازہ ادا فرماتے تو چار مرتبہ تکبیر فرماتے اور آپ نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ستر (70) مرتبہ نمازِ جنازہ ادا فرمائی۔

تدفین کے وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خود انہیں لحد میں قبلہ رخ رکھا اور حضرت عبداللہ بن جحش (امیمہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے) کے ساتھ دفن کیا۔ یہ ان کے

بھانجے اور رضاعی بھائی تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اُحد کے دن عبداللہ بن جحش نے مجھے کہا کہ آؤ ایک کونہ میں جا کر دعا مانگیں۔ میں دعا مانگوں گا، اس پر آپ آمین کہیں۔ پھر آپ دعا مانگیں، اس پر میں آمین کہوں گا۔ اس قبولیت کی گھڑی میں ہماری التجائیں قبول ہوں گی۔ چنانچہ ہم الگ ایک گوشہ میں چلے گئے۔ پہلے میں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور عرض کی: اے میرے رب! کل جب دشمن سے ہمارا مقابلہ ہو تو میرے مقابلہ میں ایک طاقتور اور ماہر جنگجو کو بھیج تاکہ میں تیری رضا کے لئے اس سے جنگ کروں اور وہ مجھ سے جنگ کرے، پھر مجھے اس پر غلبہ دے تاکہ میں اس کو قتل کردوں۔ حضرت عبداللہ نے میری دعا پر کہا آمین! پھر حضرت عبداللہ بن جحش نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور عرض کی: الٰہی میرے مقابلہ میں ایک ایسا کافر بھیج جو بڑا قوی اور تنومند ہو اور فن حرب کا ماہر ہو۔ میں تیری رضا کے لئے اس سے جنگ کروں اور وہ مجھ سے جنگ کرے، آخرکار وہ مجھے قتل کردے۔ پھر وہ مجھے پکڑے، میری ناک اور میرے کان کاٹ دے اور جب میں روز قیامت تجھ سے اس حالت میں ملاقات کروں تو تُو فرمائے ''اے میرے بندے کس جرم میں تیری ناک اور تیرے کان کاٹے گئے؟'' تو میں جواب میں عرض کروں۔ "فِيْكَ وَ فِـىْ رَسُـوْلِكَ" کہ تیری اور تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے جرم میں۔'' تو تُو فرمائے ''اے میرے بندے: تم سچ کہہ رہے ہو۔'' (اسی وجہ سے انہیں **"المجدع فی سبیل اللّٰہ"** کہا جاتا ہے)

یہ بیان کرنے کے بعد حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن جحش کی دُعا میری دعا سے بدرجہا بہتر تھی۔ چنانچہ دونوں کی دعائیں قبول ہوئیں اور حضرت عبداللہ بن جحش کے ساتھ یہی سلوک کیا گیا...... کیا آج بھی محبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سرشاری میں کوئی ہے جو ایسی دعا مانگے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشرکین کے چالیس بڑے نامور سورماؤں کو قتل کیا جن میں معروف کفار مندرجہ ذیل ہیں:

1- عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس
2- شیبہ بن ربیعہ بن عبد شمس (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشتراک سے)
3- زمعہ بن اسود بن مطلب (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشتراک سے)
4- عقیل بن اسود بن مطلب (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشتراک سے)
5- ابو قیس بن ولید بن مغیرہ
6- اسود بن عبد الاسد بن ہلال
7- ابو قیس بن فاکہ (بعض حضرات کے نزدیک اسے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا)
8- عائذ بن سائب بن عویمر (حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشتراک سے)
9- نبیہ بن حجاج بن عامر
10- حنظلہ بن ابی سفیان بن حرب (حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اشتراک سے)
11- طیمہ بن عدی (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشتراک سے)
12- ارطاۃ بن عبد شرجیل
13- عثمان بن ابی طلحہ
14- سباع بن عبد العزیٰ الغبشانی

غزوہ احد میں رتبہ شہادت پر فائز ہونے والے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تعداد کے بارے میں محدثین اور سیرت نگاروں میں اختلاف ہے۔ بعض حضرات کے نزدیک سرفروشان احد کی تعداد 70 یا 71 ہے بعض اسے 72 یا 75 بتاتے ہیں۔ بعض کے نزدیک یہ تعداد 96 ہے۔ بعض نے ان میں بارہ تیرہ ناموں کا اضافہ کیا ہے۔ اس طرح غزوہ احد میں جام شہادت نوش کرنے والوں کی کل تعداد ایک سو سے زیادہ بنتی ہے۔

دارالسلام کی طرف سے گیارہ جلدوں پر مشتمل ''سیرت انسائیکلوپیڈیا'' (جلد ششم صفحہ 338) نے نہایت تحقیق اور عرق ریزی سے شہدا احد (109) کی مکمل فہرست مرتب کی ہے جو میرے نزدیک مستند اور قابل قبول ہے۔ ذیل میں غزوہ احد میں شہید ہونے والے صحابہ کرام کے اسمائے گرامی درج کیے جا رہے ہیں:

غزوۂ احد میں شہید ہونے والے چھ مہاجرین کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

1- حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالمطلب : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے چچا تھے۔

2- حضرت مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبدمناف العبدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

3- حضرت عبداللہ بن جحش رئاب بن یعمر بن صبرہ......بن دودان بن اسد بن خزیمہ اسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

4- حضرت شماس بن عثمان بن شرید مخزومی قرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

5- حضرت سعد بن خولی بن سبرہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

6- حضرت ثقیف بن عمرو اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ذیل میں انصار شہدائے احد کے اسمائے گرامی حروف تہجی کے اعتبار سے درج کیے جاتے ہیں:

7- حضرت ابو اسیرہ (ابوہبیرہ) بن الحارث بن علقمہ بن عمرو بن کعب بن مالک انصاری خزرجی نجاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

8- حضرت ابوحبہ (ابوحنہ) مالک بن عمرو بن ثابت بن کلفہ بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

9- حضرت ابوسفیان بن حارث بن قیس بن زید بن ضبیعہ بن زید بن مالک بن عمرو بن عوف انصاری اوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

10- حضرت انس بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی نجاری انصاری خزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

11- حضرت انیس بن قتادہ انصاری اوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

12- حضرت اوس بن ارقم بن زید بن قیس بن نعمان بن مالک بن ثعلبہ بن کعب انصاری خزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

13- حضرت اوس بن ثابت نجاری خزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

14- حضرت اوس بن سلامہ بن وقش رضی اللہ تعالیٰ عنہ

15- حضرت ایاس بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

16- حضرت ثابت بن عمرو بن زید بن عدی بن سواد بن عصمہ اشجعی انصاری نجاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

17- حضرت ثابت بن وقش انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

18- حضرت ثعلبہ بن حاطب بن عمرو بن عبید...... بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف اوسی انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

19- حضرت ثعلبہ بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

20- حضرت ثقف بن فروہ بن البدن (البدی) انصاری ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

21- حضرت حارثہ بن عمرو انصاری ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

22- حضرت حارثہ بن سہل بن حارثہ بن قیس بن عامر بن مالک بن لوذان بن عمرو بن عوف انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

23- حضرت حارث بن انس اوسی انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

24- حضرت حارث بن اوس بن معاذ بن نعمان ...... بن عبدالشہل انصاری اوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

25- حضرت حارث بن ثابت بن سعید بن عدی بن امراؤالقیس ابن مالک بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج خزرجی انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

26- حضرت حارث بن ثابت بن عبداللہ بن سعد عمرو بن قیس بن عمرو بن امراؤالقیس

خزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

27- حضرت حارث بن سلیم بن ثعلبہ بن کعب بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

28- حضرت حارث بن عدی بن خرشہ بن خطمہ اوسی انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

29- حضرت حارث بن عقبہ المزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

30- حضرت حباب بن قیظی انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

31- حضرت حبیب بن زید بن تمیم بن اسید بن خفاف انصاری البیاضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

32- حضرت حسیل بن جابر عبسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

33- حضرت حنظلہ بن ابی عامر انصاری اوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

34- حضرت خارجہ بن زید بن ابی زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

35- حضرت خلاد بن عمرو بن الجموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

36- حضرت خیثمہ بن حارث بن مالک انصاری اوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

37- حضرت ذکوان بن عبد قیس بن خلدہ انصاری خزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

38- حضرت رافع بن مالک بن عجلان بن عمرو بن عامر بن زریق الزرقی انصاری خزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

39- حضرت رافع بن یزید (زید) بن کرز بن سکن زعوراء بن عبدالاشہل انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

40- حضرت رافع مولیٰ غزیہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

41- حضرت رفاعہ بن عمرو بن نوفل انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

42- حضرت رفاعہ بن وقش بن زغبہ بن زعوراء بن عبدالاشہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

43- حضرت زیاد بن سکن انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

44- حضرت سبیع بن حاطب بن قیس بن ہیشہ ...... بن عوف بن عمرو بن عوف انصاری اوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

45- حضرت سعد بن خارجہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
46- حضرت سعد بن ربیع انصاری خزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
47- حضرت سعد بن سوید بن قیس انصاری خدری خزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
48- حضرت سلمہ بن ثابت بن وقش اشہلی انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
49- حضرت سلیط بن ثابت بن وقش انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
50- حضرت سلیط بن عمرو بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
51- حضرت سلیم بن حارث سلمی انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
52- حضرت سلیم بن عمرو (عامر) بن حدیدہ بن عمرو بن غنم بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ انصاری سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
53- حضرت ابو ایمن سلیم سلمی خزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
54- حضرت سہل بن رومی بن وقش اشہلی انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
55- حضرت سہل بن عدی بن زید بن عامر بن جشم بن حارث بن خزرج خزرجی انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
56- حضرت سہل بن قیس بن ابی کعب بن قیس سلمہ انصاری خزرجی سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
57- حضرت صیفی بن قیظی بن عمرو بن سہل اشہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
58- حضرت ضمرہ بن عمرو جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
59- حضرت عامر بن امیہ بن زید بن الحسحاس بن مالک بن عدی ...... بن نجار انصاری خزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
60- حضرت عامر بن مخلد بن حارث انصاری نجاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
61- حضرت عامر بن یزید بن سکن اوسی انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
62- حضرت عبادہ بن خشخاش بلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
63- حضرت عباد بن سہل بن مخرمہ ...... بن عبد الاشہل انصاری اشہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

64- حضرت عباس بن عبادہ بن نضلہ انصاری خزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
65- حضرت عبدالرحمٰن بن الھبیب لیثی کنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
66- حضرت عبداللہ بن جبیر بن نعمان انصاری اوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
67- حضرت عبداللہ بن سلمہ بن مالک بلوی انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
68- حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام انصاری خزرجی سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
69- حضرت عبداللہ بن عمرو دوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
70- حضرت عبداللہ بن عمرو بن وہب بن ثعلبہ...... بن طریف بن خزرج بن ساعدہ انصاری ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
71- حضرت عبداللہ بن قیس انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
72- حضرت عبداللہ بن نضلہ بن مالک انصاری خزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
73- حضرت عبداللہ بن ہبیب بن اُہیب...... بن سعد بن لیث کنانی لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
74- حضرت عبید بن التیہان بن مالک اشہلی اوسی انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
75- حضرت عبید بن مسعود ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
76- حضرت عبید بن معلیٰ بن لوذان خدری زرقی انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
77- حضرت عتبہ بن ربیع بن رافع...... بن ابجر خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
78- حضرت ابوالیمان عقربہ جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
79- حضرت عمارہ بن زیاد بن سکن اشہلی انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
80- حضرت عمارہ بن مخلد بن حارث انصاری نجاری خزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
81- حضرت عمرو بن ایاس انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
82- حضرت عمرو بن ثابت بن وقش انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
83- حضرت عمرو بن جموح انصاری سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
84- حضرت عمرو بن قیس بن زید بن سواد انصاری نجاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

85- حضرت عمرو بن قیس بن مالک بن کعب بن عبدالاشہل انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
86- حضرت عمرو بن مطرف بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
87- حضرت عمرو بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
88- حضرت عمیر بن ثابت بن نعمان بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
89- حضرت عنترہ بن عمرو انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
90- حضرت قیس بن عمرو بن قیس انصاری نجاری خزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
91- حضرت قیس بن مخلد بن ثعلبہ انصاری نجاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
92- حضرت کیسان انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
93- حضرت مالک بن ایاس انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
94- حضرت مالک بن ثابت ابن نمیلہ انصاری مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
95- حضرت مالک بن خلف بن عوف بن وارم......بن سلامان بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
96- حضرت مالک بن سنان خدری انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
97- حضرت مجذر بن ذیاد بن عمرو بلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
98- حضرت مخیرّیق
99- حضرت نعمان بن خلف بن عوف بن وارم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
100- حضرت نعمان بن مالک بن ثعلبہ المعروف ابن قوقل انصاری اوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
101- حضرت نعمان بن مالک بن ثعلبہ بن اصرم بن فہر بن ثعلبہ بن غنم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
102- حضرت نعمان بن عبد عمرو بن رفاعہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
103- حضرت نعمان بن عبد عمرو بن مسعود بن عبدالاشہل بن حارثہ بن دینار انصاری خزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
104- حضرت نوفل بن ثعلبہ بن عبداللہ خزرجی انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
105- حضرت وہب بن قابوس مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

106- حضرت یزید بن حاطب بن امیہ بن رافع اوسی انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

107- حضرت یزید بن سکن بن رافع ...... بن عبدالاشہل انصاری اشہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

108- حضرت یزید بن قیس بن نعمان بن ثعلبہ بن کعب انصاری خزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شہید کے لئے بارگاہ الٰہی میں چھ فضیلتیں ہیں۔

1- جب شہید کے خون کا پہلا چھینٹا زمین پر گرتا ہے تو اس کے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور اس وقت جنت میں اس کو اپنی جگہ دکھا دی جاتی ہے۔

2- اسے عذاب قبر سے نجات دے دی جاتی ہے۔

3- روزِ قیامت کی بڑی گھبراہٹ سے اسے چھٹکارا مل جاتا ہے۔

4- اس کے سر پر عزت و وقار کا تاج سجا دیا جاتا ہے۔ اس تاج کا ایک یاقوت دنیا و مافیہا سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے۔

5- اس کا نکاح موتی، سیاہ و سفید آنکھوں والی بہتر (72) حوروں سے کر دیا جاتا ہے۔

6- اسے اپنے ستر (70) قریبی رشتہ داروں کی شفاعت کرنے کی اجازت دے دی جاتی ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

موت کی جملہ اقسام میں شہادت کی موت سب سے اعلیٰ، افضل اور اکمل ہے۔ ''شہادت'' انسانی عظمت کا عظیم شاہکار ہے۔ غزوہ اُحد میں شہید ہونے والے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنے مقدس خون سے گلشن اسلام کو لازوال بہاروں سے رونق بخشی اور جان عزیز کا نذرانہ پیش کر کے پرچم اسلام کو تا ابد سرفراز کر دیا۔ انہوں نے جذبہ حریت و سرفروشی کے ایسے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں جن سے راہنمائی حاصل کر کے مجاہدین اسلام ہمیشہ فائز المرام ہوتے رہیں گے۔

غزوۂ احد میں شہید ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خصوصی حیات سے متعلق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت میں امتیازی مقام و مرتبہ عطا فرمایا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں سے استفادہ کر رہے

ہیں جیسا کہ مسند امام احمد میں حدیث شریف ہے: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب جنگ احد میں تمہارے بھائی شہید ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو سبز پرندوں کے قالبوں میں رکھا، وہ حضرات سیرابی کے لئے جنت کی نہروں پر آتے ہیں، وہ جنت کے پھل تناول کرتے ہیں اور عرش کے سایہ میں سونے کی قندیلوں میں آرام کرتے ہیں، جب انہوں نے اپنے کھانے پینے کی چیزوں کا ذائقہ چکھا اور اپنے بہترین ٹھکانے کو دیکھا تو کہنے لگے: اے کاش! ہمارے بھائی بھی جان لیتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے کیا کیا نعمتیں تیار کر رکھی ہیں، تا کہ وہ جہاد سے بے رغبتی نہ کریں اور میدان جنگ سے پیچھے نہ ہٹیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تمہاری جانب سے یہ خوشخبری میں ان تک پہنچاتا ہوں۔"

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں شہید کئے گئے، انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھنا بلکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ زندہ ہیں اور ان کو رزق مل رہا ہے۔

(سورۃ آل عمران: 169، مسند الامام احمد، مسند عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حدیث نمبر 2430)

سب صحابہ سے عیاں ہے رنگ و بوئے مصطفیٰ
برگ گل میں جس طرح سے بوئے گل پوشیدہ

ابن سعد اور ابن ہشام نے لکھا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے محبوب چچا کی جدائی سے شدید صدمہ پہنچا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم میدانِ احد سے واپس مدینہ منورہ تشریف لائے، تو بنو عبد الاشہل اور بنو ظفر کے گھروں سے عورتوں کے رونے کی آواز آئی، جو اپنے اپنے مقتولوں پر گریہ کناں تھیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے جو چہرہ اقدس پر گرے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شدت الم اور حسرت انگیز لہجے میں فرمایا۔

☆ "لكن حمزة لا بواكی له"

''آج حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رونے والا کوئی نہیں ہے۔''

جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اسید بن حضیر نے یہ بات سنی، تو انہوں نے اپنی عورتوں کو ہدایت کی۔

''ہر انصاری عورت اپنے متوفی پر رونے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں جا کر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر روئے۔''

چنانچہ سب انصاری خواتین نے آستانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر پہنچ کر بڑے درد کے ساتھ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رونا شروع کر دیا۔ اسی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ لگ گئی۔ تھوڑی دیر بعد بیدار ہوئے، تو دیکھا کہ انصاری خواتین بدستور گریہ وزاری اور نالہ وشیون میں مشغول ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا۔

''اب واپس جاؤ اور آج کے بعد کسی مرنے والے پر رونے یا نوحہ کرنے کے بجائے صبر سے کام لیا کرو۔''

طبقات ابن سعد میں ہے: ''پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے، صبح کو منبر پر کھڑے ہو کر اس طرح نوحے سے قطعاً منع کر دیا جس طرح بڑی شدت سے کسی ناجائز شے سے منع کرتے تھے۔ فرمایا ہر محاسن بیان کر کے رونے والی جھوٹی ہے سوائے حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محاسن بیان کر کے رونے والی کے۔''

لشکرِ اسلام کی مدینہ واپسی پر سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک خاتون حمنہ بنت جحش آئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔

"یا حمنة! احتسبی۔

اے حمنہ! اپنی مصیبت کا اجر اپنے رب سے طلب کرو۔''

انہوں نے پریشان ہو کر پوچھا۔

"من یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)!

کس کی موت پر صبر کا اجر اپنے رب سے طلب کروں؟''

ارشاد فرمایا۔

"خالك حمزة بن عبدالمطلب۔

تیرے ماموں حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالمطلب شہید ہو چکے ہیں۔''

یہ اندوہ ناک خبر سن کر اس خاتون نے پڑھا۔

"انا للّٰہ و انا الیه راجعون۔ غفر اللّٰہ لہٗ وھنیا له الشھادۃ۔

اللہ تعالیٰ انہیں بخشے اور یہ شہادت انہیں خوشگوار ہو۔''

اسی طرح حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر جوق در جوق آ رہا ہے۔ انہوں نے اپنے والد کو ہر طرف دیکھا، لیکن وہ نہ ملے۔ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا۔

''میرے والد کہاں ہیں، لشکر میں دکھائی نہیں دے رہے۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل جل اٹھا اور آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے، فرمایا۔

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آ رہے ہیں۔''

وہ آگے بڑھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی لگام پکڑ کر عرض کی۔

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے والد کہاں ہیں؟''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''تمہارا باپ میں ہوں۔''

انہوں نے عرض کیا۔

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس بات سے خون کی بو آ رہی ہے۔''

اتنا کہتے ہوئے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ یہ دیکھ کر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے بھی چشمہ پھوٹ نکلا۔ پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی۔

''میرے والد کی شہادت کی کیفیت بیان فرما دیں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''بیٹی ! اگر میں وہ کیفیت وحالات بیان کر دوں، تو تمہارے دل کو اس کے برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہوگی۔''

بعض جید مفسرین ومحدثین کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے حبیب مکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے چچا جان حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق کئی آیات نازل فرمائیں جن میں اُن کا بالواسطہ یا بلاواسطہ ذکر خیر ہے۔ ان میں چند آیات ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔ تفصیل کے لئے تفاسیر سے رجوع کیا جاسکتا ہے۔

☆ **وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُواْ فِيْ سَبِيْلِ اللّهِ أَمْوَاتاً بَلْ أَحْيَاء عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ**۔ (آل عمران:169)

ترجمہ: اور ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ وہ جو قتل کئے گئے ہیں اللہ کی راہ میں، وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس (اور) رزق دیے جاتے ہیں۔

☆ **فَالَّذِيْنَ هَاجَرُواْ وَأُخْرِجُواْ مِن دِيَارِهِمْ وَأُوذُواْ فِيْ سَبِيْلِيْ وَقَاتَلُواْ وَقُتِلُواْ لأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلأُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِيْ مِن تَحْتِهَا الأَنْهَارُ ثَوَاباً مِّن عِندِ اللّهِ وَاللّهُ عِندَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ**۔

(آل عمران:195)

''پس وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے، پھر میری راہ میں ستائے گئے پھر جنگ کی اور شہید کئے گئے، میں اُن کے گناہ ضرور مٹاؤں گا اور انہیں ضرور داخل کروں گا اس جنت میں جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ یہ اُن کے لئے ثواب ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ کے پاس تو بہترین ثواب ہے۔''

☆ **أُولَـئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهِ**۔ (الانعام:90)

ترجمہ: یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ہدایت دی تھی اللہ نے، تو انہیں کے طریقہ کی پیروی کرو۔

☆ أَوَ مَن كَانَ مَيْتاً فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُوراً يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَن مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا كَذَلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُواْ يَعْمَلُونَ۔ (الانعام:122)

ترجمہ: کیا وہ جو (پہلے) مردہ تھا پھر زندہ کیا ہم نے اُسے اور بنادیا اس کے لئے نور، چلتا ہے جس کے اُجالے میں لوگوں کے درمیان، وہ اس جیسا ہوسکتا ہے جو اندھیروں میں پڑا ہو، نہیں نکلنے والا اُن سے یونہی آراستہ کردیئے گئے کافروں کے لئے وہ اعمال جو وہ کیا کرتے تھے۔

☆ وَالسَّابِقُونَ الأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّهُ عَنْهُمْ وَرَضُواْ عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَداً ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ۔ (التوبہ:100)

ترجمہ: اور سب سے آگے آگے، سب سے پہلے پہلے ایمان لانے والے مہاجرین اور انصار سے اور جنہوں نے پیروی کی ان کی عمدگی سے، راضی ہوگیا اللہ تعالیٰ ان سے اور راضی ہوگئے وہ اس سے اور اس نے تیار کررکھے ہیں ان کے لئے باغات، بہتی ہیں ان کے نیچے ندیاں، ہمیشہ رہیں گے ان میں ابد تک، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

☆ أَفَمَن يَعْلَمُ أَنَّمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ أَعْمَى إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُوْلُواْ الأَلْبَابِ۔ (الرعد:19)

ترجمہ: تو کیا جو شخص جانتا ہے کہ جو نازل کیا گیا ہے آپ کی طرف، آپ کے رب کی جانب سے، وہ حق ہے، وہ اس جیسا ہوگا جو اندھا ہے۔ نصیحت صرف وہی قبول کرتے ہیں جو عقلمند ہیں۔

☆ وَالَّذِينَ هَاجَرُواْ فِي اللّهِ مِن بَعْدِ مَا ظُلِمُواْ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَأَجْرُ الآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُواْ يَعْلَمُونَ۔ (النحل:41)

ترجمہ: اور وہ لوگ جنہوں نے ظلم برداشت کرنے کے بعد اللہ کی راہ میں ہجرت کی،

ہم انہیں دنیا میں بہترین ٹھکانہ مہیا کریں گے اور آخرت میں اجر کبیر سے نوازیں گے، کاش لوگ جان لیں۔

☆ **وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا أَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلَىٰ شَيْءٍ وَهُوَ كَلٌّ عَلَىٰ مَوْلَاهُ أَيْنَمَا يُوَجِّههُّ لَا يَأْتِ بِخَيْرٍ هَلْ يَسْتَوِي هُوَ وَمَن يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ۔** (النحل:76)

ترجمہ: اور بیان فرمائی ہے اللہ تعالیٰ نے ایک اور مثال، دو آدمی ہیں ان میں سے ایک تو گونگا ہے کسی چیز کی قدرت نہیں رکھتا اور وہ بوجھ ہے اپنے آقا پر، جہاں کہیں وہ اس (نکمّے) کو بھیجتا ہے تو وہ واپس نہیں آتا کسی بھلائی کے ساتھ۔ کیا برابر ہوسکتا ہے یہ اور وہ شخص جو حکم دیتا ہے عدل کے ساتھ اور وہ راہِ راست پر گامزن ہے۔

☆ **وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُواْ بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ وَلَئِن صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ۔ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ۔** (النحل:127-126)

ترجمہ: ''اور اگر تم (انہیں) سزا دینا چاہو، تو انہیں سزا دو لیکن اس قدر جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے اور اگر تم (ان کی ستم رانیوں پر) صبر کرو تو یہ صبر ہی بہتر ہے صبر کرنے والوں کے لئے۔ اور آپ صبر فرمائیے اور نہیں ہے آپ کا صبر مگر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اور رنجیدہ نہ ہوا کریں ان کی (ہٹ دھرمی) پر اور نہ غمزدہ ہوا کریں اُن کی فریب کاریوں سے۔''

☆ **هَٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ فَالَّذِينَ كَفَرُوا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّن نَّارٍ يُصَبُّ مِن فَوْقِ رُؤُوسِهِمُ الْحَمِيمُ۔** (الحج:19)

ترجمہ: یہ دو فریق ہیں جو جھگڑ رہے ہیں اپنے رب کے بارے میں۔ تو وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا، تیار کردیئے گئے ہیں ان کے لئے کپڑے آتش (جہنم) سے، انڈیلا جائے گا ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی۔

☆ **أَفَمَن وَعَدْنَاهُ وَعْداً حَسَناً فَهُوَ لَاقِيهِ كَمَن مَّتَّعْنَاهُ مَتَاعَ الْحَيَاةِ**

الدُّنۡیَا ثُمَّ هُوَ یَوۡمَ الۡقِیَامَةِ مِنَ الۡمُحۡضَرِیۡنَ۔(القصص:61)

ترجمہ: (تم خود سوچو) آیا وہ (نیک بخت) جس کے ساتھ ہم نے وعدہ کیا ہے بہت اچھا وعدہ اور وہ اس کے پانے والا بھی ہے۔ اس (بد بخت) کی مانند ہوسکتا ہے جسے ہم نے دنیوی زندگی کا سامان دیا ہے پھر وہ (اس چند روزہ) آسائش کے بعد روزِ قیامت (مجرموں کے کٹہرے میں) پیش کیا جائے گا۔

☆ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَیۡهِ فَمِنۡهُم مَّن قَضَى نَحۡبَهُ وَمِنۡهُم مَّن یَنتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبۡدِیۡلاً۔(الاحزاب:23)

ترجمہ: اہل ایمان میں سے ایسے جوانمرد ہیں جنہوں نے سچا کر دکھایا جو وعدہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا۔ ان جوانمردوں سے کچھ تو اپنی نذر پوری کر چکے اور بعض (اس ساعتِ سعید کا) انتظار کر رہے ہیں (جنگ کے مہیب خطرات کے باوجود) ان کے رویہ میں ذرا تبدیلی نہیں ہوئی۔

☆ أَفَمَن شَرَحَ اللَّهُ صَدۡرَهُ لِلۡإِسۡلَامِ فَهُوَ عَلَى نُورٍ مِّن رَّبِّهِ۔(الزمر:22)

ترجمہ: بھلا وہ (سعادتمند) کشادہ فرما دیا ہو اللہ نے جس کا سینہ اسلام کے لئے اور وہ اپنے رب کی طرف سے دیئے نور پر ہے۔

☆ لَا یَسۡتَوِی مِنکُم مَّنۡ أَنفَقَ مِن قَبۡلِ الۡفَتۡحِ وَقَاتَلَ أُوۡلَئِكَ أَعۡظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیۡنَ أَنفَقُوا مِن بَعۡدُ وَقَاتَلُوا۔(الحدید:10)

ترجمہ: تم میں سے کوئی برابری نہیں کر سکتا اُن کی جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے (راہِ خدا میں) مال خرچ کیا اور جنگ کی۔ اُن کا درجہ بہت بڑا ہے اُن سے جنہوں نے فتح مکہ کے بعد مال خرچ کیا اور جنگ کی۔

☆ وَالَّذِیۡنَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُوۡلَئِكَ هُمُ الصِّدِّیۡقُونَ وَالشُّهَدَاء عِندَ رَبِّهِمۡ لَهُمۡ أَجۡرُهُمۡ وَنُورُهُمۡ۔(الحدید:19)

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے اللہ اور اس کے رسولوں پر وہی (خوش نصیب) اللہ کی

جناب میں صدق اور شہید ہیں، ان کے لئے (خصوصی) اجر اور ان کا (مخصوص) نور ہے۔

☆ لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ۔ وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔ (الحشر: 8,9)

مال نے ان فقیر مہاجرین کے لئے ہے جو اپنے گھروں اور مال و دولت سے (صرف اس لئے) نکال دیئے گئے کہ وہ اللہ کا فضل اور رضامندی چاہتے ہیں اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، وہی سچے لوگ ہیں۔ وہ مال اُن لوگوں کے لئے بھی ہے جو مہاجرین کی آمد سے پہلے ہی مدینہ میں مقیم تھے اور ایمان لا چکے تھے۔ وہ مہاجرین سے محبت کرتے ہیں اور مال غنیمت میں سے جو کچھ مہاجرین کو دیا جائے، اُس پر وہ اپنے دلوں میں تنگی محسوس نہیں کرتے اور انہیں اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں خواہ وہ خود تنگی میں ہوں اور جو نفس کی بخیلی سے بچا لیا گیا پس وہی فلاح پانے والے ہیں۔"

☆ يٰاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ۔ ارْجِعِیْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً۔ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ۔ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ۔ (الفجر: 27 تا 30)

ترجمہ: اے نفس مطمئن! واپس چلو اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو اس سے راضی (اور) وہ تجھ سے راضی۔ پس شامل ہو جاؤ میرے (خاص) بندوں میں اور داخل ہو جاؤ میری جنت میں۔

سید الشہدا سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخلاقِ کریمانہ، زہد و تقویٰ، ایثار و سخاوت، صلہ رحمی اور ناقابل تسخیر شجاعت کے تذکرہ سے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم رطب اللسان رہے اور ان کے محاسن و مناقب بیان کرنے میں فخر محسوس فرماتے تھے جس کا دل آویز اور ایمان افروز تذکرہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ ایک دفعہ حضرت حمزہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں درخواست کی کہ وہ وحی الٰہی کے امین، سدرۃ المنتہی کے مکین حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کو ان کی حقیقی صورت میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخواست کو منظور فرمایا۔ جب روح الامین بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے تو سیّدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ اوپر دیکھو! سیّدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب نگاہ اٹھائی تو کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ''دلائل النبوت'' میں روایت نقل کی ہے: حضرت عمار بن ابوعمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالمطلب نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے جبرئیل امین علیہ السلام کا، ان کی حقیقی صورت میں دیدار کروادیجئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آپ انہیں حقیقی صورت میں نہیں دیکھ سکتے۔ انہوں نے عرض کی: یقیناً میں نہیں دیکھ سکتا، لیکن آپ مجھے دکھائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیٹھ جاؤ! جب وہ بیٹھ گئے، تو حضرت جبرئیل علیہ السلام خانہ کعبہ کی اس لکڑی پر اتر آئے جس پر مشرکین طواف کے وقت اپنے کپڑے ڈالا کرتے تھے، پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنی نگاہ اٹھاؤ اور دیکھو! انہوں نے اپنی نگاہ اٹھائی اور حضرت جبریل علیہ السلام کے دونوں قدموں کو دیکھا جو زمرد کی مانند سبز کھیتی کی طرح دکھائی دے رہے تھے۔ تو (کثرت انوار وتجلیات کی وجہ سے) آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بے خودی طاری ہوگئی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں درودوسلام پیش کرنا وہ حکم الٰہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف اپنے بندوں کو اس کا حکم فرمایا بلکہ وہ خود اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہے، اسی لئے سیّدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امت کو پیام دیا کہ کثرت سے درود شریف کا اہتمام کریں، کیونکہ حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت بابرکت میں درود پیش کرنا میزان میں سب سے زیادہ وزنی عمل ہے۔ سفر معراج کے موقع پر سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں ملاحظہ فرمایا

کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال فرما رہے ہیں اور ان سے ارشاد فرمایا کہ تمہاری نظر میں محبوب ترین عمل کونسا ہے؟ تو انہوں نے یہی عرض کی کہ ہدیہ درود ہی بہتر عمل اور نامہ اعمال میں سب سے اہم چیز اور قیمتی ذخیرہ ہے۔ جیسا کہ ''نزہت المجالس'' میں روایت ہے: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شب معراج جب میں جنت میں داخل ہوا تو حمزہ بن عبدالمطلب نے میرا استقبال کیا۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ وہ کونسا عمل ہے جس کو سب سے زیادہ فضیلت والا، اللہ تعالیٰ کے دربار میں محبوب ترین اور میزان میں سب سے زیادہ وزنی سمجھتے ہیں۔ انہوں نے عرض کی کہ آپ کی خدمت میں درود پیش کرنا اور آپ کی شان وعظمت بیان کرنا، نیز حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں اللہ تعالیٰ سے درخواست رحمت کرنا۔

سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت با فیض وصحبت با برکت سے جنت کے اعلیٰ مقامات پر فائز فرمایا، جیسا کہ ابھی مذکورہ روایت سے معلوم ہوا کہ آپ نے سفر معراج کے موقع پر جنت میں حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا استقبال کیا۔ اسی طرح امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی ''مستدرک'' اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی ''جامع الاحادیث'' میں روایت ہے: سیّدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: گزشتہ شب جب میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ (حضرت) جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جنت میں فرشتوں کے ساتھ پرواز کر رہے ہیں اور (حضرت) حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ایک عظیم تخت پر ٹیک لگائے بیٹھے ہیں۔

سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت کے بیان اور آپ کے مبارک تذکرہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ رفعت وعظمت اور قبولیت وبلندی عطا کی ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ صرف زمین والے ہی نہیں کرتے بلکہ آسمان والے بھی کرتے ہیں، جیسا کہ مستدرک علی الصحیحین

میں روایت ہے: جب سیّدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمانے لگے: آپ کی جدائی سے بڑھ کر میرے لئے کوئی اور صدمہ نہیں ہوسکتا۔ پھر آپ نے حضرت فاطمہ اور اپنی پھوپھی جان حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا:

☆ **أبشروا، جاء نی جبريل فأخبرنی أن حمزة مكتوب فی اهل السمٰوات السبع حمزة بن عبدالمطلب اسد اللّٰه و اسد رسوله۔"**

خوش ہو جاؤ! ابھی جبریل امین علیہ السلام میرے پاس آئے تھے، انہوں نے مجھے خوشخبری سنائی کہ یقیناً حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ساتوں آسمانوں میں یہ نام لکھا ہوا ہے: حمزہ بن عبدالمطلب، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شیر ہیں۔

سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا جو اندوہناک واقعہ پیش آیا اور حق تعالیٰ نے آپ کو جو سرفرازی اور فضیلت عطا فرمائی، اس کا تذکرہ مختلف کتب حدیث و کتب تاریخ میں ملتا ہے۔ چنانچہ مستدرک علی الصحیحین، کنزالعمال اور امام طبرانی کی معجم الاوسط میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس دن اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو جمع فرمائے گا، ان میں سب سے افضل انبیاء و مرسلین ہی رہیں گے اور رسولوں کے بعد سب سے افضل شہداء کرام ہوں گے اور یقیناً شہداء کرام میں سب سے افضل حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے۔

مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظیم شہادت سے متعلق ارشاد فرمایا کہ آپ شہداء امت کے سردار ہیں، جیسا کہ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے: حضرت جابر بن عبداللہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالمطلب تمام شہیدوں کے سردار ہیں اور ایک وہ ہستی بھی سید الشہداء ہے جو کسی ظالم بادشاہ کے سامنے حق کا پرچم بلند کرے اور اسے بھلائی کا حکم دے اور برائی سے روکے اور وہ بادشاہ اسے شہید کر دے۔ (مستدرک حاکم)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضرت حمزہ بن عبدالمطلب شفاعت کرنے والوں کے سردار ہیں۔ (مستدرک حاکم)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

☆ "سید الشهداء عند الله تعالیٰ یوم القیامة حمزه۔"

''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہیدوں کے سردار حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے۔'' (مستدرک حاکم)

حضرت عبدالرحمٰن بن عابس بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے چچاؤں میں سب سے بہتر حمزہ ہیں۔ (سبل الہدیٰ والرشاد)

حضور نبی انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ''اللہ کی یہ شان نہیں کہ حمزہ کے کسی حصہ کو آگ میں داخل فرمائے۔'' (الطبقات الکبریٰ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ہم چھ حضرات اولادِ عبدالمطلب اہل جنت کے سردار ہیں: (1) میں (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم)، (2) میرے چچا جان حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (3-4) میرے بھائی علی المرتضیٰ اور جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ (5-6) امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ سے پہلے ہر نبی کو سات معزز رفقا دیئے گئے تھے، جب کہ مجھے چودہ رفقا (یا نقبا، سات قریش سے اور سات باقی مہاجرین میں سے) کی معیت حاصل ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا: وہ کون ہیں؟ فرمایا: میں (علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، میرے دونوں بیٹے (حسن وحسین)، جعفر، حمزہ، ابوبکر، عمر، مصعب بن عمیر، بلال، سلمان، مقداد، ابوذر، عمار اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ (ترمذی، رقم 3785)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بے پناہ محبت

تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محض شفیق چچا کی شخصیت ہی سے پیار نہ تھا بلکہ ان کا اسم گرامی بھی بہت محبوب تھا۔حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: ہم میں سے ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا فرمایا تو اس کے گھر والوں نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اس کا نام کیا رکھیں؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

☆ سموه بأحب الاسماء الى : حمزة بن عبدالمطلب۔

''اس کا نام حمزہ بن عبدالمطلب کے نام پر رکھو کیونکہ ان کا نام مجھے سب ناموں سے زیادہ پیارا ہے۔'' (مستدرک حاکم)

ابن اثیر نے ''اسد الغابہ'' میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث بھی روایت کی ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین کے انداز میں یہ ارشاد فرمایا کہ ہر دعا میں یہ کلمہ ضرور کہا کرو۔

☆ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ أَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ الْاَعْظَمِ وَ رِضْوَانِكَ الْاَكْبَرُ۔

(المعجم الکبیر، طبرانی، رقم 2959)

''اے اللہ! میں تجھ سے تیرے عظیم ترین نام (اسم اعظم) کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں اور تجھ سے تیری سب سے بڑی رضا کا سوال کرتا ہوں۔''

امام ابونعیم اصفہانی علیہ الرحمہ نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول یہ حدیث پاک بھی بیان کی: حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کے گھر تشریف لے گئے لیکن آپ نے انہیں وہاں نہیں پایا تو اُن کی زوجہ محترمہ حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت قیس سے اُن کی بابت دریافت کیا۔اُن کی زوجہ قبیلہ بنونجار سے تھیں، انہوں نے عرض کی: میرے والد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں! وہ ابھی ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف گئے ہیں، میرے خیال میں بنی نجار کی گلیوں میں انہوں نے آپ کی زیارت نہیں کی۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اندر تشریف نہیں لائیں گے؟ پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف

لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہریسہ پیش کیا گیا جسے آپ نے تناول فرمایا: پھر بی بی صاحبہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو بہت بہت مبارک ہو! مجھے ابوعمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت میں ایک نہر عطا کی گئی ہے جس کا نام ''کوثر'' ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ہاں! اور اُس کا صحن یاقوت، مرجان، زبرجد اور موتی کا ہے۔ بی بی صاحبہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں چاہتی ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود مجھ سے اپنے حوض کا وصف بیان فرمائیں کہ میں آپ کی زبانی اُس حوض کے حالات کو سنوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اُس حوض کی لمبائی مقام ایلہ اور مقام صنعاء کے درمیان فاصلے جتنی ہے۔ اُس میں ستاروں کی تعداد کی مثل آبخورے ہیں۔ اور اے بنتِ فہد! اُس حوض پر آنے والے افراد میں میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب تمہاری قوم یعنی انصار ہیں۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت قیس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مال دل کو (لبھانے والا) سرسبز اور لذیذ ہوتا ہے جس نے اپنے حق میں اسے پایا، اسے برکت دی جاتی ہے اور بہت سے لوگ جو اپنے نفس کی خواہش سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے مال میں سے (ناجائز طور سے اسے حاصل کرکے) جمع کرتے ہیں، ان کے لئے قیامت کے دن سوائے آگ کے کچھ نہ ہوگا۔'' (مسند امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محاسن واخلاق میں قابل تقلید ایک خوبی یہ بھی ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی زندگی میں نیک امور کی طرف سے کبھی غافل نہ رہے۔ بالخصوص اپنے رشتہ داروں سے حسن سلوک میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔ غفلتوں کے ہجوم میں کسے نیک کاموں کا خیال رہتا ہے اور قوت جوش میں کون کمزوروں کی اعانت کے لئے قدم اٹھاتا ہے لیکن سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ جذبہ زندگی بھر تروتازہ رہا۔ آج مسلمان اپنے قرابت داروں کا قطعی خیال نہیں کرتے بلکہ **"الاقارب کالعقارب"** کے

مصداق بنے ہوئے ہیں۔ حالانکہ اقربا سے حسن سلوک اتنا بڑا نیک کام ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس پر ہمیشہ عمل پیرا رہے اور اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس خصوصیت کو بھی نمایاں طور پر سراہا۔ اس لئے سب سے بڑا قصیدہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے وہ خراجِ تحسین ہے، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خصوصی اور قابل فخر الفاظ میں ادا فرمایا۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے احد کے درمیان پڑے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم اطہر کے پاس کھڑے ہوکر ارشاد فرمایا:

☆ **"رحمة الله عليك فانك كنت ما علمت وصولا للرحم فعولا للخيرات.**

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اللہ کی رحمت ہو۔ جیسا کہ مجھے معلوم ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رشتے داروں کی مدد کو پہنچنے والے تھے اور ہر نیکی کے لئے بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے شخص تھے۔''

احادیث میں آتا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال کی ابتداء میں شہداء احد کی قبروں کی زیارت کے لئے تشریف لاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب وہاں داخل ہوتے تو اس وادی کی طرف رُخ کر کے فرماتے:

☆ **السلام عليكم بما صبرتم فنعم عقبى الدار.**

''سلامتی ہو تم پر کیونکہ تم نے صبر کیا، تو کیا ہی اچھا آخرت کا گھر ہے۔'' (مستدرک حاکم)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال شہدائے احد کی قبور پر تشریف لے جاتے اور وہاں بلند آواز سے فرماتے ''تم پر سلامتی ہو، تمہارا صبر اسی انعام کا مستحق تھا۔''

حضرت عبداللہ بن ابی فروہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہدائے احد کی زیارت کے لئے قبور پر تشریف لے گئے اور اس طرح فرمایا:

☆ **اللهم انى عبدك و نبيك وأشهد أن هؤلاء شهداء و انه من زارهم وسلم عليهم الى يوم القيامة ردوا عليه.** (دلائل النبوۃ)

ترجمہ: ''اے اللہ میں تیرا بندہ اور نبی ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ شہداء ہیں اور جس نے قیامت تک ان کی زیارت کی یا سلام کیا، یہ انہیں اس کا جواب دیں گے۔

ایک اور موقع پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ احد کے شہیدوں کے پاس آ کر کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا: ''میں سب کا گواہ ہوں۔ جو زخم بھی کسی کو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں لگا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس زخم کو دوبارہ اسی حالت میں پیدا فرمائے گا کہ اس کا رنگ خون کے رنگ کی طرح ہوگا اور اس کی خوشبو مشک جیسی ہوگی۔'' (المعجم الکبیر)

صحیح بخاری کی ایک روایت کے مطابق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ غزوہ احد کے کافی عرصہ بعد جب شہداء کی قبور کے قریب سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بے اختیارانہ رقت طاری ہوگئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس طرح مخاطب فرمایا جیسے کوئی زندوں کو مخاطب کرتا ہے۔

شہدائے احد وہ خوش نصیب جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں جن کی نماز پورے آٹھ سال بعد حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ پڑھائی۔ ورنہ شہید کے لئے نمازِ جنازہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شہداء کے مرتبہ اور محبت کی وجہ سے ان کی نماز جنازہ اتنی مدت بعد ادا کی۔ حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد کے شہید ہونے کے آٹھ برس بعد نماز جنازہ ادا کی۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ اور مردوں کو وداع کر رہے ہیں۔ نماز ادا کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور فرمایا: میں تمہارا پیشرو ہوں۔ میں تم پر گواہ ہوں۔ بخدا میں یہاں بیٹھے ہوئے اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں، مجھے ساری زمین کے خزانوں کی کنجیاں دے دی گئی ہیں۔ مجھے اس بات کا کوئی اندیشہ نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرنے لگ جاؤ گے لیکن مجھے یہ خوف ہے کہ تم ایک دوسرے کے ساتھ حسد کرنے لگو گے۔'' (صحیح بخاری رقم الحدیث 1344، صحیح مسلم رقم الحدیث 2296، سنن نسائی رقم الحدیث 1954)

ایک اور حدیث مبارکہ میں آتا ہے: حضرت ربیعہ کہتے ہیں کہ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہرگز کوئی حدیث روایت کرتے ہوئے میں نے نہیں سنا ما سوائے ایک حدیث کے۔ میں نے کہا وہ کون سی ہے؟ کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قبورِ شہدا کی زیارت کے لئے نکلے حتیٰ کہ ہم حرہ واقم ٹیلے پر چڑھ گئے۔ جب ہم اس سے اترے تو ایک طرف کچھ قبریں تھیں۔ ہم نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہمارے بھائیوں کی یہی قبریں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ ہمارے ساتھیوں کی قبریں ہیں۔'' اور جب ہم شہداء (احد) کی قبروں کے پاس پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ قبریں ہمارے بھائیوں کی ہیں۔'' (سنن ابی داؤد رقم الحدیث 2043، کتاب المناسک، باب زیارۃ القبور و مسند الامام احمد رقم الحدیث 1387)

اسی طرح ہر سال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی باقاعدگی سے شہدائے احد کی قبور کی زیارت کیا کرتے۔ (تفسیر ابن کثیر، تفسیر روح المعانی) جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حج کیا اور مدینہ طیبہ حاضری دی تو انہوں نے بھی اس سنتِ شریفہ کی پیروی کی۔ (سبل الہدیٰ والرشاد) سیدۂ عالم، خاتونِ جنت حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا باقاعدگی سے معمول رہا کہ آپ باپردہ ہو کر سیّدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کی زیارت کے لئے جاتی تھیں، اس کی صفائی اور دیکھ بھال کرتیں اور جب ضرورت محسوس کرتیں تو اس کی مرمت بھی فرما دیتیں اور ان کی قبر پر بطور نشان ایک پتھر رکھا کرتیں۔

(وفا الوفاء، طبقات ابن سعد)

امام بیہقی نے بہت سے صحابہ کرام کے اسمائے گرامی گنوائے ہیں جو شہداء احد کی قبور کی زیارت کے لئے حاضر ہوا کرتے تھے۔ ان میں خلفاء راشدین کے علاوہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، سیدۃ النساء العالمین حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر حضرات کے اسمائے گرامی ہیں۔ حضرت سعد ابن ابی وقاص خود سلام عرض کرتے پھر اپنے ہمراہیوں کی طرف متوجہ ہو کر انہیں کہتے۔ "الا تسلمون علی قوم یردون علیکم السلام" ''کیا تم اس قوم کو سلام عرض نہیں کرتے جو تمہیں سلام کا جواب دیتے ہیں۔'' امام بیہقی نے متعدد ایسے واقعات لکھے ہیں کہ کئی لوگوں نے شہداء احد خصوصاً سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سلام عرض کی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا اور لوگوں نے سنا۔

(دلائل النبوۃ، للبیہقی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قیامت تک جو بھی شہداء احد کی زیارت کے لئے حاضر ہو کر سلام پیش کرے گا، وہ اس کا جواب دیں گے۔

(تاریخ المدینۃ المنورہ ابن شبہ)

امام بیہقی نے روایت کیا کہ حضرت فاطمہ خزاعیہ بیان کرتی ہیں: میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر انور کی زیارت کے لئے حاضر ہوئی اور مزار پر جا کر عرض کی: اے عم رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سلام ہو! میں نے مزار اقدس سے آواز آتی سنی: وعلیکم السلام و رحمۃ اللّٰہ۔

البدایہ والنہایہ میں ہے کہ شہداء احد کی قبروں بالخصوص حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر جب بھی کوئی گیا، اسے بلا استثناء قبر سے مشک وعنبر کی خوشبو آتی محسوس ہوئی۔

بقول شخصے: ''اسلام کی چمنستان انہی عظیم شہداء کی قربانیوں سے گلزار و گلنار بنا ہوا ہے اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو بلاشبہ سید الشہداء ہیں۔ انہوں نے اپنے خون سے کوہ احد پر لا الہ الا اللہ کا نقش دوام ثبت کیا ہے۔ اس سے ہمارے ایمان ہمیشہ تازہ ہوتے رہیں گے۔ انہوں نے اپنی مضراب جان سے جس ساز کو چھیڑا تھا، ملت کے اس ساز سے خدا کی راہ میں تسلیم جاں کے نغمے اب تک نکل رہے ہیں:

تار ما از زخمہ اَش لرزاں ہنوز　　تازہ اَز تکبیر او ایماں ہنوز

ابتدا میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جبل الرماۃ کے دامن میں واقع وادی قناۃ کے جنوب سپرد خاک کیا گیا۔ یہ ایک خاص مقام تھا۔ وادی قناۃ، جبل رماۃ کے دونوں طرف سے یوں گذرتی تھی کہ جبل رماۃ اس کے درمیان میں آ جاتا۔ سید الشہدا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اُن کے رضاعی بھائی حضرت عبداللہ بن جحش اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبور وادی کے شمالی کنارہ پر تھیں۔ ایک دفعہ وادی میں سیلاب کے پانی کا بہاؤ اتنا تیز تھا کہ قبور کے متاثر ہونے کا خطرہ تھا، لہٰذا ان حضرات کے اجسام مبارکہ کو وہاں سے نکال کر دوسری جگہ منتقل کر دیا گیا جو آج کل قبرستان کی چاردیواری کے درمیان میں ہے، نیز بعض دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی قبور کو بھی منتقل کیا گیا۔ وادی کی یہ شمالی شاخ ماضی قریب تک موجود تھی۔ حکومت سعودیہ نے اس کو بند کر دیا اور جنوبی شاخ کو باقی رکھا تاکہ موجودہ قبرستان سے وادی کو ممکنہ حد تک دور کر دیا جائے نیز جبل رماۃ اور قبرستان کا درمیانی علاقہ زائرین کے لئے وسیع ہو جائے۔ ۶۰ھ میں جب اہل مدینہ کو پانی فراہم کرنے کے لئے اُحد کی طرف نہر نکالنے کے لئے کھدائی کی گئی، تو ایک جگہ سے شہدا کی لاشیں برآمد ہوئیں جو بالکل تر و تازہ تھیں۔ ان کی قبروں سے مشک و عنبر کی خوشبو مہکتی تھی۔ اتفاق سے کھدائی کے دوران حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں میں بیلچہ لگ گیا، تو ان کے پاؤں مبارک سے لہو کے چھینٹے اس طرح اڑے جیسے زندہ آدمی کو زخم لگنے کے بعد اڑتے ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سلسلے میں مدینہ طیبہ میں منادی کروادی تھی کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ورثا آ کر اپنے ان پیاروں کا دیدار کر لیں جو راہِ حق میں شہید ہوئے تھے۔ سیّدنا حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے انہیں اس جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا۔ ہم نے انہیں بالکل ایسا تر و تازہ پایا جیسے وہ کل ہی فوت ہوئے ہیں۔ یعنی جسم اس طرح تر و تازہ تھا جیسے زندہ انسان کا ہوتا ہے حتیٰ کہ رگوں میں خون بھی رواں دواں تھا۔ (المؤطا امام مالک)

بعض شہدائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تدفین تو ایسے مقامات پر کی گئی تھی

جو عام حضرات کے علم میں نہیں ہے کیونکہ وہ ذرا فاصلے پر ایک بلند جگہ ہے۔ یہ قبور مبارکہ سیدالشہد اء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسکول کی دوسری جانب ایک چھوٹی سی گھاٹی پر ہیں جس کے گرد ترکوں نے ایک چاردیواری تعمیر کی تھی جو تاحال قائم ہے۔ اب اس چاردیواری کو مزید بلند کیا گیا ہے۔ یہاں حضرات عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ان کے غلام، ان کے بھتیجے، عبداللہ بن عمر بن الحرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ، خارجہ بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سعد بن الربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نعمان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عبادہ بن خشخاش بلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابوالیمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور خلاد بن عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدفون ہیں۔

شہداء احد کی تدفین کے 46 سال بعد ایک مرتبہ سیلاب کی وجہ سے حضرت عمرو بن الجموع رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبریں کھل گئی تھیں۔ یہ دونوں انصاری صحابہ غزوہ احد میں شہید ہوئے تھے۔ ان کے وجود اس طرح تروتازہ پائے گئے گویا کہ کل ہی دفن ہوئے تھے۔ بے شک شہیدوں کے جسم کو مٹی نقصان نہیں پہنچاتی۔ حضرت عمرو بن الجموع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہاتھ زخم پر رکھا ہوا تھا۔ جب ان کا ہاتھ اس زخم سے ہٹایا گیا تو فوراً خون بہنے لگا۔ چنانچہ دوبارہ ان کا ہاتھ واپس زخم پر رکھ دیا گیا۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نئی قبر کھدوا کر انہیں دوبارہ دفن کیا:

آسماں ان کی لحد پہ شبنم افشانی کرے

جبل احد کے دامن میں قبلہ کی طرف تقریباً 70 مربع گز ایک چاردیواری میں کئی شہدائے احد کی قبور واقع ہیں۔ اس چاردیواری میں لوہے کا بڑا سلاخوں والا گیٹ لگا ہوا ہے۔ اس دروازہ کے سامنے تقریباً بیس گز کے فاصلے پر دو قبور حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبداللہ بن جحش کی ہیں۔ پھر ان قبور کے بعد ایک اندرونی چاردیواری جو بڑی چاردیواری کے اندر شمالی جانب ہے، میں حضرت معصب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ دیگر شہدائے احد مدفون ہیں۔ سیدالشہد اء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک ایک ایسے شہید شہیر کی لحد ہے کہ ان کی شہادت بے مثال تھی جسے دیکھ کر حضور رسالت مآب

صلی اللہ علیہ وسلم کا دل بھر آیا تھا اور آنکھ نم آلود ہوگئی تھی ۔ یہ مدفن زیارت گاہ اہل عزم و ہمت ہے ۔ یہ مزار منبع جذب و کیف ہے اور یہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آخری آرام گاہ ہے جنہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہر مصیبت اور راحت میں مدد کی تھی ۔ اپنی شجاعت اور شمشیر زنی سے اسلامی قوت میں اضافہ کیا تھا ۔

مسنون دعا پڑھ کر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک پر سلام پڑھیے :

السلام عليك يا سيدنا حمزه رضى الله تعالىٰ عنك، السلام عليك يا عم المصطفىٰ صلى الله عليه وسلم عنك، السلام عليك يا اسدالله و اسد رسوله صلى الله عليه وآله وسلم و رضى الله عنك، السلام عليك يا سيدالشهداء السلام عليك يا سيدنا عبدالله بن جحش السلام عليك يا مصعب بن عمير جزاكم الله عنا و عن اهل الاسلام جميعا و رحمة الله و بركاته السلام عليكم يا شهداء احد كافة و رحمة الله و بركاته۔

ترجمہ : اے حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ! آپ پر سلام ہو اور اللہ آپ سے راضی ہو ۔ اے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ! آپ پر سلام ہو اور اللہ آپ سے راضی ہو ۔ سلام ہو آپ پر اے اللہ کے شیر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شیر ! درود بھیجے اللہ تعالیٰ آپ پر اور سلام اور اللہ آپ سے راضی ہو ۔ اے شہیدوں کے سردار آپ پر سلام ہو ، اے سیدنا عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سلام ہو آپ پر ، اے مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جزا دے اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے اور تمام اہل اسلام کی طرف سے اپنی رحمتیں اور برکتیں آپ پر نازل فرمائے ۔ سلام ہو آپ پر اے شہدائے اُحد سب کے سب پر اور اللہ عزوجل کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں ۔

یہ بات نہایت اہم اور مستند ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روحانی طور پر مدینہ کے والی اور حاکم ہیں (جب کہ مکۃ المکرّمہ میں روحانی طور پر حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حاکم ہیں) یہی وجہ ہے کہ مدینہ طیبہ میں آج بھی کہیں جھگڑا ہو جائے اور

دونوں فریق کسی نتیجہ پر نہ پہنچیں تو اس دوران اگر ایک فریق اپنی صفائی میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لے لے تو دوسرا فریق فوراً حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احترام میں اپنے موقف سے دستبر دار ہو جاتا ہے اور یوں معاملہ طے پا جاتا ہے۔

اہل مدینہ کا قول ہے: "**من ارادان یستشفع عند رسول اللّٰہ (صلی اللہ علیہ وسلم فلیستشفع بعمہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ**" جو چاہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں کسی کا واسطہ لائے، اسے چاہیے کہ ان صلی اللہ علیہ وسلم کے عم اکرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واسطہ لائے۔ چنانچہ اہل مدینہ کا قدیم سے یہ طریقہ چلا آرہا ہے کہ جب کسی پر کوئی مصیبت پڑتی یا کوئی کسی مشکل میں گھر جاتا ہے تو وہ سید الشہدا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں فریاد لے کر حاضر ہو جاتا ہے اور یوں عرض کرتا ہے ''اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب چچا! میں اس حالت میں نہایت مشکلات میں گرفتار ہوں، اپنے رؤف ورحیم بھتیجے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں میری سفارش فرمائیں تاکہ میری مصیبت دور اور مشکل حل ہو جائے۔ پھر وہ سیدھا حرم نبوی شریف میں مواجہہ شریف کے سامنے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سلام عرض کر کے التجا کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ کے فضل وکرم سے اس فریادی کی مشکل حل ہو جاتی ہے اور اپنی مراد حاصل کر لیتا ہے۔

اے سید الشہدا، اے فاعل الخیرات، اے کاشف الکربات، اے ذاب عن وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ پر تا قیامت لاکھوں سلام:

اے صبا اے پیکِ دُور افتادگاں　　　اشکِ ما بر خاکِ پاکِ اُو رَساں

اے بادِ صبا! اے درو افتادہ لوگوں کی قاصد! ہمارے آنسوؤں کا ہدیہ سید الشہدا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرقد مقدس تک پہنچا دے۔

کتاب کے آخر میں سید الشہدا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے چند اہم باتوں کا تذکرہ نہایت ضروری ہے۔

1- خطا انسانی خمیر کے جزو کی حیثیت رکھتی ہے۔ بنا بریں حضرات انبیاء علیہم السلام

کی مقدس جماعت کے علاوہ ہر انسان سے غلطی کا صدور یقینی ہے۔ غلطی کا اعتراف کر کے اس سے اجتناب کر لینا بہت بڑا کمال ہے۔ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

ترجمہ: ''ہر آدمی خطا کار ہے اور خطا کرنے والوں میں سب سے بہتر توبہ کرنے والے ہیں۔'' (ابن ماجہ)

جب خطا کار انسان بارگاہِ ارحم الراحمین میں اپنے جرائم کا اعتراف کر کے معافی اور عفو کا خواستگار ہوتا ہے تو رحمت خداوندی کا سمندر جوش میں آجاتا ہے اور غیب سے یہ دل آویز صدا آتی ہے۔

☆ کہہ دو (اللہ فرماتا ہے کہ) اے میرے بندو! جنہوں نے ظلم کیا ہے اپنی جانوں پر، مایوس نہ ہونا اللہ کی رحمت سے، بلاشبہ اللہ معاف فرما دیتا ہے سارے گناہ۔ (الزمر:53)

قرآن وحدیث سے دو باتیں بڑی صراحت کے ساتھ معلوم ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اسلام قبول کرنے سے پہلے کسی بھی صحابی سے خواہ وہ متقدمین میں سے ہو یا متاخرین میں سے، کتنی ہی سنگین نوعیت کے جرائم یا گناہ سرزد ہوئے ہوں۔ لیکن اسلام کے دامن عافیت میں داخل ہونے کے ساتھ ہی سب کے سب معاف ہو جاتے ہیں۔ دوسری یہ بات بھی یقینی ہے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بتقضائے بشریت کوئی لغزش ہوگئی ہو تو اسے بھی معاف کر دیا گیا۔ جس کی بہت سی مثالیں قرآن وحدیث میں موجود ہیں۔ بنابریں یہ حقیقت واشگاف ہوگئی کہ زمانہ جاہلیت میں اگر کسی آدمی سے کوئی جرم سرزد ہوا تھا تو اسلام قبول کر لینے کے بعد اسے موردالزام ٹھہرانا، اسلام اور ایمان کے صریحاً خلاف ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں معاف فرما دیا اور اس کا اعلان بھی بار بار کر دیا گیا ہے تو اب کسی شخص کو ان پر اعتراض کرنے کا حق ہرگز نہیں پہنچتا۔ اسی اصول کی روشنی میں سید الشہداء سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل میں ملوث ہر تین شخصیات بھی اسلام کے دامن عافیت میں آجانے کے بعد اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مغفور ومقبول بن گئیں۔ اگر ان سے انتقام

ضروری ہوتا یا ان کے جرائم نا قابل معافی ہوتے تو رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ان کا ایمان ہرگز قبول نہ کرتے اور انہیں سزا دیئے بغیر چین سے ہرگز نہ بیٹھتے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو اسلام کے دامن شفقت و رحمت میں سمیٹ لیا۔ لہٰذا ان پر انگشت نمائی کی مذموم جسارت سے اجتناب لازم ہے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کا افسوس مسلمانوں کو ہمیشہ خون کے آنسو رُلاتا رہے گا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے تین ذمہ داروں جبیر بن مطعم، ہند بن عتبہ، اور حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت شرمساری اور ندامت کے ساتھ اپنی سنگین ترین غلطی کی معافی مانگتے ہوئے جان کی پناہ مانگی اور عرض کی کہ انہیں اسلام قبول کرنے کی اجازت دی جائے۔ یہ حضرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر نہ صرف مسلمان ہوئے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں کو معاف بھی فرمادیا۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ جو شخص مسلمان ہوگیا، اُس کے زمانہ کفر کے تمام گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔ اِس کی وضاحت اِس حدیث مبارکہ سے بھی ہوتی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

☆　**اما علمت یا عمرو ان الاسلام یهدم ما کان قبله۔**

(مسلم شریف، کتاب الایمان حدیث نمبر 173)

اے عمرو! کیا تم نہیں جانتے کہ اسلام پچھلے تمام گناہوں (خطاؤں کو ختم کردیتا ہے۔"

اس حدیث مبارکہ کی روشنی میں اب کسی کے لئے بھی جائز نہیں کہ وہ مذکورہ شخصیات کے متعلق زبان درازی کرے، ہرزہ سرائی کرے یا حقارت آمیز الفاظ کا استعمال کرے، کیونکہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں معاف کردیا تو پھر کسی کو کوئی حق حاصل نہیں کہ وہ ان کے خلاف سب وشتم کرے۔ اب وہ حضرات صحابہ کا درجہ حاصل کرچکے ہیں۔ قرآن مجید میں صحابہ کرام کے متعلق ارشاد خداوندی ہے:

☆ ترجمہ: اور سب سے آگے آگے اور سب سے پہلے پہلے ایمان لانے والے مہاجرین اور انصار سے اور جنہوں نے پیروی کی اُن کی عمدگی سے، راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ اُن سے اور راضی ہو گئے وہ اس سے اور اُس نے تیار کر رکھے ہیں اُن کے لئے باغات، بہتی ہیں ان کے نیچے ندیاں، ہمیشہ رہیں گے اُن میں ابد تک، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

(التوبہ:100)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں کو جانچا تو تمام بندوں کے دلوں میں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو بہترین پایا اور اسے اپنے لئے چن لیا اور اسے اپنی رسالت کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل (کو منتخب کرنے) کے بعد دوبارہ بندوں کے دلوں کو جانچا تو صحابہ کرام کے دلوں کو سارے بندوں کے دلوں سے بہتر پایا۔ چنانچہ انہیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مددگار بنا دیا۔ وہ اپنے دین کی خاطر لڑتے ہیں۔ پس جس بات کو صحابہ کرام اچھا جانیں، وہ اللہ کے ہاں بھی اچھی ہے اور جسے صحابہ کرام برا جانیں، وہ اللہ کے نزدیک بھی بری ہے۔ اسے احمد نے روایت کیا ہے۔

☆ حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم کسی صحابی کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک غزوہ میں شریک ہونا جس میں (صرف) اس کا چہرہ غبار آلود ہو، تمہارے سارے اعمال سے افضل ہے خواہ تمہیں حضرت نوح علیہ السلام کے برابر عمر دی گئی ہو۔ اسے احمد نے روایت کیا ہے۔

☆ حضرت ابو سعید الخدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرے صحابہ کو برا نہ کہو، اگر تم میں (غیر صحابہ) سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے (تو بھی وہ اجر و ثواب میں) صحابہ کے ایک مد یا آدھا مد (ایک پیمانہ تھا جس کا وزن قریب قریب ایک سیر کے برابر تھا) خرچ کئے گئے سونے کے برابر نہیں ہوگا۔''

(صحیح بخاری رقم الحدیث 3673، صحیح مسلم رقم الحدیث 2541)

☆ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جہنم کی آگ ان مسلمانوں (صحابہ) کو چھو بھی نہ سکے گی، جنہوں نے مجھے دیکھا یا جس (تابعی) نے ان (صحابہ) کو دیکھا جنہوں نے مجھے دیکھا۔''

(ترمذی شریف رقم الحدیث 3858)

☆ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مغفل سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ سے ڈرو! اللہ سے ڈرو! میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو! اللہ سے ڈرو! میرے صحابہ کے بارے میں میرے بعد ان کو (سب وشتم اور اپنی تنقید کا) نشانہ نہ بنانا۔ جو شخص ان کو دوست رکھتا ہے، وہ میری محبت کی وجہ سے ان کو دوست رکھتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ میرے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے اُن سے بغض رکھتا ہے۔ اور جس نے اُن کو ایذا دی، اس نے مجھ کو ایذا دی اور جس نے مجھ کو ایذا دی، اُس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی، قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کو پکڑ لے۔'' (مشکوٰۃ شریف)

☆ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب تم اِن لوگوں کو دیکھو جو صحابہ کو برا کہتے ہیں تو تم کہو'' تمہارے شر وفساد پر خدا کی لعنت ہو۔'' (ترمذی شریف)

☆ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن خطاب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں۔ تم اِن میں سے جس کی (بھی) پیروی کرو گے، ہدایت پاؤ گے۔ (رازین) **رضی اللہ عنهم و رضو عنه۔**

2- عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ فخر کونین، باعث تخلیق کائنات، حضور خاتم النّبیین حضرت محمد مصطفیٰ (فداہ ابی وامی) صلی اللہ علیہ وسلم نے ''سید الشہدا'' کا معزز لقب صرف سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مرحمت فرمایا اور یہ اعزاز ان کے لئے مخصوص و منصوص ہے۔ لٰہذا کسی دوسرے صحابی کو اس لقب سے مخاطب کرنا خلاف سنت ہے۔ میرے خیال میں ایسا درست نہیں ہے۔ خود محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض دوسرے صحابہ

کی شان میں بھی ''سید الشہد ا'' فرمایا ہے۔ چنانچہ متقدمین محققین میں سے امام ابوبکر جصاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ، علامہ نور الدین علی بن ابوبکر الہیثمی اور امام جلال الدین سیوطی نے حسب ذیل روایات نقل فرمائی ہیں۔

☆ ''حضرت جعفر بن ابوطالب شہداء کے سردار ہیں جن کے ساتھ فرشتے تھے۔'' (جامع الصغیر جلد 2 ص 34)

☆ ''حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتنے اچھے آدمی ہیں اور وہ شہدا کے سردار ہیں۔'' (مجمع الزوائد جلد 9، صفحہ 300)

☆ ''حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ہر وہ شخص سید الشہد اء ہے، جسے اعلان حق کی پاداش میں کوئی ظالم وجابر حکمراں قتل کردے۔'' (مجمع الزوائد جلد 9، صفحہ 268)

یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ متعدد انبیاء علیہم السلام اور خلفائے راشدین میں سے سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی شہادت کا رتبہ نصیب ہوا جن کا مقام بیحد اعلیٰ وارفع ہے اور یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا منشا یہ تھا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہونے والے انبیاء اور خلفائے راشدین کے بھی سردار ہیں۔ لہٰذا اس کی اقرب الی الصواب توجیہہ یہ کی جاسکتی ہے کہ غزوہ احد کے شہدا کے سردار سیدنا حضرت حمزہ اور غزوہ موتہ کے شہدا کے سردار سیدنا حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی ارباب علم و دانش کو دعوت فکر دیتی ہے کہ سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہیں محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے ''سید الشہد ا'' کے لقب سے نوازا ہے، انہوں نے کسی جہاد میں جام شہادت نوش نہیں کیا بلکہ ان کا سانحۂ ارتحال عارضۂ طاعون سے ہوا تھا۔ (البدایہ والنہایہ جلد 7، صفحہ 102) انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہیں شہادت کا اعلیٰ رتبہ نصیب نہ ہونے کے باوصف ''سید الشہد اء'' کہا گیا اور کسی کو اس

حدیث پر اعتراض بھی نہیں تو شہید کربلا سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سید الشہد ا یا امام الشہد ا کہنے میں کیا حرج ہوسکتا ہے جب کہ ان کی شہادت کی خون آشام داستان خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بار ہا بیان فرمائی۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''حمزہ بن عبدالمطلب سید الشہد اء ہیں اور وہ شخص بھی جو ظالم حکمران کے سامنے کھڑا ہوا، اور اسے نیکی کا حکم دیا، برائی سے روکا، اور حکمران نے اسے قتل کر دیا۔'' (اسے حاکم نے روایت کیا ہے) سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلاشبہ اس حدیث مبارکہ کے مصداق ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے دور کے ظالم حکمران یزید کے خلاف کلمہ حق بلند کرتے ہوئے جہاد کیا جس کی پاداش میں انہیں نہایت بے دردی سے شہید کر دیا گیا۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)

3- سید الشہد ا سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام و مرتبہ دین اسلام میں بہت زیادہ ہے۔ ہر مسلمان اپنے دل میں ان سے بے پناہ عقیدت و محبت رکھتا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ اور اس کے حبیب مکرم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شیر ہیں۔ اہل بیت عظام میں ان کا منفرد مقام ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔ آپ کی شہادت پر رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم بے حد رنجیدہ، افسردہ اور غصے میں تھے۔ صحابہ کرام کا کہنا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اس قدر نہیں روئے جتنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے موقع پر۔ خدشہ تھا کہ کہیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم شدت غم سے بے ہوش نہ ہو جائیں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسی نابغہ روزگار ہستی اہل اسلام کے لئے تا قیامت ہیرو کا درجہ رکھتی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ بعض لوگ یا ادارے محض پیسے کمانے کے لئے ایسی مقدس شخصیت پر فلمیں اور ڈرامے بنا کر گناہ کبیرہ کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ بالخصوص 1076ء میں بنائی گئی فلم دی میسیج "The Message" میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرضی کردار بالی ووڈ کے معروف عیسائی اداکار انتھونی کوئنین Anthony Quinn نے ادا کیا۔ اندازہ لگائیں کہاں

سیدالشہداء، اسداللہ و اسدالرسول حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کہاں اداکار Anthony Quinn اتھونی کوئنین۔ اس طرح کئی اور فلموں اور ڈراموں میں بھی حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرضی کردار فلمایا گیا ہے۔ فلم ''دی میسیج'' میں ایک اداکار کو ابوجہل دکھایا گیا ہے جو نعوذ باللہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نازیبا کلمات کہہ رہا ہے۔ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں بدترین گستاخی وتوہین کا ارتکاب ہے۔ یہ ناپاک حرکت خواہ نام نہاد مسلمانوں کی طرف سے ہو یا غیر مسلموں کی طرف سے، نہایت قابل مذمت ہے۔ حد تو یہ ہے کہ اب حضرات انبیاء کرام علیہم السلام پر بھی فلمیں بننی شروع ہوگئی ہیں۔ ان فلموں میں کئی مقامات پر مختلف انبیاء کرام کے فرضی کردار ادا کرنے والے اداکاروں کو اے نبی، اے یوسف، اے ابراہیم، اے نوح کہہ کر پکارا گیا ہے۔ کئی مقامات پر حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کرداروں پر نعوذ باللہ وحی لاتے دکھایا گیا ہے۔ اس سے زیادہ اسلام کی توہین اور کیا ہوسکتی ہے؟ اس قسم کی ویڈیوز اور سی ڈیز مارکیٹ میں کھلے عام فروخت ہورہی ہیں بلکہ کئی ایک پرائیویٹ چینل اس گھناؤنے جرم میں پیش پیش ہیں۔ مقامی کیبل آپریٹرز بھی اس گناہ کبیرہ میں برابر کے شریک ہیں۔ قابل افسوس بات یہ ہے کہ ان فلموں بالخصوص ''دی میسیج'' میں تاریخی واقعات مسخ کرکے پیش کئے گئے اور طرفہ تماشا یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام کے کردار وعمل کو پیش کرنے کے لئے مصنوعی اداکاری کا سہارا لیا گیا اور وہ بھی ایسے رذیل لوگوں سے جو زانی اور شرابی ہیں۔ (استغفراللہ) اس سے بھی زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ اس گستاخانہ فلم میں 313 بدری صحابہ کرام کا فرضی کردار بھی فلمایا گیا ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تو ایسے خوش نصیب اور نیک بخت افراد ہیں جنہیں آقائے کائنات، سیدالمرسلین، خاتم النّبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت، قرب اور خدمت کی سعادت نصیب ہوئی۔ ان ایسے نفوس قدسیہ قیامت تک نہیں پیدا ہوسکتے۔ پھر بھلا کوئی شخص ان کا کردار ادا کرنے کے لئے کیسے ان کا روپ

دھار سکتا ہے؟ ان نفوس قدسیہ کی عظمت وفضیلت قرآن وحدیث میں بیان ہوئی ہے اور یہ فضیلت لافانی اور لاثانی ہے، اسے متعارف کروانے کے لئے کسی فلم یا ڈرامہ کی ضرورت نہیں۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ ایسی فلمیں اصلاح امت کے لئے ہیں جب کہ میرے نزدیک اس سے اصلاح نہیں بلکہ معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اس امت کے آخری طبقہ کی اصلاح صرف اسی طریقے سے ممکن ہے جس طرح پہلے طبقے کی اصلاح ہوئی۔'' جب اس امت کے پہلے طبقہ کی اصلاح ان فلموں اور ڈراموں کے ذریعے نہیں ہوئی تو موجودہ طبقہ کی اصلاح فلموں اور ڈراموں سے کیسے کی جاسکتی ہے؟ اسی طرح بعض نام نہاد دانشوروں کا کہنا ہے کہ یہ فلم بھلائی کی نیت سے تیار کی گئی ہے۔ یہ دلیل بھی نہایت مضحکہ خیز ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ''بھلائی ہمیشہ بھلائی کے ذریعے ہی آتی ہے۔'' (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید کے طور پر یہ بات تین دفعہ دہرائی)۔ دین اسلام کی مقدس ہستیوں پر فلمیں بنانا کہاں کی بھلائی اور کہاں کی تبلیغ ہے۔ کفار نے مسلمانوں کو محض دھوکہ دینے کے لئے تخریب کا نام تبلیغ اور برائی کا نام بھلائی رکھ دیا ہے۔ بدقسمتی سے کئی سادہ لوح مسلمان اس کا شکار ہو چکے ہیں۔ اس طرح کی فلمیں دیکھنے کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ ان صحابہ کرام کا نام ذہن میں آتے ہی ان کرداروں کے خدوخال اور شبیہ سامنے آجاتی ہے۔ ایک دفعہ فلم دیکھ لینے کے بعد ان کرداروں کو ذہن سے محو کرنا نہایت مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ایسی تمام فلموں کا مکمل بائیکاٹ کرے اور آئینی وقانونی دائرے میں رہتے ہوئے اس کے خلاف ضروری کارروائی کرے۔ لاہور ہائی کورٹ کے جناب جسٹس اعجاز الحسن نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بنام حکومت پاکستان، کیس نمبر W.P.No.23306/12 مورخہ 19 ستمبر 2012ء میں اپنے ایک فیصلہ میں کہا کہ ایسی تمام فلمیں جن میں انبیاء کرام یا صحابہ کرام کے فرضی کردار فلمائے گئے ہیں، غیر قانونی ہیں۔ انہوں نے اپنے فیصلہ میں ایسی تمام فلموں کی نمائش، سی ڈیز، ویڈیوز وغیرہ پر پابندی عائد کی

اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کو حکم دیا کہ اس کی خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف سخت کارروائی کی جائے۔

4- بہت سے نامور ہیروز کی طرح حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اپنی بے مثل شجاعت اور جانبازی کے پیش نظر اپنی شہادت کے بعد افسانوی عالم سے گزرے اور ایک عجیب وغریب، من گھڑت، دیو مالائی اور عوامی عشقیہ داستان کا مرکزی کردار بن گئے جس کی طرف ہر طرح کی تخیلی مہمات منسوب ہوگئیں۔ یہ مہمات ایسے ممالک میں وقوع پذیر ہوئیں جہاں اصلی (حضرت) حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبھی نہیں گئے یعنی سیلون، چین، وسطی ایشیا اور روما۔ اس کی توجیہہ یہ کی گئی ہے کہ اس کا ماخذ ایک تصنیف تھی جو اب موجود نہیں ہے۔ اس کا نام قصہ مغازی حمزہ تھا، جس کا تاریخ سیستان میں ذکر پایا جاتا ہے۔ یہ تصنیف ایک شخص حمزہ بن عبداللہ (جسے ایک سازش کے تحت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا ظاہر کیا گیا) کے کارناموں سے متعلق ہے جس نے ہارون الرشید اور اس کے جانشینوں کے خلاف ایک باغیانہ تحریک کی قیادت کی تھی۔ تاریخ سیستان کے مطابق حمزہ نے سندھ، ہندوستان اور سرندیپ (یعنی ہندوستان اور سیلون) میں مہمات انجام دیں۔ اس شخص کا اصل نام حمزہ بن آذرک تھا جسے عربی کتابوں میں ادرک یا اُترک لکھا گیا ہے۔ وہ سیستان کا باشندہ اور ایک دہقان کا بیٹا تھا۔ چونکہ خلیفہ کے ایک قریبی اور خاص آدمی نے اس کے نسب کے متعلق توہین آمیز فقرے کہے تھے، اس لئے اس نے ریاست کے خلاف بغاوت کردی۔ حمزہ نے ہارون الرشید کے خلاف کامیاب بغاوت کی اور سیستان کے لوگوں کو خراج دینے سے روکا۔ اس کی بڑھتی ہوئی طاقت کے خلاف، والی خراسان علی بن عیسیٰ نے خلیفہ سے مدد کی درخواست کی اور خلیفہ بذات خود 192ھ/ 807-808ء میں سیستان آیا۔ اگرچہ مؤخر الذکر نے تحفظ کا تحریری وعدہ دیا لیکن حمزہ نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ہارون الرشید کی وفات کے بعد حمزہ نے سندھ اور ہندوستان میں مہمات کی قیادت کی اور 213ھ/ 828یا829ء میں وفات پائی۔

داستاں نویسوں نے ''داستان امیر حمزہ'' بھی کئی جلدوں میں تحریر کی، حاجی ہمدانی قصہ گو نے فارسی میں ایک ضخیم کتاب ''رموزِ حمزہ'' 988ھ اور 999ھ مطابق 1580ء اور 1590ء کے درمیان تصنیف کی، پھر وہ داستان، گولکنڈہ (حیدرآباد) کے سلطان محمد قلی قطب شاہ (متوفی 1020ھ مطابق 1611ء) کے گوش گزار کی گئی جسے سن کر سلطان نے ہدایت کی کہ اسے مختصر پیرائے میں بیان کیا جائے، چنانچہ حاجی ہمدانی نے ''زبدۃ الرموز'' (1021ھ م 1612ء) کے عنوان سے ''رموز حمزہ'' کی تلخیص کی جس کا ایک نسخہ خدا بخش لائبریری، پٹنہ (بہار) میں محفوظ ہے۔ دکنی زبانی میں ''قصۂ جنگ امیر حمزہ'' کے نام سے کسی نامعلوم شخص نے 1202ھ م 1781ء) میں لکھا جو کتب خانہ پیرس (Paris) کی زینت ہے بعد ازاں اُردو میں ''رموز حمزہ'' کی بنیاد پر ''داستانِ امیر حمزہ'' 1218ھ-1219ھ م/1803ء، 1804ء میں بمقام کلکتہ تصنیف کی گئی۔ اس کے مصنف خلیل علی اشک نے اس کتاب کو دنیا جہاں کے قصوں، مافوق الفطرت واقعات اور جنگی کارناموں کو اشعار سے سجایا جس سے یہ داستان بے حد دلچسپ، بہت دل پذیر اور پر لطف ہوگئی۔ داستان امیر حمزہ عام شائقین کے علاوہ شہزادوں کو بھی سنائی جاتی تھی تاکہ ان میں لطف اندوزی کے ساتھ جہاں بانی وحکمرانی کا بھی شوق فزوں ہوجائے۔ ''داستان امیر حمزہ'' مطبع نول کشور، لکھنؤ سے 1883ء تا 1893ء آٹھ جلدوں میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہی، جس کا تحقیقی جائزہ لیتے ہوئے اُردو کے بلند پایہ مشہور ومعروف نقاد ومحقق، شاعر وادیب پروفیسر شمس الرحمٰن فاروقی نے ''ساحری، شاہی اور صاحب قرانی، داستان امیر حمزہ کا مطالعہ'' کے نام سے چھ جلدوں میں ضخیم کتاب تحریر کی۔

بعض داستانوں میں سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نوشیرواں بادشاہ کا ہم عہد لکھا گیا ہے۔ حالانکہ نوشیرواں کا جب انتقال ہوا، اس وقت 579ء میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر صرف بارہ برس کی تھی اور ان کا بیرون عرب جاکر مختلف ممالک میں اتنی لڑائیاں لڑنا محض وضعی داستانیں ہیں۔ حیرت انگیز طور پر ہر داستان جھوٹ کا ایسا پلندہ ہے

جس پر آدمی عش عش کر اُٹھتا ہے۔ طلسم وعیاری اور عشق ورومان کی مضحکہ خیز عجیب وغریب کہانیوں سے مزین یہ داستانیں آج بھی شائع ہورہی ہیں۔

امیر حمزہ کے قصہ (جسے کبھی داستان امیر حمزہ، کبھی حمزہ نامہ، کبھی قصہ امیر حمزہ، اسماء حمزہ یا رموز حمزہ کہا جاتا ہے) کا سید الشہدا سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی تعلق نہیں۔ ایسی داستانیں اوران کا اسلوب بیان سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے مرد حق آگاہ اور ضیغم اسلام کے رفیع الشان مقام سے فروتر ہے۔ فی الحقیقت ایسی تمام داستانیں لغویات کا پلندہ اور خرافات محض ہیں۔ ایک جلیل القدر صحابی سے غلط باتیں منسوب کرنا یا انہیں پڑھنا اور سننا نہ صرف وقت ضائع کرنے بلکہ خواہ مخواہ گناہ کمانے کا باعث ہے۔ سید الشہدا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت اور جلالت قدر ایسی فرضی اور وضعی داستانوں کی ہرگز محتاج نہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کے حقیقی واقعات ہی اتنے ولولہ انگیز، ایمان پرور اور محیر العقول شان کے حامل ہیں کہ فرزندانِ اسلام کے خون کو تا ابد گرماتے رہیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں بھی اسم با مسمیٰ یعنی اسد اللہ واسد الرسولہ ٹھہرے اور آج تک وہ جرأت وشجاعت کا ایک ایسا استعارہ ہیں جن پر ملتِ اسلامیہ ہمیشہ فخر کرتی رہے گی:

مثل ایوان سحر مرقد فروزاں ہو ترا

حواشی:

(1) حضرت سیدہ صفیہ بنت عبدالمطلب بن ہاشم القرشیہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی جان، حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سگی ہمشیرہ اور عشرہ مبشرہ میں شامل عظیم صحابیِ رسول حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ہیں۔ آپ کی والدہ ہالہ بنت وہب (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خالہ) ہیں۔ سب سے پہلے حضرت صفیہ سے الحارث

بن حرب بن امیہ نے نکاح کیا اور جب وہ فوت ہو گئے تو ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی العوام بن خویلد نے بعد میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح کیا جس سے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سابقات الاسلام میں سے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام پھوپھیوں میں یہ شرف حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حاصل ہے کہ انہوں نے اسلام قبول کیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بیٹے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہجرت کی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے برادر حقیقی کی طرح بڑی شجاع اور دلیر عورت تھیں۔ آپ کئی غزوات میں شریک ہوئیں۔ غزوہ خندق میں آپ کا استقلال نسوانی بہادری و جرأت کی حیرت انگیز مثال ہے۔ مورخین نے بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ خندق (احزاب) کے لئے نکلے تو آپ نے عورتوں کو فارغ نامی قلعے میں رکھا۔ ایک موقع پر حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک نوجوان یہودی کو قلعے پر چڑھتے دیکھا تو آپ نے اس کے پاس جا کر اسے تلوار ماری، اس کے سر کو کاٹ دیا اور اس کا سر پکڑ کر ان کی طرف پھینک دیا۔ اس پر یہودی کہنے لگے کہ اوپر قلعہ میں ضرور مسلمانوں کی فوج موجود ہے، چنانچہ وہ سب ڈر کر بھاگ گئے۔ حضرت سیّدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسلام کی پہلی عورت ہیں جنہوں نے یہود کے ایک نوجوان کو قتل کیا ہے۔

جناب حفیظ جالندھری نے اس ایمان پرور واقعہ کی منظر کشی کرتے ہوئے لکھا:

صفیہ بن عبدالمطلب ہمشیر حمزہ کی — کہ تھا جن کا تہور ہو بہو تصویر حمزہ کی
نظر رکھتی تھیں وہ میدان پر ہر دم جھروکے سے — مبادا دشمنان دیں اِدھر آ جائیں دھوکے سے
یہودی قوم کی بستی میں تھیں تیاریاں ہر دم — بغاوت کے نظر آتے تھے آثار و نشاں ہر دم
بسا اوقات کچھ دستے مسلح ہو کے آتے تھے — کھڑے رہتے تھے آدھی راہ پر پھر لوٹ جاتے تھے
اچانک اک نرالا فتنۂ سالوس بھی دیکھا — بزیر سایۂ دیوار اک جاسوس بھی دیکھا
یہ صورت تھی بلاشک قصر امن آثار میں رخنہ — یہودی ڈھونڈتا تھا قلعہ کی دیوار میں رخنہ

صفیہ خود مسلح ہو کے نکلیں قلعہ سے باہر لگائی چوب سے اک ضرب اس مرد مسلح پر
یہ ضرب دست حق تھی کھل گیا خاطی کا بھنڈارا دماغ و استخواں کا رہ گیا اک بدنما گارا
یہ نقشہ دیکھ کر دشمن کے دستے پھر نہیں ٹھہرے وہ سمجھے قلعہ میں ہیں اچھی خاصی فوج کے پہرے
دوبارہ رُخ نہ اس جانب کیا پھر ان لعینوں نے سبق ایسا سکھایا مسلمہ پردہ نشینوں نے
کیا ہمشیر حمزہ نے وہ کار دلیرانہ قیامت تک زبانوں پر رہے گا جس کا افسانہ
وہ بزدل ہیں بوقت خطرہ جو ورلاپ کرتی ہیں مسلماں عورتیں اپنی حفاظت آپ کرتی ہیں

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تہتر (73) سال کی عمر میں ۲۰ھ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ نے اصابہ میں ایک شعر حضرت صفیہ کا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرثیہ کے متعلق نقل کیا ہے جس سے ان کی فصاحت و بلاغت اور قدرت کلام کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس شعر میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہتی ہیں:

ان یوما اتی علیك لیوم کورت شمسه وکان مضیاء

ترجمہ: آج آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر وہ دن آیا ہے جس میں آفتاب سیاہ ہو گیا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ روشن تھا۔

۱۱ھ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دنیا سے ظاہری پردہ فرمایا، حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جو دلی صدمہ ہوا، اس پر انہوں نے نہایت پردرد مرثیہ لکھا جس کا مطلع یہ ہے:

لفقد رسول اللّٰه اذ حان یومه فیا عین جودی بالدموع السواجمه

ترجمہ: ”جس دن حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) ظاہری دنیا سے پردہ نشیں ہوئے ہیں اے آنکھ تو اُس دن پر غم کے آنسو پوری سخاوت کے ساتھ بہا۔“ یہ مرثیہ ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں نقل کیا ہے۔

(2) جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف قرشی، جاہلیت میں قریش کے زعماء میں سے تھے۔ آپ نے اسلام قبول کیا اور بہت اچھے مسلمان ثابت ہوئے۔ آپ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ جلیل القدر صحابی، قریش کے کبار علماء اور سادات میں سے تھے۔ آپ قریش میں سے عرب کے انساب کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ سیرت نگاری نے آپ کو نسابین میں شمار کیا ہے اور اصابہ میں ہے کہ آپ قریش اور سب عربوں کے بہت بڑے ماہر نساب تھے۔ بخاری و مسلم نے آپ کی ساٹھ احادیث روایت کی ہیں۔ آپ نے 59 ہجری میں وفات پائی۔

(3)　ہند بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ، مکہ مکرمہ کے قبیلہ قریش کے خانوادے عبد شمس کی نامور خاتون، بنو امیہ کے سردار ابوسفیان کی بیوی اور اموی خلیفہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ تھیں۔ مزید براں وہ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش دامن اور ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ ہیں۔ ہند کی والدہ صفیہ بنت امیہ بن حارثہ السلمیٰ تھی۔ ہند کے پردادا عبد شمس اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پردادا ہاشم، سگے بھائی تھے۔ ان دونوں کا والد عبد مناف تھا اور والدہ عاتکہ بنت مرہ ان ہلال السلمیہ تھی۔ ہند بنت عتبہ کا پہلا نکاح الفاکہ بن المغیرہ بن عبد اللہ المخزومی سے ہوا۔ اس کے قتل کے بعد وہ مقتول کے بھائی حفص بن المغیرہ اور اس کی موت کے بعد ابوسفیان صخر بن حرب کے عقد نکاح میں آئی۔ ہند کا شمار فصیح اور جری عورتوں میں ہوتا تھا۔ اسے اپنی قوم میں بڑا رسوخ اور اقتدار حاصل تھا۔ شعر بھی کہتی تھی۔ اس نے غزوۂ بدر میں قتل ہونے والے مشرکوں کو مرثیے بھی لکھے۔ ۳ھ میں غزوۂ احد میں وہ مشرکین مکہ کے ہمراہ تھی اور مسلمانوں کے خلاف صف آراء ہونے والے کفار کو لڑنے مرنے پر اُکسانے میں پیش پیش تھی۔ جب حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے تو ہند نے ان کا مثلہ کیا اور کلیجہ چبایا۔

جب ۸ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند مردوں اور عورتوں کو ان کے گھناؤنے جرائم کی وجہ سے گردن زدنی قرار دیا، ان میں ہند بنت عتبہ بھی تھی۔ لیکن وہ اسلام لے آئی اور اپنے گھر کے سارے بت توڑ پھوڑ کر حضور نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوگئی اور رحمۃ للعالمین نے اسے معافی دے دی۔ ہند نے عورتوں کی بیعت میں شامل ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت بھی کر لی۔

طبقاتِ ابن سعد میں منقول ہے کہ ہند بنت عتبہ، حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا:

''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! تمام طرح کی حمد وثنا اللہ کے لئے جس نے اس دین کو غالب کر دکھایا جسے اس نے اپنے لئے پسند کیا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے (عفو و درگزر کی صورت میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت داری کا نفع ملنا چاہئے۔ میں اللہ پر ایمان رکھنے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے والی عورت ہوں۔''

بعد ازاں اس نے کہا:

''میں ہند بنتِ عتبہ ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "**مرحبا بك**" (خوش آمدید)

پھر وہ یوں گویا ہوئی:

''اللہ کی قسم! روئے زمین پر مجھے آپ کے گھرانے سے بڑھ کر کسی گھرانے کا ناپسند ہونا محبوب نہ تھا اور آج میری کیفیت یہ ہے کہ (اسلام قبول کرنے کے بعد) روئے زمین پر مجھے آپ کے گھرانے سے بڑھ کر کسی گھرانے کا عزت دار ہونا محبوب نہیں۔''

اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **وزیادة** یعنی اس میں مزید اضافہ ہوگا اور صحیح بخاری کی روایت میں "**وأيضاً والذی نفسی بیده**" یعنی اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، میرا بھی یہی حال ہے۔

ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بکری کے دو بچے بھی نذر کئے اور عرض کی کہ اس کی بکریاں بچے کم دیتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے دعا فرمائی تو اس کے ریوڑ میں بہت اضافہ ہو گیا۔ ہند کہا کرتی تھی کہ گلے کی یہ کثرت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ہوئی ہے۔ پھر کہتی کہ ساری تعریفیں اس اللہ کے لئے جس نے ہمیں اسلام کی راہ دکھائی اور ہمیں اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

سے سرفراز کیا۔ ہند کے اسلام لانے کا واقعہ قابلِ ذکر ہے ابوسفیان کے اسلام قبول کرنے کے دوسرے دن ہند بھی اسلام لانے پر ازخود آمادہ ہوگئی۔ ابوسفیان نے سبب پوچھا تو کہنے لگی: ''گزشتہ شب بیت اللہ میں مسلمانوں کے انہماک اور شوق عبادت نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے۔ میں نے مسجد الحرام میں اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کا اس جوش وخروش اور خضوع وخشوع کے ساتھ حق ادا کرتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا۔ بخدا مسلمان رات بھر نمازیں پڑھتے رہے۔'' حلقہ بگوش اسلام ہونے کے بعد ہند رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخلص عقیدت مند ہوگئی۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں ہند کے تجارتی کاروبار کا بھی پتا چلتا ہے۔ جنگ یرموک (۱۴ ہجری) میں ہند نے شرکت کی اور بڑے جوش وخروش کے ساتھ مسلمان مجاہدین کو بہادری اور بے جگری سے لڑنے کی ترغیب دلاتی رہی۔ بالآخر ۱۴ھ عہد فاروقی میں وفات پائی۔

☆☆☆

فضائل ومناقب

حضرت ابوطالب

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وفا شعار اور عظیم تایا حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ جو حضرت عبدالمطلب کے فرزندار جمند اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد گرامی ہیں آپ کی شان اور مدح کا سب سے روشن پہلو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی کفالت کا اعزاز آپ کو عطا فرمایا۔ آپ بھی خاندان بنو ہاشم کی طرح عرب کے شہرۂ آفاق شعراء میں سے ہیں۔ آپ کا تمام کلام دیوان ابوطالب کے نام سے موجود ہے جس کا اردو ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔

حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کو اپنے عظیم اور مایہ ناز بھائی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا مشرف با اسلام ہو کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آ جانے کی اس قدر خوشی ہوئی کہ آپ نے اس موقع پر چند اشعار لکھے، جو قارئین کی خدمت میں پیش کئے جا رہے ہیں:

فَصَبْـواً اَبَـا يَـعْـلىٰ عَـلٰى دِيْنِ اَحْمَدٍ
وَكُـنْ مُـظْـمِـداً لِـلـدِّيْـنَ وُفِقْتَ صَابِراً

ترجمہ: اے ابویعلی (حمزہ) تم حضرت احمد مجتبیٰ کے لائے ہوئے دین پر ثابت قدم رہنا اور ہمیشہ دین کے آئین کا اظہار کرتے رہنا اور اس پر ہمیشہ صبر واستقامت کے ساتھ چلتے رہنا:

وَحُـطْ مَـنْ اَتـىٰ بِالعَقِّ مِنْ عِنْدِ رَبِّهِ
بِـصِـدْقٍ وَعَزْمِهِ لَا تَكُنْ حَمْزُ كَافِداً

ترجمہ: اور اس کی حمایت وحفاظت کرو جو اپنے رب کی جانب سے حق بات لے کر آیا

ہے صدق اور عزم و ہمت کے ساتھ اور اے حمزہ کبھی بھی کفر اختیار نہ کرنا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کا انکار نہ کرنا:

فَقَدْ سَرَّنِیْ اِذْ قُلْتَ اِنَّکَ مُؤْمِنٌ

فَکُنْ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ فِی اللّٰہِ نَاصِراً

ترجمہ: مجھے یہ سن کر نہایت خوشی ہوئی جب تم نے کہا کہ تم مومن ہو لہٰذا اب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اللہ کی راہ میں ناصر و حامی بن کر رہو:

وَنَادَ قُدَیْسُتًا بِالَّذِیْ قَد اَتَیْتَہٗ

جِھَاراً وَقُلْ مَا کَانَ اَحْمَدُ سَاحِراً

ترجمہ: اے حمزہ اب تم اعلانیہ طور پر قریش کو بتلا دو اور اعلان کر دو کہ تم مسلمان ہو اور یہ بھی کہہ دو کہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم ساحر اور جادوگر نہیں (بلکہ اللہ کے رسول) ہیں۔

(از: دیوان ابوطالب رضی اللہ عنہ)

☆☆☆

حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت حسان رضی اللہ عنہ بن ثابت اسلام کی دینی شاعری کے بانی ہیں۔انہیں شاعرِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی کہا جاتا ہے۔حضرت حسان نے دفاعِ اسلام اور شاعر رسول ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی ادب و روایات کا بھی دفاع کیا۔ان کے اشعار کفار کے لیے تلوار کی دھار سے زیادہ کاری ثابت ہوئے۔ابتدا میں کفار و مشرکین نے شعر و شاعری کے ذریعے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بھرپور مذاق اڑانا شروع کر دیا۔معاملہ روز بروز بڑھتا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن لوگوں نے رسول اللہ کی اپنے ہتھیاروں سے مدد کی ہے(یعنی انصار)انہیں اب زبانوں سے ان کی مدد کرنے میں کون سی چیز مانع ہے؟ جواب میں شعرائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی حوصلہ افزائی کی اور اس طرح ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر نگرانی شعراء کی ایک جماعت قائم ہوگئی جس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کی تعمیل اس طرح کی کہ نہ صرف کفار کی بدزبانی اور گستاخیوں کے جواب دیے بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و آبرو کی حفاظت و دفاع کی خاطر اپنی جان و مال اور عزت و آبرو سب کچھ داؤ پر لگا دیا۔حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ایک شعر کا مفہوم ہے:''میرے ماں باپ دادا اور خود میری ذات و آبرو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کی ڈھال ہے۔''

حضرت حسان رضی اللہ عنہ بن ثابت کے اشعار قرآنی معانی و مفاہیم سے مستفاد

ہوتے۔ مدح رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ کفار کی ہجو وقدح میں بھی دفتر کے دفتر کہہ ڈالے جس سے مشرک شعراء سر پیٹ کر رہ گئے۔ انہیں ہجو وقدح میں خاص ملکہ حاصل تھا۔ اس لیے ان کی شاعری میں اس بلا کی تیزی، گرمی، شدت اور فصاحت و بلاغت ہوتی کہ کفار عرب پناہ مانگتے تھے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی شاعری واقعاتی اور حقیقت پر مبنی ہوا کرتی تھی۔ ان کی ہجو وقدح میں جہاں گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سرکوبی ہوتی، وہیں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا دفاع بھی شامل ہوتا۔ واقعہ یہ ہے کہ جب بھی اسلمی حمیت وغیرت پر آنچ آتی تو ان کے جذبات اس طرح برانگیختہ اور موجزن ہوتے جس طرح دیگچی کا پانی جوش کھاتا ہے۔ دین حق کی راہ میں کوئی سنگین مسئلہ درپیش ہوتا تو اپنی صلاحیت کا مظاہرہ کرتے اور مشرکین پر بھرپور وار کرتے۔ انہوں نے اپنے خاص انداز میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو جو خراج تحسین پیش کیا، وہ تاریخ کے اوراق میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔ ملاحظہ کیجیے:

اَتَعْـرِفُ الـدارَ عَـفَـا رَسْمُهَـا — بَـعْـدَكَ صَوْبُ الْمُسْبَلِ الْهَاطِلِ
بَيْـنَ السَّـرَادِيْـحِ فَـاُدْمَـانَّةٍ — فَمَدْعِ الـرَّوْحِـمَـاءِ فِیْ حَـائِلٍ
سَـالْتُهَـا عَنْ ذَاكَ فَاسْتَعْجَمَتْ — لَـمْ تَـدْرُ مَـا مَـرْجُـوْعَةُ السَّائِلِ
دَعْ عَـنْكَ دَاراً قَـدْ عَـفَا رَسْمُهَا — وَابْكِ عَـلـیٰ حَـمْـزَةَ ذِی النَّائِلِ
اَلْـمَـائِیْ الشَّیْزَیٰ اِذَا اَعْصَفَتْ — غَبْـرَ اَوْ فِـیْ ذِیْ الثَّیمَ الْمَاحِلِ
وَالشَّـارِكُ الْـقِرْنَ لَـدَیٰ لِبْدِةٍ — یُـعْشُرُ فِیْ ذِی الْخُرْصِ الذَّابِلِ
وَاللَّابِـسُ الْخَیْلَ اِذَا اَحْجَمَتْ — كَـالْـلیْـثِ فِـی غَـابَتِـهِ الْبَاسِلِ
اَبْیَضَ فِی الذُّرْوَرَةِ مِنْ هَاشِمٍ — لَـمْ یَـمْـرِ دُوْنَ الْـحَـقَّ بِالْبَاطِلِ
اَظْـلَـمَـتِ الْاَرْضَ لِـفِـقْـدَانِـهِ — وَاَسْـوَدَّ نُـوْرُ الْـقَـمَـرِ النَّـاصِلِ
صَـلّـی عَـلَیْكَ الـلّٰـهُ فِی جَنَّةٍ — عَـــالِیَةٍ مُـكَـرِّمَةِ الـدَّاخِـلُ

کَنَّا نَرَیٰ حَمْزَۃَ حِرْزاً لَنَا مَنْ کُلِّ اَمْرٍ نَابَنَا نَازِلِ
وَکَانَ فِی الْاِسْلَامِ ذَا تُدْرَءِ لَمْ یَکُ فَقَدِ الْقَاعِدُ الْخَاذِلِ
اَرَادَهُمْ حَمْزَۃُ فِیْ اُسَرْرَاۃٍ یَمْشُوْنَ تَحْتَ الْحَلَقِ الْفَاضِلِ
غَدَاۃُ جِبْرِیْلُ وَزِیْرُ لَہٗ
نِعْمَ وَزِیْرُ الْفَارَسِ الْحَامِلِ

ترجمہ: ’’کیا تم حبیب کا گھر پہچان سکتے ہو؟ تمہارے جانے کے بعد لگاتار اور مسلسل موسلا دھار بارشوں نے ان کے راستوں کے نشانات مٹا ڈالے ہیں۔ یہ گھر، یہ وادیاں، یہ مقامات خصوصاً ’امانہ‘ اور ’طئی‘ پہاڑ کی وادی جو ’حائل‘ میں روسائے قریش کے پانی کے جمع ہونے کی جگہ کے درمیان واقع ہے۔ میں نے اس گھر سے اس کا سبب پوچھا، تو گھر والا گونگا بن گیا۔ اسے معلوم نہ تھا کہ سوال کرنے والے کے لیے کیا جواب تھا۔ اچھا گھر کا ذکر چھوڑ اس کا تو نشان بھی مٹ گیا ہے۔ اب حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو صاحبِ عطا اور بخشش تھے، ان کا ذکر کرو۔ اس حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر آنسو بہاؤ، جو ضرورت مندوں اور غریبوں کے لکڑی کے پیالوں کو اس وقت بھر دیا کرتے تھے جب موسمِ سرما کی قحط سالی کے وقت گرد آلود ہوائیں تیز اور سخت ہو جاتی تھیں۔ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ شخص تھے، جو میدانِ جنگ میں اپنے مدمقابل کو اپنے نیزے سے ٹھوکریں مار کر قلابازیاں کھاتے ہوئے یوں چھوڑ دیا کرتے تھے جس طرح ایک بڑے بالوں والا شیر اپنے شکار کو پھینک دیتا ہے۔ وہ ایسا شخص تھا جس کے رعب سے شیر اپنی کچھار سے باہر نہیں نکلتا تھا۔ وہ بنو ہاشم کے سارے خاندان میں ایک سر برآوردہ شخصیت کے مالک تھے اور حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف نہیں جاتے تھے۔ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت سے ساری دنیا تاریک ہو گئی اور بادلوں سے نظر آنے والا چاند بھی نظر آنے لگا۔ اللہ تعالیٰ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اپنی رحمت نازل فرمائے، انہیں اپنی جنت میں جگہ دے اور اکرام و اعزاز سے نوازے۔ ہم پر مصائب نازل ہونے کے وقت حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ڈھال کا کام دیتے تھے۔ وہ اسلام کے

زبردست حامی تھے اور اس کا دفاع کرتے تھے۔ وہ میدان جنگ میں تھک جانے والوں اور بے بس ہونے والوں کی کمی پوری کرتے تھے۔ مکہ کے کفار کو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس وقت قتل کیا جب ان کے جسم لوہے کے لباس میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اس دن حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امداد فرما رہے تھے اور دیکھا جائے، تو اس سوار میں کتنے ہی اعلیٰ مددگار تھے۔''

☆☆☆

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

طَـرَقَـتْ هُـمُـوْمُكَ فَـالرُّقَادُ مُسَهَّدٌ　　وَجَزِعْتَ اَنْ سَلَخَ الشَّبَابَ الْاَغْيَدُ
وَدَعَـتْ فُـئَـوادَكَ لِـلْهَوىٰ ضَمْرِيَّةٌ　　فَهُـوَاكَ غُوْرِيٌّ وَّ صَحُوَكَ، مُنْجِدٌ
فَـدَعِ التَّـمَادِيَ فِي الْغَوَايَةِ ساورا　　قَـدْ كُـنْـتُ فِيْ طَلَبِ لِغَوَايَةِ تَفْنَدُ
وَلَـقَـدْ اَتـىٰ لَكَ اَنْ تَـنَـاهىٰ طَائِعاً　　اَوْ تَسْتَـفِيْـقَ اِذَا نَهَـاكَ الْـمُـرْشِدُ
وَلَـقَـدْ هَـدَدْتُ لَـفَـقْـدِ حَمْزَةَ هَدَّه　　ظَـلْـتُ بَـنَـاتُ الْـقَـلْـبِ مِنْهَا تَرْعَدُ
لَـوْ اَنَّـــهٗ فُـجِـعَ حِـرَاءُ بِـمِثْلِـهٖ
لَـرَاَيْـتُ رَواسـى صَـخْـرِهَـا تَتَهَدَّدُ

ترجمہ: ’’تیری یادوں نے آدھی رات کو آکر مجھے بے آرام کردیا اور میری نیند اچاٹ ہوگئی۔ پھر تم نے اپنے زخم دکھائے تو میری پرکیف زندگی ویران ہوگئی۔ ضمریہ نے تیرے دل کو محبت والفت کی دعوت دی تھی۔ تیرا یہ عشق مجازی تھا اور پست تھا۔ مگر اب تیری پرواز بلندیوں کو چھو رہی ہے۔ گمراہی اور بے راہ روی میں بھٹکنے والے! یہ تساہل اور تغافل چھوڑ دے، تو بے راہ روی کے پیچھے پڑ کر بے وقوف ہو رہا ہے۔ اب تیرے لئے وقت آگیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر کے باز آجا۔ جب تمہیں تمہارا ہادی ومرشد منع کرے، تو ہوش میں آجا۔ اب حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کھو کر میں شکستہ دل اور بوڑھا ہوگیا ہوں۔ میرے باطنی اعضا دل اور جگر کانپنے لگے ہیں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا صدمہ اگر ’’کوہ حرا‘‘ کو محسوس ہوتا، تو اس کے پتھر ریزہ ریزہ ہوجاتے۔

عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بَکَتْ عَیْنِیْ وَ حَقَّ لَهَا بَکَاهَا
وَ مَا یُغْنِیْ الْبُکَاء وَلَا الْعَوِیْلُ

عَلیٰ اَسَدِ الْالٰہِ غَدَاۃً قَالُوْا
لِحَمْزَۃَ ذَاکُمُ الرَّجُلُ الْقَتِیْلَ

اَصِیْبَ الْمُسْلِمُوْنَ بِهٖ جَمِیْعًا
هُنَاكَ وَقَدْ اَصِیْبَ بِهٖ الرَّسُوْلُ

اَبَا یَعْلٰی لَكَ الْاَرْکَانُ هَدَتْ
وَاَنْتَ لَمَاجِدُ الْبِرُّ الْوَصُوْلُ

عَلَیْكَ سَلَامُ رَبِّكَ فِیْ جِنَانٍ
یُخَالِطُهَا نَعِیْمٌ لَّا یَزُوْلُ

اَلَا یَا هَاشِمُ الْاَخْیَارُ صَبِرًا
فَکُلُّ فُعَالِکُمْ حَسَنَ جَمِیْلٍ

رَسُوْلُ اللّٰهِ مُصْطَبِرَ کَرِیْمًا
بَاَمْرِ اللّٰہِ یَنْطِقُ اذ یقول

اَلَامَنْ مُبَلِّغُ عَنِیْ لُؤَیَا
فَبَعْدَ الْیَوْمِ دَائِلَةٌ تَدُوْل

وَقَبْلَ الْیَوْمِ مَا عَرَفُوْا وَذَاقُوْا
وَقَائِعُنَا بِهٖ یَشْفِی الْعِلِیْلُ

نَسِیْتُمْ ضَرَبْنَا بِقَلْبِ بَدْرٍ
غَدَاۃ اَتَاکُمُ الْمُوْتة الْعَجِیْلُ

غَدَاۃ ثَوی اَبُوجَهْلٍ صَرِیْعاً
عَلَیْهِ الطَّهْرُ حَائِمَةٌ تَجُوْلُ

وَعُتْبَةُ وَابْنُهٗ خَرًا جَمِیْعًا
وَشَیْبَةُ عَضَّهٗ السَّیْفُ الصَّقِیْلُ

ترجمہ: ''میری آنکھ رو رہی ہے اور اسے رونا ہی سزاوار ہے۔ اگرچہ رونا اور چلانا کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ حضرت حمزہ شیر خدا پر آنکھ روئی جب لوگوں نے کہا، ''تمہارے شہید

ہو گئے۔‘‘ ان کی شہادت سے تمام مسلمانوں کو صدمہ ہوا اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شدید رنج پہنچا۔ اے ابو یعلیٰ! تمہاری شہادت سے کئی ستون ہل گئے۔ تم بڑے بزرگ نیکو کار اور صلہ رحمی کرنے والے تھے۔ اے حمزہ! اے حمزہ! تم پر خدا کا سلام ہو۔ آپ ایسی جنتوں میں ہیں کہ جن میں ایسی نعمتیں ہیں، جن کو کبھی زوال نہیں۔ آل ہاشم کے سردارو! صبر کرو، کیونکہ تمہارے سب کام اچھے ہی ہوتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبر کرنے والے برگزیدہ رسول ہیں۔ جب وہ کچھ کہتے ہیں، تو اللہ کے حکم سے بولتے ہیں۔ میری طرف سے کوئی لوی خبر دے کہ آج کے بعد اس کا انتقام لیا جائے گا اور اس پہلے بھی کیا وہ نہیں جانتے، ہمارے ان واقعات کو، جو بیمار کے لیے باعث شفا ہیں۔ کیا تم لوگ جنگِ بدر میں ہماری مار بھول گئے، جب جلدی جلدی تمہیں موت آئی تھی۔ جب اللہ کا دشمن ابو جہل گرا تھا اور اس پر گوشت خور پرندے اڑ رہے تھے اور عتبہ اور اس کا بیٹا گرا تھا اور شیبہ کو چمکتی ہوئی تلوار نے کاٹا تھا۔

☆☆☆

استغاثہ

بحضور سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بطرز دلائل الخیرات شریف

اس باب کے اختتام پر منظور نظر حضرت سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علامہ فاروق احمد قادری کا لکھا ہوا عربی استغاثہ پیش کرنے کا شرف حاصل کرتا ہوں جس کا اردو ترجمہ شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد معراج السلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے۔ یہ استغاثہ دلائل الخیرات شریف کی طرز پر لکھا گیا ہے جو اپنی مثال آپ ہے۔ جسے پہلی مرتبہ میرے محترم محمد اعجاز گوندل صاحب (خادم حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری رحمۃ اللہ علیہ) نے مجموعۂ وظائف (الدولۃ الدارین) میں شائع کیا اور اب اسے اس کتاب کی زینت بنایا جا رہا ہے۔ اس عربی استغاثہ کو حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں بطریقۂ وظائف پڑھا جاتا ہے۔

يَا اِبْنَ الْكِرَامِ السَّادَةِ السُّبَلَاءِ

يَا فَارِسَ الْاِسْلَامِ ذَا الْمَعَالِیْ

اور شریف و معزز سرداروں کے صاحبزادے

اسلام کے عالی مرتبہ شہسوار۔

يَا بَاذِلَ الرُّوْحِ لِرَبِّكَ فُزْتَ

يَا اَشْجَعَ الْاَبْطَالِ فِی الْهَيْجَاءِ

اور جواں مردوں میں سب سے زیادہ فنِ حرب کے ماہر
اے رب کریم کے لیے روح مبارک قربان کرنے والے۔

مِنْ عِنْدِهٖ بِالرُّتْبَةِ الْعُلْيَاءِ
يَا فَارِجَ الْمُسْتَضَايَقِ الْمُتَدَائِیْ

آپ اس کے ہاں اعلیٰ رتبے پر فائز ہوئے ہیں
دشمنوں کے ساتھ گھمسان کی جنگ میں آپ۔

بِالسَّيْفِ عِنْدَ تَزَاحِمُ الْاَعْدَاءِ
يَا حَمْزَةُ الْمَرْضِیُّ عِنْدَ اللّٰهِ

لڑائی کی تنگ جگہ کو تلوار کے ساتھ کشادہ کرنے والے ہیں
یا حمزہ رضی اللہ عنہ! آپ اللہ کے ہاں محبوب ترین بندے ہیں۔

يَا حَمْزَةُ السَّبَّاقُ فِی الْاَنْدَاءِ
يَا حَمْزَةُ الضِّرْ غَامُ فِی الْحُرُوْبِ

اور خیرات وعطیات میں سب سے آگے بڑھ جانے والے ہیں
اے حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ! میدان جنگ کے شیر۔

يَا حَمْزَةُ الضَّرَّابُ فِی الْهَيْجَاءِ
يَا حَمْزَةُ يَا بَدْرُ فِی الظَّلَامِ

اے حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ! جنگوں میں تیغ زنی کے جوہر دکھانے والے
اے حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اے اندھیروں میں چودھویں کے چاند کی مانند چمکنے والے!

يَا عُمْدَةُ يَا ذُخْرُ لِلْفُقَرَاءِ
يَا حَمْزَةُ الْمَرْجُوُّ ذَا الْعَطَايَا

اے تنگ دستوں کے گنجِ گراں مایہ، اور بے کسوں کے سہارے
اے حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اے سخی، جن کے عطیات کے ساتھ امیدیں وابستہ ہیں۔

یَا سَیِّدُ الْمَعْرُوْفُ بِالْاِعْطَاءِ
یَا لَیْثُ لَا کَضَیَاغِمِ الآجَامِ

اے سخاوت کے حوالے سے ایک شہرت یافتہ سردار
اے ببر شیر! آپ کچھاروں میں رہنے والے شیروں جیسے نہیں۔

بَلْ ضَیْغَمُ الْغَبْرَاءِ وَ الزَّرْقَاءِ
وَاللَّیْثُ لَیْثٌ اَلْفُ لَیْثٍ اَنْتَ

بلکہ آپ زمین کے بھی شیر ہیں اور آسمان کے بھی
شیر، صرف ایک شیر ہوتا ہے، آپ ہزار شیروں کے برابر ہیں۔

بَلْ اَلْفُ لَیْثٍ اَصْغَرُ الْاَشْیَاءِ
مَنْ کَانَ لَیْثاً مِّنْ لُّیُوْثِ اللّٰہِ

بلکہ آپ کے سامنے ہزار شیر بھی معمولی شے ہیں
جو اللہ کا شیر ہو، وہ مقام و مرتبے میں۔

فِی الشَّانِ فَوْقَ ضَرَاغِمٍ جَمْعَاءِ
اَسَدُ الْاِلٰہِ وَالرَّسُوْلِ اَنْتَ

تمام شیروں پر فائق اور بھاری ہوتا ہے
آپ اللہ اور اس کے رسول کے شیر ہیں۔ آپ سب سے۔

اَقْوَی الْفَوَارِسَ نَاصِرُ الضُّعَفَاءِ
وَفَدَیْتَ نَفْسَكَ سَیِّدَ الْاَبْرَارِ

بڑھ کر طاقتور شہسوار اور ناتوانوں کے مددگار ہیں
آپ نے جنگ احد کے دن، سید و سرور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور۔

یَوْمَ اقْتِتَالِ الْاُحُدِ خَیْرَ فِدَاءِ
اَقْدَمْتَ کَالضِّرْغَامِ تَکْسُوْ الْقِرْنَ

بڑے اخلاص و پیار کے ساتھ اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا
آپ شیر کی طرح آگے بڑھے اور اپنے مدمقابل پہلوان۔

مِنَ الْمَنَايَا كِسْوَةً حَمْرَاءِ
كَانَ افْتِقَادُكَ يَوْمَ كُنْتَ شَهِيْداً

کو موت کا سرخ لباس پہنا دیا
آپ کی شہادت اور جدائی کا دن، جس دن آپ شہید ہوئے۔

لِنَبِيِّنَا مِنْ اَفْجَعِ الْاِرْزَاءِ
يَوْمٌ بُلِيْتُمْ فِيْهِ وَاسْتَشْهِدْتُمْ

ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بڑا ہولناک اور مشکل ترین دن تھا
جس دن سب کی آزمائش ہوئی اور آپ نے شہادت پائی۔

فِی الْحُزْنِ مِثْلُ لَيْلَةٍ بَهْمَاءِ
هٰذَا لِمَنْ خَلَّفْتُمُوْا وَاَنْتُمْ

وہ دن غم و حزن کے حوالے سے اندھیری رات کی طرح تھا
غم کی یہ کیفیت ان سب لوگوں پر طاری تھی جن کو آپ نے پیچھے چھوڑا۔

فِیْ جَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ فِی النَّعْمَاءِ
اَرْوَاحُكُمْ فِیْ جَوْفِ طَيْرٍ خُضْرٍ

اور آپ خود جنت الفردوس کی نعمتوں سے فیض یاب ہو رہے تھے
آپ سب شہداء کی روحیں، سبز پرندوں میں موجود ہیں۔

وَ تَسِيْحُ فِی الْمَلَكُوْتِ حَيْثُ تَشَاءِ
اَنْتُمْ قُتِلْتُمْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

اور آسمانی فضاؤں میں جہاں چاہیں تیرتی پھر رہی ہیں
آپ اللہ کے راستے میں شہید کئے گئے۔

اِيْمَانُنَا اَنْتُمْ مِنَ الْاَحْيَاءِ
اَنْتُمْ نَصَرْتُمْ مِلَّةَ الْاِسْلَامِ
ہمارا ایمان ہے آپ سب زندہ ہیں
بے شک آپ نے ملت اسلامیہ کی مدد کی ہے۔
يَا كَاشِفِىْ الْكُرَبَاتِ وَ الْغَمَّاءِ
تَحْتَ لِوَاءِ الْمُصْطَفٰى جَاهَدْتُّمْ
اے غم و کرب اور مشکلات سے رہائی دلانے والے شہیدو!
اے شیرو! تم نے مصطفوی پرچم تلے۔ایک
يَا اُسُدُ اَهْلَ الْمِلَّةِ الْعَوْجَاءِ
مُعْلِيْنَ رَايَاتِ الْهُدٰى مَاحِيْنَ
بھٹکی ہوئی گمراہ قوم کے ساتھ جہاد کیا ہے
تم ہدایت کے جھنڈے لہراتے ہوئے آگے بڑھے، اور مٹا ڈالے۔
ظُلَمَ الْعَمٰى وَالْكُفْرِ وَالْفَحْشَاءِ
بِدِمَاءِكُمْ رَبُّ الْاَنَامِ يُبَاهِىْ
کفر و شرک اور فحاشی کے اندھیرے
رب کائنات تمہاری قربانیوں پر فخر فرماتا ہے، کیونکہ تم نے
سَلَّمْتُمُ الْاَنْفُسَ بَعْدَ شِرَاءِ
نَعَمَ الْبَيَاعُ رَبِحْتُمُوْا وَ رَضِيْتُمْ
رب کے ساتھ جانوں کا سودا کر کے، اپنی جانیں اسی کے حوالے کر دیں
اے گروہِ شہیداں! مبارک ہو، تم نے برضاء و رغبت۔
طُوْبٰى لَكُمْ يَا مَعْشَرَ الشَّهَدَاءِ
بِدِمَاءِكُمْ يَوْمَ الْقِتَالِ بِاَحُدٍ

فائدہ مند سودا کیا اور نفع کمایا ہے۔

جنگِ احد کے دن، تمہارے خون سے ملت اسلامیہ

سُقِیَتْ زُرُوْعُ الْمِلَّةِ الْبَیْضَاءِ

مِنْ بَعْدِ اَنْ ضَحَّیْتُمُ الْاَرْوَاحَ

کی کھیتیاں سیراب ہو گئیں۔

جب سے تم نے اپنی جانوں کی قربانیاں دی ہیں۔ اس وقت ہی

لَازَالَ دِیْنُ اللّٰهِ فِیْ اِرْتِقَاءِ

اَکْرِمْ بِحِزْبِ اللّٰهِ مِنْ شِدَادِ

سے اللہ کا دین مسلسل ترقی کر رہا ہے۔

کتنی شان والا ہے یہ اللہ کا گروہ! جو دشمنوں کے لئے فولاد کا

عَلَی الْعِدیٰ وَ بَیْنَهُمْ رُحَمَاءِ

مِنْ کُلِّ ضَحَّاكٍ اِذَا الْمَکْرُوْهُ

پہاڑ اور اپنوں کے لئے بریشم کی طرح نرم و ملائم ہے۔

جب جنگ خون پینے کے لئے دانت نکالے، تو ان

اَبْدیٰ نَوَاجِذَهٗ لِشُرْبِ دِمَاءِ

سَعْیًا اِلٰی مَرْضَاةِ ذِی الْجَلَالِ

میں سے ہر فرد ہنستے مسکراتے جان دینے والا ہے۔

اور کوشاں رہتا ہے اپنے رب ذوالجلال کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے

یَوْمًا وَلَیْلًا بُکْرَةً وَّ مَسَاءِ

اَصْحَابُ سَیِّدِ وُلْدِ آدَمَ طُرًّا

دن، رات اور صبح و شام

تمام اولادِ آدم کے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے

اَصْحَابُ کُلِّ فَضِیْلَۃٍ وَّ عَلَاءٍ
یَا رَبِّ صَلِّ عَلَیْہِ ثُمَّ عَلَیْہِمْ

صحابہ کرام، ہر فضیلت و بزرگی سے بہرہ ور ہیں۔
یا اللہ! اپنے محبوب نبی اوران کے صحابہ پر، درود کے پھول نچھاور فرما

مَا سَبَّحَتْ لَکَ جُمْلَۃُ الْاَشْیَاءِ
سُبْحَانَ مَنْ اَعْلٰی لَھُمْ دَرَجَاتٍ

جب تک اشیائے کائنات تیری تسبیح خواں ہیں۔
پاک ہے وہ اللہ جس نے ان کو اعلیٰ درجات عطا کئے۔

فَاقُوْا بِھَا الْمُتَوَطِّنِی الْغَبْرَاءِ
ھُمْ اَوَّلُ الْاَنْصَارِ وَالْمُحَامِیْ

جن کی بدولت وہ زمین کے باشندوں سے افضل ہو گئے۔
وہ سب دین متین کے اوّلین حامی و جاں نثار اور

نَ الْحَافِظِیْنَ الدِّیْنَ وَالْاُمَنَاءِ
مُتَفَرِّدُوْنَ بِمَا لَھُمْ مِنْ زُلْفٰی

امین و مددگار ہیں۔
نعمتیں بخشنے والے قادر وقیّوم رب کی بارگاہ میں

عِنْدَ الْقَدِیْرِ الْوَاھِبِ الْاٰلَاءِ
وَ عَنِ الْمَضَاجِعِ جَنْبُھُمْ یَتَجَافٰی

انہیں بے مثل اور اعلیٰ مقام و مرتبہ حاصل ہے۔
رات کو ان کے پہلو بستروں سے دور رہتے ہیں

یَدْعُوْنَہٗ بِمَخَافَۃٍ وَّ بُکَاءٍ
کَانُوْا اَحِبَّاءَ الرَّسُوْلِ وَجَاھًا

اور وہ گریہ وزاری اور امید وبیم کے ساتھ اس کے حضور گڑگڑاتے رہتے ہیں۔
وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ومنظور نظر تھے۔

وَ حَيَاتُهُمْ لِحَيَاتِهٖ كَمَرَائِیْ
قَامُوْا بِنُصْرَتِهٖ بِغَيْرِ تَوَانٖ

اوران کی زندگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی آئینہ دار تھی۔
وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کے لئے پورے جوش عمل کے ساتھ کمر بستہ ہو گئے۔

تَبِعُوْهُ فِی السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ
لَمْ يُعْطَ اَحَدٌ شَرَفاً اُعْطُوْهُ

اور پیرو کار رہے خوشی اور غم کی ہر حالت میں
جو شرف ان کو نصیب ہوا وہ کسی اور کو نہ ملا۔

وَ مِثْلَهُمْ لَمْ تَرَ مُقْلَةُ رَآئِیْ
بِيْضُ الْوُجُوْهِ اَئِمَّةُ الْاِرْشَادِ

اور دیکھنے والے کی آنکھ نے کوئی ان جیسا نہ دیکھا
وہ حسن وجمال اور صدق ووفا کے پیکر، تقویٰ شعار

اَهْلُ التُّقىٰ وَالصِّدْقِ وَالْوَفَاءِ
لِمُحِبِّهِمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ

اور رشد وہدایت کے امام ہیں
جن کے عشاق کے لئے بطور انعام ایسی

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ فِی الْجَزَاءِ
وَ نَصِيْبُ مَنْ عَادَا هُمُ النِّيْرَانُ

جنتیں ہیں، جن میں نہریں بہتی ہیں
اور ان کے دشمنوں کا نصیب، جہنم کی آگ ہے۔

فِيهَا الْخُلُوْدُ لَهٗ بِغَيْرِ نَجَاءِ
وَالْمَادِ حُوْهُمُ بِالثَّوَابِ جَدِيْرٌ
جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اور کبھی رہائی نہیں پائیں گے
اوران کے مدح خواں، اجروثواب کے مستحق ہیں، اوران کے

وَالزَّائِرُوْنَ قُبُوْرَهُمْ سُعَدَاءِ
سُبْحَانَ رَبِّیْ لَآ اِلٰهَ سِوَاهُ
مزارات کے زائرین، خوش بخت سعادت مند ہیں
میرا رب ہر عیب سے پاک ہے، اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔

يُعْطِی الْوَرٰی مَاشَاءَ مِنْ عَطَاءِ
وَ يُعْظِمُ الْفَضْلَ لِمَنْ يَّشَاءُ
وہ عطا فرماتا ہے ساری کائنات کو جو چاہتا ہے
اور جسے چاہتا ہے فضل وکرم سے نوازتا ہے۔

وَمُنْعِمٌ نِعَماً بِلَا اِنْتِهَاءِ
مَدْحِیْ لِاَصْحَابِ الرَّسُوْلِ کَاَنِّیْ
اور بے حد وحساب نعمتیں بخشتا ہے
اصحاب رسول کی بارگاہ میں میری یہ مدح وستائش صرف

اُهْدِیْ قُطَيْرَاتٍ اِلٰی الدَّامَاءِ
يَا رَبَّنَا اجْعَلْنَا لَهُمْ اَتْبَاعاً
اتنی حیثیت رکھتی ہے جیسے سمندر کے حضور پانی کی چند بوندیں
اے ہمارے رب! بنادے ہمیں ان کا سچا پیروکار

فِی الصِّدْقِ وَالْاِيْمَانِ وَالْوَفَاءِ
شُهَدَاءَ اُحُدٍ لَّكُمُ الرِّضْوَانُ

صدق وایمان اور وفا میں

اے شہداء احد! حسین ترین اور بہترین جزاء دینے والے

مِنْ خَيْرِ جَازٍ مُحْسِنِ الْجَزَاءِ

يَا سَاكِنِيْ اَجْدَاثِ اُحُدٍ اَنْتُمْ

رب کی طرف سے، اس کی خوشنودی، آپ کے لیے بہترین انعام ہے

اے احد کی آرامگاہوں میں آسودۂ خواب شہیدو!

فِيْ رَوْضَةٍ مِّنْ رَّحْمَةٍ وَّرَخَاءِ

يَا سَيِّدِيْ يَا مُصْعَبَ ابْنَ عُمَيْرٍ

تم رحمت وراحت کے باغوں میں آباد ہو

اے میرے جلیل وجمیل آقا، معصب بن عمیر!

اَلْفُ سَلَامٍ لَّكَ فِيْ الْاِهْدَاءِ

يَا لِلْجِهَادِ بِنَفْسِكُمْ مِقْدَامٌ

میری طرف سے یہ ہزار سلاموں کا تحفہ آپ کی نذر رہے

اے جان ومال کے ساتھ جہاد میں آگے بڑھنے والے

وَ مُضَرَّجٌ فِى اللّٰهِ بِالدِّمَاءِ

يَا سَيِّدِيْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ حَجْشٍ

اور اللہ کی رضا کے لیے خاک وخون میں لتھڑنے والے

اے میرے آقا، حضرت عبداللہ بن جحش

يَجْزِيْكُمُ الرَّحْمٰنُ خَيْرَ الْجَزَاءِ

اَنْتُمْ اَحِبَّآءٌ لَّنَا ذِكْرَاكُمْ

مہربان اللہ آپ کو، بہترین جزاء عطا فرمائے

آپ سب ہمارے لیے محبوب ترین لوگ ہیں۔

لِقُلُوْبِنَا مِنْ اَنْفَسِ الْاَشْيَاءِ

بَرَكَاتُكُمْ تَرْبُوْ وَتَبْقٰى دَوَامًا

اور آپ کا ذکر ہمارے دلوں کے لیے نفیس ترین شے ہے

مخلوق کے لیے آپ کی برکتیں ہمیشہ باقی رہیں گی۔

لِلْخَلْقِ مِثْلَ دِيْمَةٍ هَطْلَاءِ

اَللّٰهُ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْاَنَاسِيْ

اور بڑھتی رہیں گی موسلا دھار بارش کی طرح

اللہ نے تمہیں عوام پر فضیلت و فوقیت بخشی ہے۔

بِمَكَارِمَ وَ مَنَاقِبَ غَرَّاءِ

مِنْ بَحْرِ جُوْدِ الْمُصْطَفٰى اَرْتَوَيْتُمْ

روشن بزرگیوں اور نمایاں خوبیوں کے ساتھ

حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بحر جود و عطا سے تم اس طرح سیراب ہوئے ہو۔

مِثْلَ الَّذِيْ ارْتَوٰى مِنَ الدَّامَاءِ

اُشْرِبْتُمُوْا حُبَّ النَّبِيِّ الْهَادِيْ

جس طرح کوئی سمندر سے سیراب ہوتا ہے

تمہیں ہادی نبی کی شراب محبت پلائی گئی ہے۔

وَبِذَاكَ كُنْتُمْ اَسْعَدَ السُّعَدَاءِ

مَنْ هُوَ مَحْبُوْبُ الْاِلٰهِ الْمُعْطِيْ

اس لئے تم سعید اور خوش بخت ترین لوگ ہو

وہ نبی اللہ کے محبوب ہیں، جو ان کو سب کچھ عطا فرمانے والا ہے۔

مَنْ فِيْ يَدَيْهِ خَزَائِنُ النَّعْمَاءِ

يَا سَادَةَ السَّادَاتِ لَيْسَ بِضَارٍّ

اور جن کے مبارک ہاتھوں میں نعمتوں کے خزانے ہیں

اے شہنشاہِ کریم! اندھی آنکھ کی طرف سے ان کمالات

اِنۡکَارُ ذَا مِنۡ مُقۡلَةٍ عَمۡيَاءِ

عَيۡنُ الۡبَصِيۡرِ تَجۡتَلِيۡهَا حَقًّا

اور عظمتوں کا انکار، کچھ بھی مضر نہیں

نور بصیرت سے بہرہ ور آنکھ، ان حقائق کا ایمان ویقین کے ساتھ

مُسۡتَيۡقِنَا مِنۡ دُوۡنِ اَیِّ خِفَاءِ

اَنۡتُمۡ عَرَائِسُهٗ فَقَدۡ اَخۡفَاکُمۡ

اعلانیہ مشاہدہ کر رہی ہے، اور اس سے کچھ بھی مخفی نہیں

تم نازنین حضرت حق ہو، اس لے غیرت حق کی وجہ سے تمہارا

مِنۡ غَيۡرَةٍ مِنۡ اَعۡيُنِ الۡاَعۡدَاءِ

وَمِنَ الۡتِبَاسِ ظَاهِرِ الۡاِشۡكَالِ

معنوی حسن وجمال، دشمنوں سے چھپا ہوا ہے

ظاہرین شکل وصورت میں یکساں ہونے کی وجہ سے (اپنے جیسا سمجھ کر)

اِغۡتَرَّتِ الۡعُمۡیُ مِنَ الۡجُهَلَاءِ

يَا حَمۡزَةُ يَا ذَا الۡمَفَاخِرِ جَمًّا

دل کے اندھوں نے دھوکہ کھایا ہے

اے حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اعلیٰ کارنامے انجام دینے والے

يَا ذَا الم حَامِدِ مَفۡخَرَ الشُّرَفَاءِ

لَازِلۡتَ فِيۡهِمۡ مُكۡرِمًا مَخۡدُوۡمًا

اے قابل قدر خوبیوں کے مالک اور شرفاء کے لیے سرمایۂ افتخار

آپ اپنی عزت وسیادت اور زبردست شخصیت کی وجہ سے

فِیۡ سُؤۡدُدٍ وَّ عِزَّةٍ قَعۡسَاءِ

وَاعۡتَزَّ دِیۡنُ اللّٰہِ اَذ اَسۡلَمۡتَ

صحابہ کرام کی صفوں میں ہمیشہ محترم رہے، اور قدر کی نگاہ سے دیکھے گئے

جب آپ نبی کریم پر ایمان لائے تو دین کو غلبہ نصیب ہوا اور آپ

لِنَبِیِّهٖ اَصۡبَحۡتَ خَیۡرَ وَقَاءِ

یَبۡقیٰ عَلیٰ مرِّ الدُّھُوۡرِ دّوَاماً

اس کے بہترین محافظ و ناصر ثابت ہوئے

گردشِ زمانہ کے باوجود حضرت ابوعمارہ، (حضرت حمزہ کی کنیت)

لِاَبِیۡ عُمَارَةَ مِنۡ جَمِیۡلِ ثَنَاءِ

وَ حَلَاوَۃٌ حَاءُ اسۡمِهٖ وَ الۡمِیۡمُ

کا ذکر خیر ہمیشہ باقی رہے گا

آپ کے پاک نام ''حمزہ'' میں ''حا'' سے حلاوت یعنی مٹھاس، میم سے

مِسۡكٌ وَزَیۡنُ خِصَالِهٖ فِی الزَّاءِ

وَالۡھَاءُ مِنۡ ھِمَمٍ عَلَتۡ ھٰذَا اِسۡمٌ

مسک یعنی کستوری اور ''زا'' سے زینت اخلاق کی طرف اشارہ ہے

اور ''ہا'' سے عالی ہمت مراد ہے، پورا نام ان ہی خوبیوں کی

یُؤۡمِیۡ اِلَیۡھَا اَلۡطَفَ الۡاِیۡمَاءِ

وَلَقَبۡرُ حَمۡزَةَ لِلَّذِیۡنَ اَتَوۡهُ

طرف لطیف اشارہ کر رہا ہے

اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک، آنے والوں کے لیے

بَابٌ لِخَیۡرِ الۡقُبَّةِ الۡخَضۡرَاءِ

وَاِذَا رَاَیۡتَ رَاَیۡتَ ثَمَّ زِحَاماً

گنبد خضراء سے خیرات لینے کا دروازہ ہے
تو ان کے دروازے پر سائلوں کا انبوہِ کثیر دیکھے گا

مِنْ سَائِلِیْهِ اَتَوْهُ لِاِسْتِجْدَاءِ
وَمَنَاهِلُ الْبَرَكَاتِ لِلْعُرَفَاءِ

جو وہاں حصولِ مراد و خیرات کے لئے آئے ہوئے ہوں گے
جو لوگ شراب محبت سے سرشار اور دولت عرفان سے بہرہ ور ہیں۔

اَهْلُ الْوِدَادِ مَقَابِرُ الصُّلَحَاءِ
بُشْرٰى لَكُمْ يَا زَائِرِى ذَا الْمَوْلٰى

اولیاء کرام کے مزارات ان کے لئے چشمۂ فیوض و برکات ہوتے ہیں
اس عالی پایہ سردار کی زیارت کے لئے آنے والو! تمہیں مبارک ہو۔

جِئْتُمْ اِلٰى ذِىْ هِبَةٍ مِّعْطَاءِ
نَقْعٌ اَثَارَتْ خَيْلُهُمْ كَتُرَابٍ

تم نوازنے والے ایک بہت بڑے سخی کے دروازے پر آئے ہو
ان کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے اڑنے والا غبار

مِنْ قَبْرِهِمْ لِدَّاءِ خَيْرُ دَوَاءِ
يَا اَيُّهَا الْمَشْرُوْحُ لِلْاِسْلَامِ

ان کی قبر مبارک کی مٹی کی طرح بہترین دوا ہے
اے خوش نصیب شہیدو! تمہیں اسلام کی نعمت اور

صُدُوْرَهُمْ مِنْ وَّاهِبِ النَّعْمَاءِ
تَعْظِيْمُكُمْ فَرْضٌ عَلَيْنَا حَتْمًا

شرح صدر کی دولت منعم حقیقی کی طرف سے نصیب ہوئی
اس لئے تمہاری تعظیم ہم پر لازم ہے

وَحُبُّکُمْ فِی الْقَلْبِ وَالْاَحْشَاءِ
جِئْنَاکَ زَوّاراً وَنَرْجُوْا مِنْکُمْ

اور تمہاری محبت ہمارے دل کی گہرائیوں میں رچی ہوئی ہے
ہم زائر، سائل کی حیثیت سے آئے ہیں، اور وہ کچھ چاہتے ہیں۔

مَا یُرْتَجیٰ مِنْ حَضْرَۃِ الْکُرَمَاءِ
مُتَوَسِّلِیْنَ بِکُمْ اِلیٰ الرَّحمٰنِ

جو اہل سخاوت کی بارگاہوں سے سب کو ملتا ہے
ہم تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں وسیلہ بناتے ہیں۔

وَاِلیٰ النَّبِیِّ الْقَاسِمِ الآلَاءِ
مَاخَابَ قَاصِدُ بَابِکُمْ وَاللّٰہِ

وہ عظیم رسول جو نعمتیں بخشنے والے ہیں
اللہ کی قسم! تمہارے دروازے پر آنے والا نامراد نہیں رہتا۔

نَالَ الْمَقَاصِدَ مِنْکَ کُلُّ جَاءٍ
رَضِیَ الْاِلٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَنْکُمْ

ہر آنے والا مراد پالیتا ہے
اللہ تعالیٰ آپ سب سے راضی ہو، اور فردوسِ اعلیٰ کی

وَجَزَاکُمُ الْفِرْدَوْسَ خَیْرَ جَزَاءٍ
شُکْراً لَّکَ اَللّٰھُمّ حَیْثُ مَنَنْتَ

صورت میں شاندار جزاء دے
یا اللہ! ہم تیرے شکر گزار ہیں کہ تو نے اپنے اولیاء کرام

اَکْرَمْتَنَا بِمَحَبَّۃِ الصُّلَحَاءِ
وَادْفَعْ بِحُرْمَۃِ حَمْزَۃَ الْمَمْدُوْحِ

کی محبت عطا کر کے ہم پر احسان عظیم کیا ہے۔

یا اللہ! ہمارے ممدوح حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلے سے ہمیں ہر قسم۔

عَنَّا بِلِيَّاتٍ وَ كُلَّ وَبَاءِ

وَامْنُنْ عَلىٰ مَنْ وَّدَّ حَمْزَةَ مِنَّا

کی آفات و بلیات سے محفوظ رکھ

اور جو بھی حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کرتا ہے۔

بِرَغِيْدِ عَيْشٍ فِى غِنًى وَّرَخَاءِ

وَامْنَحْ بِلُطْفِكَ وُسْعَةً فِى الرِّزْقِ

اسے خوش حالی، رزق کی فراوانی، دولت و برکت اور آسودگی عطا فرما۔

(یا اللہ) اپنی مہربانی سے زرق میں فراخی عطا فرما۔

وَقِنَا شُرُوْرَ النَّفْسِ وَالْاَعْدَاءِ

وَاسْلُكْ بِنَا سُبُلَ السَّلَامِ وَسَلِّمْ

اور ہمیں نفس اور دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھ۔

ہمیں سلامتی کی راہوں پر چلا اور باطل پرستوں کے فتنے

اِيْمَانَنَا مِنْ فِتْنَةِ الْمُرَدَاءِ

وَارْحَمْ اِلٰهِى الزَائِرِيْنَ جَمِيْعاً

سے ہمارے ایمان کی حفاظت فرما۔

یا اللہ! تمام زائرین پر رحم فرما۔

وَاغْفِرْ لَهُمْ بِالْفَضْلِ كُلَّ خَطَاءِ

هٰذِىْ اُبَيَّاتٌ لِفَارُوْقِ اَحْمَدَ

اور اپنے فضل سے ان سب کے تمام گناہ بخش دے۔

فاروق احمد کے یہ چند ٹوٹے پھوٹے اشعار

فِیْ مَدْحَةٍ لِّسَیِّدِنَا الْاَمِیْرِ حَمْزَةَ
حُبًّا لِسَیِّدِنَا الْاَمِیْرِ حَمْزَةَ
حضرت سید الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور نذرانہ عقیدت ہیں۔
جوان کی محبت میں بے ساختہ منظوم ہو گئے ہیں
اَنْشَدْتُّهَا لَسْتُ مِنَ الشُّعَرَاءِ
اَرْجُو مِنَ اللّٰهِ الثَّوَابَ وَاَرْجُوْ
ورنہ میں کوئی شاعر نہیں ہوں۔
میں اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی امید کرتا ہوں اور اپنے ممدوح
مِنْ حَضْرَةِ الْمَمْدُوْحِ خَیْرَ دُعَاءِ
حضرت والا جناب امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دعاء خیر چاہتا ہوں۔

☆☆☆

در جوانی حمزہ عمِ مصطفیٰ ﷺ

در جوانی حمزہ عمِ مصطفیٰ ﷺ
باز رہ می شد مدام اندر دغا

''رسول اللہ کے چچا حضرت حمزہ جوانی میں ہمیشہ زرہ کے ساتھ جنگ میں جاتے تھے۔''

اندر آخر حمزہ چوں در صف شدی
بی زرہ سرمست در غزو آمدی

''مگر آخر عمر میں جب حضرت حمزہ صف جنگ میں جاتے تو بغیر زرہ پہنے مست ہو کر جنگ کرتے۔''

خلق پر سید ندکای عمِ رسول ﷺ
ای ھز بر صف شکن شاہِ فحول

''لوگوں نے پوچھا، اے عم رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اے صفوں کو درہم برہم کر دینے والے جوانمردوں کے بادشاہ۔''

نہ تو لا تلقوا بایدیکم الی
التہلکۃ خواندی ز پیغام خدا

''کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام نہیں پڑھا کہ اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔''

پس چرا تو خویش را در تہلکہ
می در اندازی چنیں در معرکہ

''پس آپ اپنے آپ کو حالت جنگ میں کیوں ہلاکت میں ڈالتے ہیں۔''

گفت حمزہ چوں کہ بودم من جوان
مرگ می دیدم و داع ایں جہان

''حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا جب میں جاہلیت کے زمانے میں جوان تھا تو موت کو اس جہان سے زیادہ عزیز سمجھتا تھا۔''

لیک از نُور محمد ﷺ من کنوں
نیستم ایں شہر فانی زبوں را

''لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور کی بدولت اب اس عالم فانی کا محتاج نہیں ہوں۔''

حضرت مولانا جلال الدین رومی رضی اللہ عنہ

دوست دارِ خالق و دلدادۂ ختم الرسل

جانِ خود درا آنچنان در مشہدِ دین باختہ سیدالشہد اء لقب را ثروتِ خودساختہ
زد کمانِ بر تارک بوجہل و کرا او را جریح چون کہ آن کافر بہ توہین نبی پرداختہ
ہم فیعِ سرورِ دین بودۂ وھم عم او اوّلین مسلم کہ در ہیجا علم افراختہ
در جلوی شاہِ دینِ در غزوۂ بدر و اُحد ہمچو شیر نر بہ لشکر کاہِ اعدا تاختہ
دوست دارِ خالق و دلدادۂ ختم الرسل جانِ پاکِ خوکش در نردِ محبت باختہ
چون بہ ہیجا گاہ آن شیرِ خدا آوردہ رو شیر مردان راز ہیبت زہرہ معا بگداختہ
قطعِ گرد نہای اعدا کردہ مانندِ خیار در نبردِ کافران چون تیغِ خود را آختہ
گفت آقا حمزہ را شیرِ خدا شیر نبی وزخطابِ سیدالشہداش ہم بنو اختہ
خواندہ شد در آسمانھا شیر اللہ و رسول جبرئیلش برزمیں زین نامہا بشناختہ
آنکہ قبرش تاکنون درد امن کوہِ اُحد ز ایران را مطمح انظار روشن ساختہ

رتبۂ حمزہ سوای سیّد عالم رئیس
اندرین دنیا کسی دیگر مگر نشناختہ

ڈاکٹر رئیس احمد نعمانی (علی گڈھ)

شاہنامہ اسلام

شجاع نامور فرزند عبدالمطلب حمزہ
وہ عمِ مصطفیٰ عالی نسب والا حسب حمزہ
وہ حمزہ جس کو شاہِ شہسوارانِ عرب کہئے
جسے جانِ عرب لکھئے جسے شانِ عرب کہئے
مشیت تھی کہ ان کے دَم سے تقویت ملے حق کو
مٹے باطل سے شان ظاہری، شوکت ملے حق کو
چلے آتے تھے اک دن دشت سے وہ پشت توسن پر
شجاعت اور جلال ہاشمی تھا اپنے جوبن پر
سوئے خانہ چلے جاتے تھے رستے میں یہ سن پایا
بھتیجے کو مرے، بوجہل نے صدمہ ہے پہنچایا
یہ سن کر جوش خوں سے روح میں غیظ وغضب دوڑا
پلٹ کر سوئے کعبہ ابنِ عبدالمطلب دوڑا
وہاں بوجہل اپنے ساتھیوں میں گھر کے بیٹھا تھا
مثیل ابرہہ تھا ہاتھیوں میں گھر کے بیٹھا تھا
کیا حمزہ نے نعرہ ”او ابوجہل او خر بزدل!
محمد مصطفیٰ کے دن میں اب میں بھی ہوں شامل
سنا ہے میں نے تُو میرے بھتیجے کو ستاتا ہے
ہمیشہ گالیاں دیتا ہے اور فتنے اُٹھاتا ہے

اگر کچھ آن رکھتا ہے تو آ میرے مقابل ہو
کہ تیری بد زبانی کو چکھا دوں کچھ مزا تجھ کو
بلالے ساتھ اپنے ان حمایت کرنے والوں کو
ذرا میں بھی تو دیکھوں ان کمینوں کو رذالوں کو''
یہ کہہ کر گھس پڑے حمزہ گروہ بدسگالاں میں
گریباں سے پکڑ کر کھینچ لائے اس کو میداں میں
کماں تھی ہاتھ میں وہ سر پہ ناہنجار کے ماری
گرا بوجہل سر سے ہوگیا ناپاک خوں جاری
سبھی دبکے کھڑے تھے چھا گیا تھا ایک سنّاٹا
مگر حمزہ نے کھاکر رحم اس کا سر نہیں کاٹا
کہا ''گر آج سے میرے بھتیجے کی طرف دیکھا
تیرے ناپاک چمڑے میں شتر کی لید بھر دوں گا''
یہ کہہ کر چل دیے، مشرک بھلا کیا ٹوک سکتے تھے
کہیں روباہ بھی اس شیرِ نر کو روک سکتے تھے
بوجہل اس لئے دبکا پڑا تھا فرش کے اوپر
مبادہ واپس آکر قتل کردے عم پیغمبر
یہاں سے جاکر حمزہ جلد تر ایمان لے آئے
بھتیجے کے وسیلے سے چچا نے مرتبے پائے

مہاجر کا مشورہ

ابوبکر و عمر نے عرض کی اے ہادیٔ دوراں
ہمارے مال، جاں، اولاد سب کچھ آپ پر قرباں

غلامانِ محمد جان دینے سے نہیں ڈرتے
یہ سر کٹ جائے یا رہ جائے کچھ پروا نہیں کرتے
اُٹھے مقداد اٹھ کر عرض کی ''اے سرورِ عالم
نہیں ہیں قومِ موسیٰ کی طرح کہہ دینے والے ہم
کہا تھا اس نے ''اے موسیٰ ہمیں آرام کرنے دے
جہاں کی نعمتیں ملتی ہیں ان سے پیٹ بھرنے دے
خدا کو ساتھ لے لے اور باطل سے لڑائی کر
ہمارے واسطے خود جا کے قسمت آزمائی کر
ہمیں کیوں ساتھ لے جاتا ہے دُنیا سے اُجڑنے کو
خدا اور اس کا موسیٰ ہی بہت کافی ہیں لڑنے کو''
معاذ اللہ مثیلِ اُمتِ موسیٰ نہیں ہیں ہم
جہاں میں پیروانِ دینِ ختم المرسلیں ہیں ہم
ہمارا فخر یہ ہے ہم غلامانِ محمد ہیں
ہمیں باطل کا ڈر ہے زیرِ دامانِ محمد ہیں
مسلماں کو ڈرا سکتے ہیں کب یہ نیزہ و خنجر
لڑیں گے سامنے ہوکر عقب پر دائیں بائیں پر''
بزرگانِ مہاجر نے دکھائی جب توانائی
رسول اللہ نے سن کر دعائے خیر فرمائی

انصار کا اقدامِ میدان اور قریش کا غرورِ نسب

بلا گرداں تھا صلح و امن کے پیغام کا جھنڈا
لئے تھے آج مصعب بن عمیر اسلام کا جھنڈا

مبارز کی طلب واضح ہوئی فخر رسالت پر
تو رقت آ گئی حضرت کو عتبہ کی جہالت پر
اجازت جنگ کی مانگی اِدھر سے بوحذیفہ نے
کہ چاہا دُو بدو ہونا پدر سے بوحذیفہ نے
رسول اللہ نے ان کو بشفقت منع فرمایا
پسر مارے پدر کو یہ نہ رحمت کو پسند آیا
مگر میداں میں نعرے مارتا تھا پے بہ پے عتبہ
مبارز کے لئے للکارتا تھا پے بہ پے عتبہ
ہوئی جنبش لواکو مل گیا اب اذنِ سرکاری
تو مردانِ خدا کی صف سے نکلے تین انصاری
خدا کی راہ میں اغیار سے بے خوف تھے تینوں
یہ غیرت مند عبداللہ معاذ و عوف تھے تینوں
مگر ان کو مقابل دیکھ کر عتبہ یہ چلایا
کہ میں یثرب کے چرواہوں سے لڑنے کو نہیں آیا
پکارا اے محمد بھیج میرے ہم نبردوں کو
نہ کر اِن کاشتکاروں کے مقابل شیر مردوں کو
سنا ہے اس نرالی فوج میں قرشی بھی شامل ہیں
وہ آجائیں اگر ہم رتبہ و مدِمقابل ہیں

بہادرانِ بنی ہاشم کا میدان میں نکلنا

یہ مغرورانہ آوازہ سنا مختار صادق نے
مساوات و اخوت کے علمبردار صادق نے

ہوا دل دردمند انساں کی بیہودہ سرائی پر
غرورِ امتیازِ رنگ و خوں کی خود نمائی پر
ہوا ارشاد اچھا، آل ہاشم جنگ کو نکلے
دفاعِ گردن افرازانِ خون و رنگ کو نکلے
اشارا کردیا ہادی نے انصاری پلٹ آئے
معاذ و عوف و عبداللہ اپنی صف میں ہٹ آئے
بڑھے اب ابن عبدالمطلب شیر خدا حمزہ
امیر قوم، عمِ مصطفیٰ و مرتضیٰ حمزہ
عبیدہ اور علی مرتضیٰ نکلے معیت میں
کہی تکبیر اہل اللہ نے جوشِ حمیت میں
بڑھے شیروں کی صورت سوئے میدانِ وغا تینوں
علی، حمزہ، عبیدہ اولیائے مصطفیٰ تینوں
خدائے پاک کی مدح و ثناء کرتے ہوئے نکلے
رجز پڑھتے ہوئے وحدت کا دم بھرتے ہوئے نکلے

مبارزین کی نوک جھوک

ولید و عتبہ و شیبہ کھڑے تھے مستعد تینوں
بہم تینوں کے پشتیبان و دمساز و ممد تینوں
پکارا عتبہ، اچھا تم قریشی ہو تو آجاؤ
قریب آنے سے پہلے اپنا اپنا نام بتلاؤ
کیا حمزہ نے نعرہ، حمزہ ہوں میں شیر رب ہوں میں
مجھے تم جانتے ہو ابن عبدالمطلب ہوں میں

میرے ساتھی جو دونوں ہاشمی غیرت کے وارث ہیں
علی ابن ابی طالب، عبیدہ ابن حارث ہیں
کہا عتبہ نے ہاں تم محترم ہو اور ہمسر ہو
فقط ہتھیار کم ہیں ورنہ رتبے میں برابر ہو
بہت اچھا ہوا، تم نے کیا اقدام مرنے کا
مزا آئے گا ہم کو بھی تمہارے قتل کرنے کا
کہا حمزہ نے عتبہ فائدہ کیا لاف کرنے سے
جو تلواریں اٹھاتے ہیں نہیں ڈرتے وہ مرنے سے
یہ باتوں کا نہیں ہنگام جوہر کوئی دکھلاؤ
ابھی سب حال کھل جائے گا آؤ سامنے آؤ

انفرادی جنگ کا منظر

یہ طعنہ سن کے غصے میں بھبوکا بن گیا عتبہ
بدل کر پینترا حمزہ کے آگے تن گیا عتبہ
ولید آیا علی المرتضی پر فتح پانے کو
بڑھا شیبہ عبیدہ کی طرف جرأت دکھانے کو
غرض اب قتل و خونریزی پہ مائل ہوگئے تینوں
مقابل پا کے تینوں کو مقابل ہوگئے تینوں
اُدھر بھی برق کی مانند شمشیریں نکل آئیں
اِدھر بھی کاتب قدرت کی تحریریں نکل آئیں
دو لشکر اس طرح حیراں تھے جیسے جاں نہیں تن میں
زمیں پر بجلیاں سی کوندتی تھیں روزِ روشن میں

دو جانب سے نگاہیں جم گئیں جنگ آزماؤں پر
اُدھر بازو کے بل پر ناز، اِدھر تکیہ دعاؤں پر

حضرت حمزہ اور عتبہ کا مقابلہ

یکا یک سب نے دیکھا کھینچ لی تلوار عتبہ نے
کیا حمزہ کے سر پر ایک کاری وار عتبہ نے
جناب حمزہ نے تلوار پر تلوار کو روکا
سبکدستی سے تھپکی دے کے مہلک وار کو روکا
نظر آیا نہ کچھ اب جھنجھناہٹ کی صدا آئی
اڑیں چنگاریاں تلوار سے تلوار ٹکرائی
ذرا مہلت جو پائی ایک پل دھاوے سے حمزہ نے
سبک ہوکر نکالا ہاتھ الجھاوے سے حمزہ نے
لیا دشمن کو بڑھ کر تیغ فرخ فال کے نیچے
مگر عتبہ نے سر اپنا چھپایا ڈھال کے نیچے
صدا تکبیر کی آئی، زمین بدر تھرائی
پلک جھپکی کھلی آنکھیں تو یہ صورت نظر آئی
پڑی تلوار، فولادی سپر کے ہوگئے ٹکڑے
سپر سے تابہ سر پہنچی تو سر کے ہوگئے ٹکڑے
گلو میں بھی نہ اٹکی سینہ کاٹا دل جگر کاٹا
لہو چاٹا جگر کا بند زنجیر کمر کاٹا
گلے کے ہار زنجیروں کی لڑیاں کاٹ کر نکلی
زرہ بکتر کے بندھن اور کڑیاں کاٹ کر نکلی

یہ تیغ حمزہ تھی دعوے تھے اس کو خاکساری کے
زمیں پر آرہی کرکے دو ٹکڑے جسم ناری کے
یہ برق نور تھی باطل کا قصہ پاک کر آئی
گری یک لخت اور دو لخت کرکے خاک پر آئی
گری جب خاک پر دو ٹکڑے ہوکر لاش خود سر کی
دہانِ شیر سے نکلی صدا اللہ اکبر کی
صفِ مردان غازی نے کہیں اک ساتھ تکبیریں
قلوبِ اہل باطل پر گریں حسرت کی شمشیریں

حضرت علی اور ولید کا مقابلہ

اُدھر حمزہ کے ہاتھوں عتبہ فرشِ خاک پر لیٹا
علی سے تھا ادھر تیغ آزما مقتول کا بیٹا
پدر کے خون سے منھ ہوگیا غصے میں لال اس کا
بھڑک اُٹھا بدن پر مثل شعلہ بال بال اس کا
علم کی اور چوکس ہو کے تیغِ آبدار اُس نے
کیئے بڑھ کر، سنبھل کر پے بہ پے سات آٹھ وار اُس نے
علی اس شان سے رد کررہے تھے اُس کے واروں کو
کہ ہوتا تھا تعجب نوجواں پر پختہ کاروں کو
کبھی رد کردیئے جھک کر کبھی خالی دیئے ہٹ کر
یہ آگے بڑھ کے منھ پر آگئے وہ رک گیا گھٹ کر
زرہ بکتر کو اُلجھن، چار آئینوں کو سکتہ تھا
مگر عتبہ کا بیٹا وار کرنے سے نہ تھکتا تھا

یکا یک وار خالی دے کے حیدر کو جلال آیا
کہ نازک وقت گزرا جارہا ہے یہ خیال آیا
کیا نعرہ ہمارا بھی تو لے اِک وار او کافر!
سنبھل دیکھ آئی یہ اللہ کی تلوار او کافر!
صدائے شیر حق سے چھائی ہیبت قلبِ دشمن پر
سپر اُٹھنے نہیں پائی کہ آئی تیغ گردن پر
نہ پائی دیکھنے والی نگاہوں نے بھی آگاہی
کب اُٹھی، کب گری، کیسے پھری تیغ یداللّٰہی
عجب بجلی تھی، چمکی اور چمکتی ہی نظر آئی
زرِ خالص تھی کندن سی دمکتی ہی نظر آئی
کمالِ ضرب پر حمزہ کے منھ سے مرحبا نکلی
صفِ اسلام سے اللہ اکبر کی صدا نکلی
نوید فتح ٹکرائی زمینوں آسمانوں سے
کہ اُترا بارِ سر اِک ہستیٔ باطل کے شانوں سے
ملا یہ پھل حریفِ بازوئے شیر خدا ہوکر
زمیں پر جا پڑا مغرور سر، تن سے جدا ہوکر
سر بے تن ادھر لڑھکا، تن بے سر ادھ لوٹا
ملا مٹی میں وہ بھی اور یہ بھی خاک پر لوٹا

حضرت عبیدہ کا شیبہ کے ہاتھ سے زخم کھانا

نظر آئیں جو یہ دو ضربتیں مردانِ عالم کی
تو چھائی روئے باطل پر سیاہی غصہ و غم کی

عبیدہ کررہے تھے ضربت حیدر کا نظارا
کہ شیبہ نے عقب سے ہاتھ اک تلوار کا مارا
چمک دیکھی تو پھرتی سے عبیدہ نے بھی رُخ موڑا
اجل نزدیک پائی، پھر بھی دشمن کو نہیں چھوڑا
لگایا ہاتھ شانہ کردیا بے کار دشمن کا
مگر پنڈلی کے اوپر پڑچکا تھا وار دشمن کا
علی و حمزہ نے دیکھی جو شیبہ کی دغا بازی
عبیدہ کی مدد کرنے کو آئے دوڑ کر غازی
نظر آئے تڑپتے اس طرف نوری اُدھر ناری
اِدھر بھی ضرب کاری تھی اُدھر بھی ضرب تھی کاری
بیک ساعت کیا شیبہ پہ اک اک وار دونوں نے
کیا فی الفور اس ناری کو بھی فی النار دونوں نے
اتارے اسلحہ تینوں کے یہ بھی ایک صورت تھی
کہ مُردوں سے زیادہ ان کی زندوں کو ضرورت تھی
غنیمت لے کے مقتولوں کے جنگی ساز و ساماں سے
اُٹھاکر لے چلے زخمی عبیدہ کو بھی میداں سے
سروں پر ان کے سایہ مہر خاور کرتا جاتا تھا
شعاعیں ان کے قدموں پر نچھاور کرتا جاتا تھا

حضرت عبیدہ کی شہادت پر رسول اللہ کی مہر تصدیق

پلٹ کر جب صفِ اسلام میں شیر خدا آئے
رسول اللہ کے قدموں میں زخمی شیر کو لائے

یہ مہلک زخم تھا ہڈی کا گودا بہتا جاتا تھا
نکلنے سے لہو کے قلب خالی رہتا جاتا تھا
عبیدہ نے ادب سے عرض کی جوشِ ارادت میں
حضور! اب فیصلہ کیا ہے مرے بابِ شہادت میں؟
رسولِ پاک نے ان کی شہادت پر گواہی دی
انہیں تہنیت خوشنودئ ذاتِ الٰہی دی
عبیدہ نے یہ سن کر رکھ دیا سر پائے ہادی پر
بسی آنکھوں میں جنت، پھر نظر ڈالی نہ وادی پر
فلک سے نور برسا دل پہ راحت ہوگئی طاری
ہوا کلمہ شہادت کا زبان پاک پر جاری

حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم

سما سکتی ہے کیونکر حبِ دنیا کی ہوا دل میں
بسا ہو جب کہ نقش حب محبوبِ خدا دل میں
محمد کی محبت دین حق کی شرط اوّل ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے
محمد کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامن توحید میں آباد ہونے کی
محمد کی محبت آنِ ملت، شانِ ملت ہے
محمد کی محبت روحِ ملت، جان ملت ہے
محمد کی محبت خون کے رشتوں سے بالا ہے
یہ رشتہ دنیوی قانون کے رشتوں سے بالا ہے

محمد ہے متاعِ عالم ایجاد سے پیارا
پدر، مادر، برادر، مال، جاں، اولاد سے پیارا
یہی جذبہ تھا اُن مردانِ غیرتمند پر طاری
دکھائی جن کے ہاتھوں حق نے باطل کو گونساری

ابوشیبہ مبارزت طلب کرتا ہے

ابوسفیان نے اک تقریر کی، لشکر کو گرمایا
دلائی عکرمہ کو شرم، خالد کو بھی سمجھایا
بڑھا اب پھر یہ لشکر، لشکرِ اسلام کی جانب
اسی باطل ارادے سے اسی اقدام کی جانب
صف کفار کو پایا جو تیروں کے نشانوں پر
صحابہ نے چڑھائے تیر پھر اپنی کمانوں پر
یہ دیکھا تو ابوسفیاں نے روکا فوج والوں کو
ہٹایا پیدلوں کو آڑ پر رکھا رسالوں کو
مسلمانوں کا ڈر دیکھا جو پیدل فوج پر غالب
علمبردار ہی بڑھ کر مبارز کا ہوا طلب
پکارا میں ابوشیبہ ہوں، میں طلحہ کا بھائی ہوں
مجھے سب جانتے ہیں، سنگدل ہوں اور قصائی ہوں
علمبردار طلحہ سست رگ تھا خانداں بھر میں
نہ تھی وہ شان اس میں چاہیئے جو ایک افسر میں
معمر ہوچکا تھا اور بہر حرب ناکارہ
علی کے نوجواں ہاتھوں نے اس کمزور کو مارا

مسلمانو! علی کے زورِ بازو پر نہ اِتراؤ
اگر کچھ حوصلہ رکھتے ہو میرے سامنے آؤ

جناب حمزہ کا اشتیاق شہادت

یہ سن کر شیر حق نے جانبِ ہادی نظر ڈالی
کہ شاید پھر مجھی کو اذن بخشیں حضرت عالی
کہ اتنے میں جنابِ حضرت حمزہ نے عجلت سے
نکل کر صف سے مانگا اِذن میداں شانِ رحمت سے
گزارش کی کہ اے سچے رسول اے ہادی کامل
جہاد فی سبیل اللہ میں اک بوڑھا بھی ہے شامل
مدینے میں خبر جس روز اس حملے کی آئی تھی
اسی دن یہ قسم اس بندہ عاجز نے کھائی تھی
کہ جب تک فیصلہ کوئی سر میداں نہ ہوجائے
جہادِ حق سے یا حمزہ کی جاں قرباں نہ ہوجائے
مجھے اس وقت تک منزل کٹھن ہے اپنے جینے کی
مجھے سوگندھ ہے اس زندگی میں کھانے پینے کی
مرا روزہ ہے اے محبوب باری تیسرے دن سے
نہ کھولوں گا یہ روزہ جنگ جب تک کر نہ لوں ان سے
مقید ہے مری ہستی تمنائے شہادت سے
میں خود حامل نظر آتا ہوں آج اپنی سعادت میں
سر میداں مبارز کو ہے زعم اپنی جوانی کا
یہ مرد پیر ہی دے گا جواب اس لن ترانی کا

سہی جاتی نہیں مجھ سے یہ ناشائستہ گفتاری
کہ میرے قلب پر تیغ زباں کی ضرب ہے کاری
میری جانب سے اب حد ہوچکی ہے بردباری کی
اجازت دیجئے بہر خدا میدان واری کی

اجازت میدان اور حضرت کے تاثرات

اجازت عم پیغمبر نے اس انداز سے مانگی
کہ حیرت سے انہیں تکنے لگا زور یداللہی!
صدائے مرحبا و حبذا تھی بر لبِ حیدر
شہادت گاہ کی جانب چلا تھا عمِ پیغمبر
جلالت دیدنی تھی مصطفیٰ کے عم عالی کی
جمال ہاشمی تھا آج اک صورت سوالی کی
سوالی کون اپنی جان دینے کا تمنائی
سوالی کون؟ ابوطالب کا عبداللہ کا بھائی
وہ حمزہ ناز تھا اہلِ عرب کو جس کی طاقت پر
فدا ہونے چلا تھا اب بھتیجے کی صداقت پر
رسول پاک جن کے چہرے سے رقت نمایاں تھی
وہ رحمت تھی کہ جس کی کوئی غایت تھی نہ پایاں تھی
نگاہیں مضطرب ہلکا تبسم روئے زیبا پر
تصور مطمئن تھا مرضی عرش معلیٰ پر
ہوا ارشاد اے عمِ خجستہ فام بسم اللہ
خدا حافظ ہے کیجئے نصرتِ اسلام بسم اللہ

یہ اقدام شہادت پر سبیل حسن نیت ہے
محمد اس پہ راضی ہے جو اللہ کی مشیت ہے
فراق عارضی سب کے لئے اک دن مقرر ہے
ملاقات اب لواء الحمد کے نیچے مقدر ہے
یہ فرماکر دکھائی انتہائی شان رحمانی
کہ بڑھ کر چوم لی سرکار نے حمزہ کی پیشانی
وفور نور حق سے چہرہ حمزہ چمک اٹھا
جلا کندن نے پائی یہ زر خالص دمک اٹھا

کفار پر حضرت حمزہ کا رعب

مسرت کا عجب عالم تھا اسلام غضنفر پر
کہ لہراتا تھا اک بالِ شتر مرغ آپ کے سر پر
لڑائی میں یہ حمزہ کا نشانِ امتیازی تھا
کہ حمزہ شیر دل تھا، نازشِ مردانِ غازی تھا
ابوسفیان نے دیکھی شکل حمزہ کی تو گھبرایا
ابوشیبہ کے اقدام دغا پر دل میں پچھتایا
پکارا اے ابوشیبہ، سنبھل کر دو بدو ہونا
بڑی ترکیب ہے اس جنگجو کے روبرو ہونا
یہ حمزہ ہے! بہت مشکل ہے اس کے وار سے بچنا
بہت خونخوار ہے اس تیغ دامن وار سے بچنا
کہیں تیزی میں اس کے ہاتھ سے چرکا نہ کھا جانا
کسی صورت اسے لڑتے ہوئے پیچھے لگا لانا

ابوشیبہ ہنسا مقصد سپہ سالار کا پاکر
سنبھالا اُس نے بھالا سانپ کی مانند بل کھاکر
نظر ڈالی مگر حمزہ نے جس دم سامنے آکر
تو دل سینے کے اندر رہ گیا اک بار تھرا کر

حضرت حمزہ اور ابوشیبہ

کہا، تو شکوہ کرتا تھا علی کی نوجوانی کا
تجھے مقتول طلحہ پر گماں تھا ناتوانی کا
مناسب تھا کوئی بوڑھا، جواں کے سامنے آئے
تقابل تاکہ محروم توازن ہی نہ رہ جائے
بہادر بن کے استعمال کر زور جوانی کو
کہ حاضر ہے یہ مرد پیر تیری قدردانی کو
ابوشیبہ کو اس شائستہ گفتاری پہ حیرت تھی
یہی طرز شریفانہ تھی جو شایانِ غیرت تھی
جواب اس نے دیا اے حمزہ تو مرد دلاور ہے
بہادر ہے، جری ہے، بحر جرأت کا شناور ہے
کیا ہے قتل تو نے بدر میں قرشی جوانوں کو
پچھاڑا ہے عرب کے اچھے اچھے پہلوانوں کو
ہماری قوم تیرے خون کی پیاسی ہے مدت سے
گھروں میں بال بچے کانپتے ہیں تیری دہشت سے
بہت اچھا کیا تو خود ہی میداں میں نکل آیا
مرے ہاتھوں سمجھ لے آج پیغامِ اجل آیا

تری بدقسمتی نے تجھ کو میداں میں نکالا ہے
تجھے خونریزیوں کا آج بدلا ملنے والا ہے
تو اپنی نرم باتوں سے مجھے بہلا نہیں سکتا
جواں ہو یا کہ بوڑھا مجھ سے بچ کر جا نہیں سکتا
کہا حمزہ نے خیر اب بند کر یہ قیل و قال اپنی
میں تیرے سامنے موجود ہوں حسرت نکال اپنی
میں خود ہی دیکھ لوں گا، جو مرا اللہ دکھائے گا
یقیں رکھ بھاگتا میداں سے تو مجھ کو نہ پائے گا
یہ میداں ہے یہاں مہلت نہیں باتیں بنانے کی
دکھا جوہر کہ ساعت ہے یہی جوہر دکھانے کی
تو زور آور ہے اپنے زور کا اظہار کر مجھ پر
قدم آگے بڑھا مردانگی سے وار کر مجھ پر
شہادت سے ڈرا سکتا نہیں تو مرد مومن کو
کہ مومن ڈھونڈنے آتا ہے دنیا میں اسی دن کو

ابوشیبہ اور حضرت حمزہ کی جنگ

بڑھی اس گفتگو سے اب جو کافر کی غضبناکی
کیا غافل سمجھ کر وار نیزے کا بہ چالاکی
یہ غافل ان کو سمجھا تھا مگر ہشیار تھے حمزہ
یہ گھاتیں جانتے تھے، آزمودہ کار تھے حمزہ
وہیں قائم رہے بس اک ذرا سا جسم لہرایا
اسی جنبش سے یہ نیزہ بغل کے درمیاں آیا

سنانِ نیزہ بائیں ہاتھ سے تھامی، دیا جھٹکا
ابوشیبہ سے نیزہ چھین کر کچھ دور دے پٹکا
کہا بانکے جواں، بے دل نہ ہو اوسان قائم رکھ
نکال اب میان سے تلوار اپنی شان قائم رکھ
بھڑک اٹھا یہ سن کر شعلہ کی مانند ابوشیبہ
ہوا کچھ اور بھی اب چاق اور چوبند ابوشیبہ
اُدھر کافر کا پنجہ قبضہ شمشیر پر آیا
اِدھر دست مسلماں خامہ تقدیر پر آیا
اُدھر بھی تیغ لنگر دار باہر میان سے نکلی
اِدھر بھی ایک چھوٹی سی پری زندان سے نکلی
اُدھر گویا دہانِ غار سے اک اژدہا نکلا
اِدھر روشن ہوئی دنیا کہ موسیٰ کا عصا نکلا
پڑا اب سایہ شمشیر دامن دار حمزہ پر
ابوشیبہ نے قوت سے کیا اک وار حمزہ پر
اٹھاکر تیغ حمزہ نے بھی گانٹھی تیغ دشمن سے
صدا سب نے سنی آہن کے ٹکرانے کی آہن سے
اچانک دستِ چابک دست نے ہلکی سی دی تھپکی
دو لشکر دیکھتے تھے دھوپ میں اک کوند سی لپکی
جھکایا ہاتھ کو پھرتی سے اک ٹھوکا دیا ہٹ کر
زمیں پر جاگرا تیغ ابوشیبہ کا پھل کٹ کر
شکستہ تیغ سے کافر کے منھ پر چھا گئی زردی
لگی راہ فرار اب ڈھونڈنے اس کی جواں مردی

برابر کی لڑائی کا نہ پایا جب کوئی یارا
شکستہ تیغ کا قبضہ سر حمزہ پہ دے مارا
جناب حمزہ کا روئے مبارک اک طرف سرکا
اور اس کے ساتھ ہی نعرہ ہوا اللہ اکبر کا
زمین و آسماں پر ایک ہیبت ہوگئی طاری
اِدھر نوری بڑھا آگے، اُدھر ہٹنے لگا ناری

ابوشیبہ کا امدادی

ابوشیبہ کے بچنے کا نہ دیکھا جب کوئی رستہ
پئے امداد ابوسفیان نے بھیجا فوج کا دستہ
بڑھا اس کی مدد کو ایک بازوئے صفِ لشکر
ابوشیبہ ہٹا پیچھے قدم سوئے صفِ لشکر
اُدھر انبوہ بڑھتا آرہا تھا گھیرنے والا
اِدھر تنہا کھڑا تھا فوج کا منھ پھیرنے والا

ابوشیبہ کا قتل

کیا حمزہ نے پھر اک نعرۂ شیرانہ میداں میں
بڑھے آگے دکھائی ہمتِ مردانہ میداں میں
ابوشیبہ ابھی تک قربِ لشکر میں نہ تھا پہنچا
کہ لے کر موت کا پیغام عزرائیل آپہنچا
کہا اے نوجواں اک پند پیرانہ تو لیتا جا
جہنم کی طرف جاتا ہے پروانہ تو لیتا جا

ابوشیبہ رُکا امداد ملنے کے بھروسے پر
جمائے پھر قدم اس نے نکالا ڈاب سے خنجر
پہنچ جائیں گے امدادی بڑی اُمید تھی اس کو
مگر حمزہ کی تیغ تیز نے مہلت نہ دی اس کو
گری شمشیر پُر تنویر ابوشیبہ کے مغفر پر
یہ مغفر کٹ گیا اپنی مصیبت ٹال دی سر پر
پڑی سر پر تو سر نے بھی بتائی راہ گردن کی
اسے دیکھا تو گردن نے بھی کھڑکی کھول دی تن کی
سر و گردن سے کیا لینا تھا اس تیغ ہلالی کو
کہ یہ تو آئی تھی تیغ و جگر کی دیکھ بھالی کو
بڑی خوبی سے اس نے سر کو توڑا حلق کو چیرا
کٹا سینہ، ترشتا ہے چھری سے جس طرح کھیرا
یہ قطع راہ کر کے سینۂ پر کینہ میں آئی
کلیجے پر نظر کی اور ناپی دل کی گہرائی
جو صورت چاہ میں چاہی وہ خاطر خواہ پیدا کی
گھری ظلمت کدے میں آپ اپنی راہ پیدا کی
زرہ بکتر کی ہر الجھن کو سلجھا کر نکل آئی
بزیر ناف سیدھا راستہ پا کر نکل آئی
دکھایا عدل اس نے سامنے ہر دوست دشمن کے
صفائی سے برابر کے دو ٹکڑے کر دیئے تن کے

حضرت حمزہ پر مقتول کے امدادیوں کا حملہ

اٹھا تھا زعمِ یکتائی میں جو عقل و خرد کھوکر
پڑا تھا خاک پر وہ منکر توحید دو ہوکر
نہ ہونے پایا تھا بدبخت کا لاشہ ابھی ٹھنڈا
تڑپتے تھے اِدھر ٹکڑے اُدھر تھے سرنگوں جھنڈا
کہ یورش کرکے پہنچے دس سپاہی فوج دشمن کے
مقابل ہوگئے روباہ مردِ شیر افگن کے
یہ قربِ فوج دشمن تھا اکیلے تھے یہاں حمزہ
غضنفر تھے مگر ان بکریوں کے درمیاں حمزہ
دکھا دی لشکروں کو شانِ فن جنگ حمزہ نے
کہ جس پر ہاتھ مارا کردیا چورنگ حمزہ نے
وہ کھیلے جنگ کی بازی اکیلے اس جماعت میں
گرا دیں سات نامردوں کی لاشیں اس جماعت میں
جو باقی تھے انہیں بھی دھر لیا اب تیغ کے آگے
یہ عالم دیکھ کر تینوں کے تینوں چیخ کر بھاگے

لشکرِ اسلام کو اذنِ جنگ مغلوبہ

غضب طاری ہوا اس واقعے سے فوجِ اعدا پر
تہیہ کرلیا حملے کا سب نے مردِ تنہا پر
ادھر جمعیتِ اسلام نے یہ ماجرا دیکھا
عرب کا چاند کالی بدلیوں میں تیرتا دیکھا

علمبردار کا مقتول ہونا اور گر جانا
جنابِ حمزہ کا خونریز تلواروں میں گھر جانا
قریشی فوج میں پھر جنگ مغلوبہ کی تیاری
جنابِ حمزہ کی تنہائی اور جوشِ فداکاری
یہ سب کچھ ہورہا تھا فاصلہ پر دور وادی میں
مگر روشن تھا آئینے کی صورت چشمِ ہادی میں
مسلمانوں کے سینے پھٹ رہے تھے جوش کے مارے
مگر مجبور تھے پابندِ حکم ضبط تھے سارے
نبی کے حکم کی اب منتظر فوجِ مسلماں تھی
نظر آیا کہ دست نور میں ایک تیغِ براں تھی

اُحد میں پہلی جنگِ مغلوبہ

یہ فرما کر بڑھایا فوج کو محبوب داور نے
کیا اقدام میداں ہر مجاہد ہر دلاور نے
وہاں حمزہ پہ نرغہ ہوگیا تھا فوج اعدا کا
تھپیڑا سہہ رہا تھا شیر حق ہر موج دریا کا
اٹھا اک نعرہ تکبیر میدانِ شہادت میں
بڑھی فوج مسلماں اپنے ہادی کی قیادت میں
ادھر سے جھوم کر برسے قریشی فوج کے بادل
احد کی سرزمیں پر چھا گیا تھا اک ٹڈی دل
کمال شان ایماں دیدنی تھی اس نظارے میں
کہ حمزہ غوطہ زن تھے عین اس قلزم کے دھارے میں

جدھر اٹھتا تھا پائے حمزہ دشمن ہٹتے جاتے تھے
ابھرتا تھا جہاں خورشید بادل چھٹتے جاتے تھے

حضرت حمزہ کا جلال

جلال حضرت حمزہ مثال مہرتاباں تھا
شہادت گاہ ان کی راہ میں گویا خیاباں تھا
سر دشمن جدھر اللہ کا یہ شیر بڑھتا تھا
الٹتی تھیں صفیں کوئی بھی ان کے منہ نہ چڑھتا تھا
جہاں غالب نظر آتا تھا انبوہ قریش ان کو
بپھر کر اس پہ جا پڑتے تھے آ جاتا تھا طیش ان کو
حرارت اور بڑھ جاتی تھی ان کی التہاب آسا
چمکتے تھے شہاب آسا جھپٹتے تھے عقاب آسا
قدم جس سمت بڑھتے تھے انہی کے ہاتھ میداں تھا
نظر میں طیش پا کر جیش جیش ان سے گریزاں تھا
نماز صبح سے اک رنگ تھا اس مرد غازی کا
یہ قربِ ظہر تھا وقت آ چکا تھا اب نمازی کا

سباع غبشانی

سباع اک مرد طاقتور تھا قرشی نوجوانوں میں
گنا جاتا تھا جس کا نام اونچے پہلوانوں میں
یہ بڑھ چڑھ کر مسلمانوں پر حملے کرتا پھرتا تھا
ہوا سر میں بھری تھی دم خودی کا بھرتا پھرتا تھا

یہ صورت دیکھ کر حمزہ نے اس کو دور سے ٹوکا
وہ ان کو دیکھ کر سرکا تو بڑھ کر راستہ روکا
کہا تیری بھی یہ جرأت ہے اور وہ فرزندِ ختانہ
کہ سیکھی زاغ نے بھی آج شانِ شاہبازانہ
ادھر آ، تیری جرأت کا مزا تجھ کو دکھا دوں میں
مقابل ہو کہ تیری اصل کا تجھ کو پتا دوں میں
یہ کہہ کر دست چپ سے آپ نے پکڑا گلا اس کا
گری تلوار اس کی جسم کانپا برملا اس کا
اٹھایا خاک سے اس طرح گویا خاک کر ڈالا
گرایا اور لٹایا اور قصہ پاک کرڈالا
تھے اس کے ساتھ کچھ قرشی جواں ان پر نظر ڈالی
وہ بھاگے الحذر کہہ کہہ کے پیشِ ہمت عالی

وحشی غلام کمین گاہ

وہ سارا واقعہ گزرا تھا وحشی کی نگاہوں میں
دبا بیٹھا تھا قاتل اپنی نیت کو گناہوں میں
خبر لیتے تھے حمزہ جس گھڑی قرشی جوانوں کی
وہاں وحشی کھڑا تھا آڑ لے کر دو چٹانوں کی
تعاقب کررہے تھے حمزہ اک فردِ فراری کا
کیا وحشی نے اس دم قصد اس شیر شکاری کا

وحشی حربہ پھینکتا ہے

شہادت تھی نڈر مکاری درد باہ بازی سے
چلے جاتے تھے حمزہ اک ادائے بے نیازی سے
غلامی کی نظر نے شست باندھی اس یگانے کی
کہ جس کی قہربانی جان تھی سارے زمانے کی
نہ دینی دشمنی تھی اور نہ دنیاوی خصومت تھی
نہ جھگڑا جاہ و ثروت کا نہ خطرے میں حکومت تھی
فقط انعام میں کچھ سکّہ ہائے زر کے وعدے پر
فقط بہرِ شکم کچھ لقمہ ہائے تر کے وعدے پر
غلام تیرہ رُو نے کی اسی پر مشق صیادی
جسے مدنظر تھی ان غلاموں ہی کی آزادی
ہلائی اور تولی ہاتھ میں چالاک نے برچھی
نشانہ کرکے پھینکی دور سے ناپاک نے برچھی
تھی مشہور زمانہ زنگیوں کی حربہ اندازی
نشانہ ناگہاں کا بن گیا اللہ کا غازی
رضائے حق یہی تھی برقضائے مشت سے نکلی
یہ برچھی ناف کے نیچے لگی اور پشت سے نکلی

حضرت حمزہ وحشی کا تعاقب کرتے ہیں

خدا و مصطفیٰ کے شیر پر یہ ضرب تھی کاری
اگرچہ زخم کاری تھی مگر ہمت نہیں ہاری

اڑے پرواز جاں کے ساتھ حمزہ جانب دشمن
شغال آمادۂ رَم ہوگیا جھپٹا جو شیر افگن
کمینے کی کمیں گہہ دیکھ لی تھی مردِ غازی نے
کیا وحشی کا پیچھا دوڑ کر شیر حجازی نے
ادھر وحشی بھی اپنی موت آتی دیکھ کر بھاگا
بدن میں رعشہ تھا بھاگا نہ جاتا تھا مگر بھاگا

حضرت حمزہ کی شہادت

گڑھے کھودے گئے تھے جو گزشتہ رات میداں میں
اجل بیٹھی تھی ان میں اب لگا کر گھات میداں میں
مڑا اک موڑ پر وحشی تو ساتھ اس کے پھرے حمزہ
قدم پھسلا اچانک اک گڑھے میں جاگرے حمزہ
عقاب روح پہلے ہی سے تھا پرواز آمادہ
اڑا سوئے فلک اب چھوڑ کر یہ جسم افتادہ
یہ جنگ و حربہ و ضرب و جرأت اک بہانہ تھا
حقیقت میں نشان حق زمانے کو دکھانا تھا
بتانا تھا کرشمہ عاشقوں کے فوق عادت کا
جمانا تھا دلوں پر نقش اس حسن شہادت کا
زمیں سے آسماں تک ایک نورانی غبار اٹھا
فرشتہ لے کے جان بندۂ پروردگار اٹھا
زمیں پر رہ گیا باقی فقط اک خوں چکاں لاشہ
فروغ زخم بے حد سے بہار بے خزاں لاشہ

نبی کی پھوپھی حضرت صفیہ میتِ حمزہ پر

ہوا حمزہ کی میت پر گزر شان رسالت کا
تاثر دیدنی تھا مہر تاباں کی جلالت کا
صفیہ بنت عبدالمطلب ہمشیرہ حمزہ کی
بہت تھی ان کے دل میں عزت و توقیر حمزہ کی
یہاں تشریف لائیں اپنے بھائی کی زیارت کو
خدا کے اور ملت کے فدائی کی زیارت کو
زبیر ابن العوام ان کے پسر تھے پاس حضرت کے
ہوئے ان پر ہویدا اس گھڑی احساس حضرت کے
کہا روکر میری پھوپھی کو میت پر نہ آنے دو
دل زخمی کو ان کے یہ نیا چرکا نہ کھانے دو
الم انگیز ہے قطع و برید چہرہ حمزہ
بہن کو رنج دے شاید یہ دید چہرہ حمزہ
پسر نے جاکے مادر کو مگر جس وقت سمجھایا
تو قلبِ مسلمہ ہر حال میں صبر آشنا پایا
گئیں وہ میت حمزہ پر روئیں اور نہ چلائیں
نظر چہرے پہ ڈالی فاتحہ پڑھ کر چلی آئیں
مسلمانو! یہ امت بھی رضا پر کس قدر راضی
بناؤ درس جاں اس کو نہ سمجھو قصۂ ماضی

جہادِ فی سبیل اللہ پر ہوکر کمر بستہ
لیا ہو جس مجاہد نے شہادت گاہ کا رستہ
ادائے فرض کرنے کے لئے مرنے کے ارماں میں
رضائے حق طلب کرتا ہوا نکلا ہو میداں سے
خدا و مصطفیٰ کے دشمنوں پر موت پر شاکر
وہ گرجائے اگر میدان میں تیر اجل کھاکر
سمجھ لو اس نے اپنی منزلِ مقصود پالی ہے
یہ اس کے خون کی لالی نہیں چہرے کی لالی ہے
وہ زندوں سے زیادہ زندہ ہے پھر اس کا غم کیسا؟
بہت مسرور ہے وہ اس پہ رونا کیوں الم کیسا؟
ہمیں لازم ہے راہِ حق میں اس کی پیروی کرنا
صف اسلام کو مضبوط رکھنا اور قوی کرنا
سپر کردے جو بہر دین و ملت سر بھی سینہ بھی
مبارک اس کا مرنا بھی مبارک اس کا جینا بھی
مگر ہاں وہ کمینہ ہاں وہ بزدل ہاں وہ دوں ہمت
کہ جس کی زیست بھی لعنت ہے جس کی موت بھی لعنت
بہ وقت جنگ جو نامرد اپنی صف سے کترا کر
پناہیں ڈھونڈتا ہو دشمنوں کی فوج میں جاکر
جسے سوجھی ہو ملت کے مقاصد ہی سے غداری
ہمیں لازم ہے اس کے لاشئہ ناپاک پر زاری
وہ مردہ جو تہہ دامانِ احسانِ غلامی ہے
کرو خوب اس کا ماتم کیونکہ یہ مرگِ دوامی ہے

شہادت گاہ اُحد پر ایک نظر

ستاروں کی شہادت پر ظہور مہر تاباں ہے
سحر کا رنگ کیا ہے، سرخیٔ خونِ شہیداں ہے
زمیں اہل وفا کے خون سے نمناک ہوتی ہے
تو آزادی یہاں ہل جوتتی ہے، بیج بوتی ہے
اُحد کے داغ دھبے باغباں نے پاک فرمائے
تو پھر ستر شہید اس میں سپردِ خاک فرمائے
عجب ترکیب تھی یہ خاک سے سورج اُگانے کی
زمیں کے نور سے بامِ فلک کو جگمگانے کی
اُٹھے یہ بیج آبِ تیغ سے سیراب ہو ہوکر
ثمر اِن میں لگے خورشید عالمتاب ہو ہوکر
شہادت گاہ میں مردانِ حق نے دے کے قربانی
رہا شیطان کے پنجے سے کردی روح انسانی

تکفین وتجہیز

اذانِ صبح گاہی پر کھلا تھا بابِ مے خانہ
چلا تھا شام تک اہل وفا میں دَورِ پیمانہ
نشہ تھا دیدنی اُن خوش نصیبوں کی سعادت کا
نگاہِ لطف ساقی جام تھا جن کی شہادت کا
گرے تھے بادۂ عرفاں سے جو سرشار ہو ہوکر
مقدر جاگ اُٹھا تھا اُن کا فرش خاک پر سوکر

ہوا لبریز جامِ زندگی جن کامیابوں کا
تھا اُن پر فاتحہ خواں ایک جھرمٹ آفتابوں کا
یہ گنجینے محبت کے، یہ اُلفت کے خزانے تھے
محمد اور اصحاب محمد کے یگانے تھے

اُحد سے سرورِ عالم کی مراجعت مدینہ

دفینے خاک میں دفنا دیئے جب اس جماعت نے
دعائے مغفرت کی صاحبِ روز شفاعت نے
قریشی کافروں سے ہوچکی تھی پاک یہ وادی
مسلمانوں کو مدینہ کی طرف اب لے گیا ہادی
لٹایا صحن مسجد میں احد کے زخم داروں کو
خدا کے فضل کا مژدہ سنایا دل فگاروں کو
فروکش ہوگئے مردانِ درد آگاہ مسجد میں
کہ خود موجود تھے سرکارِ عالی جاہ مسجد میں
دُرِدنداں، جبین و شانہ و رخسار زخمی تھے
صحابہ سے زیادہ احمد مختار زخمی تھے
مگر سرکار کو پروا نہ تھی اپنی جراحت کی
تمنا تھی فقط اصحاب کے آرام و راحت کی

ابوالاثر حفیظ جالندھری

دودھ بھائی ہیں اور عمّ رسول

حضرت حمزہ سیّد الشہداء
کاشفِ الکرب ہیں بفضل خدا

جملہ اصحاب یوں تو آقا کے
صاحب رشد ہیں نجوم ہدیٰ

دودھ بھائی ہیں اور عمّ رسول
شان ہے آپ کی یہ سب سے جدا

ہے لقب آپ کا جو اسد اللہ
یہ بھی رتبہ ہے ارفع و اعلیٰ

قبر انور ہی بس نہیں جنت
اُحد سارا ہے جنت الماویٰ

خاک بوسی کا شرف ہم کو ملا
شکر کتنا کریں ترا مولا

بھیک مل جائے در پہ حاضر ہے
فخر ادنیٰ دائے کوئے شما

حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ

غلامان رسول اکرم کے سردار امیر حمزہ ہیں

صد شکر کہ میں نے دیکھ لیا مزار امیر حمزہ کا
اللہ کرے ہو جیتے جی دیدار امیر حمزہ کا

جاتے تھے رسول اکرم بھی اصحاب نبی سب آل نبی
گویا کہ وہ کرنے جاتے تھے دیدار امیر حمزہ کا

جاتی تھیں بکثرت فاطمہ بھی حسنین کریم بھی جاتے تھے
کیا شفقت تھی کیا الفت تھی کیا پیار امیر حمزہ کا

غلامان رسول اکرم کے سردار امیر حمزہ ہیں
ہر ایک ہی بخشا جائے گا حب دار امیر حمزہ کا

بے مثل شجاعت تھی ان کی بے مثل جلالت تھی ان کی
بے مثل شہادت ہے رتبہ سردار امیر حمزہ کا

نکلے تھے بدر کے میداں میں اک رعب تھا دشمن پر طاری
عتبہ کو جہنم میں ڈالے تھا وار امیر حمزہ کا

قسمت میں جبل احد کی ازل سے سعادت لکھی تھی
بن جائے گا اس کے دامن میں مزار امیر حمزہ کا

آئے گا مزار اقدس پر پائے گا بشارت جنت کی
ہر عاشق صادق جو ہوگا دلدار امیر حمزہ کا

ہر وقت مقام احد پر انوار کی بارش ہوتی ہے
گویا یہ علاقہ سارا ہے مختار امیر حمزہ کا

اک کیف ساطاری ہوتا ہے جب نام زباں پرآتا ہے
سرکار امیر حمزہ کا سرکار امیر حمزہ کا

غلامان امیرحمزہ میں شامل ہے ازل سے تابش بھی
للہ احمد کہ ہے یارو میخار امیر حمزہ کا

علامہ محمد منشاء تابش قصوری (پاکستان)

شجاعت میں کسی نے برتری ان پر نہیں پائی

فرشتوں کی نہ پریوں کی نہ کوہ قاف کی باتیں
زمانے کا تقاضہ ہے کریں اسلاف کی باتیں
حبیب رب کے مولد کی، زمیں کی ناف کی باتیں
پھر ان کے محترم اصحاب کے اوصاف کی باتیں
خدا کے فضل کی، رحمت کی اور الطاف کی باتیں
یہ سب جن پر ہوئے ان ہاشمی اشراف کی باتیں
عبادت کی حرم میں اور حرم کے طاف کی باتیں
تجارت سے محبت کی ولِالف کی باتیں
جوان پاک باطن میں تھا اک ہاشمی ایسا
وہ نور عین عبدالمطلب، عم رسول اللہ
شجاعت میں کسی نے برتری ان پر نہیں پائی
چچا ان کے تھے جن کے زیر پا تھا فرِّ کسرائی
عجب ناوک فگن، وہ شیر صولت، ہاشمی ضیغم
وہ نشتر، ظلم کی رگ پر وہ زخم جان کا مرہم
حمیت، معرفت، زہد و اطاعت جب کئے یکجا
تو عبدالمطلب نے نام ان کا رکھ دیا حمزہ
اندھیری شب میں جس طرح کوئی جگنو چمکتا تھا
یہ بندہ کفر کی ظلمت میں ایسا ہی دمکتا تھا

محبت، زندگانی، انقلاب زندگانی ہے
کرشمے، معجزے، تاریخ سب اس کی کہانی ہے

محبت اور پھر وہ بھی حبیب رب سے ہوجائے
دوعالم اس کو چاہیں اور وہ عالم کو ٹھکرائے

اگر محبوب کو، کوئی برا کہہ دے تو کیا ہوگا
قیامت آئے گی ہر سمت اک محشر بپا ہوگا

شقاوت پیشہ و بیداد گر بوجہل کے لب پر
نبی کا نام جب آیا تو دشنام کے ڈھب پر

تڑپ کر حضرت حمزہ نے کعبہ میں قدم رکھا
محمد ﷺ سے محبت کا خدا نے بھی بھرم رکھا

ادھر وہ ابرہہ کا خود کو ہمسر دیکھنے والا
ادھر طیراً ابابیل کا منظر دیکھنے والا

دل حمزہ کو اک دن مطلع انوار ہونا تھا
سر بوجہل پر ان کی کماں کا وار ہونا تھا

عصا تھا وہ کماں، اس ثانیٔ فرعون کے سر پر
وہ بدبخت اور اس کے ہمنوا سب تھے **ھُوَ الْاَبْتَرُ**

مشیت منتظر تھی جس گھڑی کی، وہ گھڑی آئی
بھتیجے کی محبت دین کے دامن میں لے آئی

شکاری بن کے پھرتے تھے ہمیشہ پشت توسن پر
محافظ بن گئے اللہ کے بندوں کے مامن پر

ملا ایمان تو پھر سجدہ ریز حق ہوئے حمزہ
بڑھی ہاتھوں کو پھیلائے ہوئے رحمت، سوئے حمزہ

سبق حمزہ سے اے اہل محبت یوں لیا جائے
ہو گستاخ نبی جو کوئی تو اس سے کیا کیا جائے

کرے اب استغاثہ پیش عم مصطفیٰ اپنا
کہ ساری گفتگو کا ہے یہ اک مدعا اپنا

دھواں ہیں، دھوپ ہیں، سایہ ہیں یا ہم لوگ بادل ہیں
پہاڑوں کے جگر کاٹیں جو بازو، آج وہ شل ہیں

مہذب ہوگئے ہم کیا کسی دشمن کو للکاریں
کماں سے ہاتھ خالی، کیا کسی بوجہل کو ماریں

تمہارے جانشیں، تاریخ کا منہ موڑنے والے
بتوں کے در پہ بیٹھے ہیں، بتوں کو توڑنے والے

ستم کی لرزہ خیزی جبر کے طوفاں کی موجیں ہیں
شکنجہ میں مسلماں بیبیاں ہیں، سرب فوجیں ہیں

حمایت کرنے والے ایک ارب دنیا میں جن کے ہیں
وہ مہماں بوسنیا میں نہ جانے کتنے دن کے ہیں

کفن باندھے ہوئے سر سے شجاعوں کو جیالوں کو
ضرورت آج ہے پھر آپ کی کشمیر والوں کو

شجاعت کا تمہاری واسطہ یا سیدالشہداء
ملے بھٹکے ہوؤں کو راستہ یا سیدالشہداء

دل مسلم میں غیرت کی دہکتی آگ بھر دیجئے
فلسطیں کی زمیں کو بدر کا میدان کر دیجیے

سید حسین علی ادیب رائے پوری (پاکستان)

شیبۃ الحمد ابنِ عبد المطلب شیرِ خدا

ہر بہادر اور جری بندے کے جو ہیں مقتدا تھے رضاعی بھائی سرکارِ والا کے چچا
چرخِ پا مردی پہ یہ لکّھا ہوا میں نے پڑا اس حوالے سے بھی میں کرتا ہوں حمزہ کی ثنا
شیبۃ الحمد ابنِ عبد المطلب شیرِ خدا
دین میں آئے تو پھر ایسا نہ اک دن بھی کیا جنگ کو جاتے تو پہلے نو پہنتے تھے زرہ
خوف لیکن اب مجھے اس سے نہیں آتا ذرا پہلے میں ڈرتا تھا مرنے سے انہوں نے یہ کہا
شیبۃ الحمد ابنِ عبد المطلب شیرِ خدا
دشمنِ محبوب رب العالمیں سے دشمنی بعدِ اسلام اک تخصّص تھا تو تھا ان کا یہی
ہے انہی کے دم سے روشن نامِ اخلاص و وفا بس اسی خاطر انہوں نے جان لی اور جان دی
شیبۃ الحمد ابنِ عبد المطلب شیرِ خدا
اس طرح پائی انہوں نے زندگیٔ سرمدی تھی اُحد کی جنگ جس میں جان اپنے رب کو دی
آپ نے ان کا جنازہ پڑھ کے ستّر مرتبہ کر دی ظاہر سب پہ جو الفت نبی کو ان سے تھی
شیبۃ الحمد ابنِ عبد المطلب شیرِ خدا
یہ ضروری ہے کہ لے پروانۂ حمزہ جری طیبہ جانا اور وہاں رہنا اگر چاہے کوئی
لازماً درکار ہے اس کے لیے ان کی رضا ہیں گورنر شہرِ سرکارِ دوعالم کے وہی
شیبۃ الحمد ابنِ عبد المطلب شیرِ خدا

راجا رشید محمود (لاہور)

نبی کی محبت میں ایمان لائے

محبِّ نبی ﷺ ہیں حبیبِ نبی ﷺ ہیں   وہ عم نبی ﷺ ہیں وہ عمِ علی ہیں
ابوجہل ہے سامنے سرفگندہ   وہ حمزہ ہیں شیرِ نبی ﷺ ہیں جری ہیں
شہیدِ اُحد ہیں خدا کے ولی ہیں
شہیدوں کے سردار عمِّ نبی ﷺ ہیں
جھپٹتے وہ کفّار پر مثلِ ضیغم   سُنو تم یہ فرمانِ شاہِ دوعالم
اسد ہیں خدا کے اسد ہیں نبی ﷺ کے   شہیدوں کے سردار ہیں وہ مکرّم
شہیدِ اُحد ہیں خدا کے ولی ہیں
شہیدوں کے سردار عمِّ نبی ﷺ ہیں
نبی ﷺ کی محبت میں ایمان لائے   جو کافر تھے وہ خوف سے تھرتھرائے
گوارا نہیں تھا یہ حمزہ کو ہرگز   بشر کوئی پیارے نبی ﷺ کو ستائے
شہیدِ اُحد ہیں خدا کے ولی ہیں
شہیدوں کے سردار عمِّ نبی ﷺ ہیں
کلیجہ جو ہندہ نے ان کا چبایا   نبی ﷺ سے سدا چہرہ اس نے چھپایا
چچا سے نبی ﷺ کو تھی حد درجہ الفت   کیا صبر قاتل نے بدلہ نہ پایا
شہیدِ اُحد ہیں خدا کے ولی ہیں
شہیدوں کے سردار عمِّ نبی ﷺ ہیں

نبی ﷺ کے چچاؤں میں سب سے ہیں برتر　　شہادت ملی ان کو اللہ اکبر
گلستانِ اسلام سینچا لہو سے　　سُنو پھولؔ رحمت خدا کی ہے ان پر

شہیدِ اُحد ہیں خدا کے ولی ہیں
شہیدوں کے سردار عمِّ نبی ﷺ ہیں

تنویر پھولؔ (نیویارک)

نوٹ :- حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدانِ اُحد میں ۱۵؍شوال ۳ ہجری (جنوری ۶۲۵ء) کو ہفتے کے دن شہید ہوئے۔ آپ کو دربارِ رسالت سے اسد اللہ واسد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سیّد الشہداء کے القاب عطا ہوئے۔

☆☆☆

نہ ان کے سامنے ٹھہرا ہے کفر کا لشکر

مری ہیں جان، مرا دل امیر حمزہ ہیں
کمال و مہر کا حاصل امیر حمزہ ہیں
طلب جو کرتے تھے خوشنودیٔ شہہ بطحا
در نبی ﷺ کے وہ سائل امیر حمزہ ہیں
ہوا ہے خوف سے بوجہل رنگ تیرا فق
سنبھل کہ تیرے مقابل امیر حمزہ ہیں
نہ ان کے سامنے ٹھہرا ہے کفر کا لشکر
سمجھ لو ماحیٔ باطل امیر حمزہ ہیں
جوان کو چاہے اسے رکھتے ہیں نبی محبوب
یمِ مراد کا ساحل امیر حمزہ ہیں
پسند ان کو ہے در بانیٔ شہہ طیبہ
سروش تیرے مماثل امیر حمزہ ہیں
نبی ملول ہوئے انتقام ہند سے
زمین طیبہ پہ بسمل امیر حمزہ ہیں
اسد خدا کے نبی ﷺ کے شہیدوں کے سیّد
خطاب شاہ کے حامل امیر حمزہ ہیں
وجود جن کا معطر نبی ﷺ کی خوشبو سے
چمن میں پھولؔ وہ کامل امیر حمزہ ہیں

تنویر پھولؔ

جن کو کہتے تھے سرکار یا عمّنا

شیرِ حق فخرِ بدر و اُحد آپ ہیں کوئی میدان ہو مستند آپ ہیں
عبد مطلب کا نور نظر کون ہے ام کلثوم و زہرا کے جد آپ ہیں
جس نے روکا ہے دشمن کے ہر تیر کو عزم و ذوقِ یقیں کی وہ سد آپ ہیں
جس کے ڈر سے لرزتا تھا بوجہل بھی جس کو تھی کفر و باطل سے کد، آپ ہیں
آپ ہی تو ہیں محبوب خیرالوریٰ عاشق ذاتِ ربِ صمد آپ ہیں
فارق حقِ و باطل ہے وصف آپ کا حامیِ حکمِ ذاتِ اُحد آپ ہیں
مردِ شمشیر زن، شیرِ باطل شکن فخرِ اہل عرب تا ابد آپ ہیں
فخرِ اصحاب و سرخیل آلِ نبی رہبرِ علم و عشق و خرد آپ ہیں
جن کو کہتے تھے سرکار یا عمّنا میرے آقا کے وہ معتمد آپ ہیں

جن پہ نازاں ہے شہزاؔد تاریخ بھی
نازشِ اہلِ حق تا ابد آپ ہیں

علامہ ڈاکٹر محمد شہزاؔد مجددی

(لاہور)

نبیٔ مکرم کے مشفق چچا سیّد الشہداء

نبیٔ مکرم کے مشفق چچا سیّد الشہداء
ابوجہل نے جن سے پائی سزا سیّد الشہداء
امیر حمزہ اسمِ گرامی ہوا بالیقیں آپ کا
کہ جن سے تھا اسلام کا دبدہ سیّد الشہداء
چچا کے علاوہ نبی کے اخیٔ رضاعی بھی تھے
کہ جس رشتے کی دودھ ہوتی بنا سیّد الشہداء
اگر عبد پر مطلب لاحقہ آپ لے آیئے
انہیں کے ہیں لختِ جگر اے خوشا سیّد الشہداء
رسالت کے،توحید کے پاسباں آپ تھے بے گماں
وہ داعیٔ دینِ نبی مرحبا سیّد الشہداء
کیا حملہ بھی اُن پہ وحشی نے جب پیڑ کی اوٹ سے
کہ تیرِ لعیں آ کے جن کو لگا سیّد الشہداء
جری و سخی آپ عالی نفس اور بیباک تھے
نبی پاک نے جن کو بخشی لِوا سیّد الشہداء
اُحد میں اکتیس کو واصل بہ دوزخ کیا آپ نے
شجاعت میں کوئی نہیں آپ سا سیّد الشہداء
رسولِ خدا خود بہت روئے تھے لاش پر آپ کی
یہ اعزاز بھی جن کو حاصل ہوا سیّد الشہداء
حیات آپ کو کام یوں آ گئی کہ شہادت ملی
جو نقشِ دوامی کا ہے سلسلہ سیّد الشہداء

صلہ بھی شہادت کا رکھا گیا ہے کچھ ایسا عظیم
رضائے نبی و رضائے خدا سیّدالشہداء
خدا ہی سے پائی تھی خلقِ حسیں کی بھی دولت بڑی
عدو خوف بھی جن سے کھاتا رہا سیّدالشہداء
وہ ایمانِ محکم تو بازو کی طاقت سے تھے متصف
خدا پاک کی اک مؤقر عطا سیّدالشہداء
بہت اُن میں تھیں جود و بخشش کرم اور رواداریاں
عنایاتِ رب کا ذریعہ بڑا سیّدالشہداء
سدا جن سے حاصل نبی کو رہی تقویت بھی بڑی
جو تھے ہاتھ بھی سر پہ شفقت بھرا سیّدالشہداء
فضائل سے کچھ اس قدر ہے بھری ذات بھی آپ کی
رہا مہرباں جس پہ دائم خدا سیّدالشہداء
بھتیجے کی خاطر ابوجہل سے جیسے پیش آئے تھے
محبت کا شفقت کا مظہر وہ تھا سیّدالشہداء
فروغ آپ سے پایا کچھ اس طرح دین اسلام نے
علَم دین کا جن سے اونچا ہوا سیّدالشہداء
شہادت کا اعزاز ہوتا نہیں سب کی تقدیر میں
بفضلِ خدا آپ نے پالیا سیّدالشہداء
سلام آپ کو طرزیؔ بے نوا پیش کرتا بھی ہے
سفارش مری کیجیے روزِ جزا سیّدالشہداء

پروفیسر عبدالمنان طرزیؔ (دربھنگہ، بہار)

سرفرازی کی یہ دولت سیّد الشہداء سے ہے

سرفرازی کی یہ دولت سیّد الشہداء سے ہے   سر بلندی کی بشارت سیّد الشہداء سے ہے
دیدنی آن رسالت سیّد الشہداء سے ہے   افتخاری شان وشوکت سیّد الشہداء سے ہے
نام نامی حمزہ ابن مطلب، عمّ رسول   شاہ والا کی جو نسبت سیّد الشہداء سے ہے
صاحب جرأت بہادر وہ صداقت آشنا   آشکارا عزم و ہمت سیّد الشہداء سے ہے
شیر دل جنگجو کہ وہ بے خوف رجلِ عظیم   ناصری رمزِ عزیمت سیّد الشہداء سے ہے
معرکہ کوئی بھی ہو یا جنگ کا میدان ہو   طاقت و نازِ شجاعت سیّد الشہداء سے ہے
دبدبہ طاغوت پر طاری رہا کچھ اس قدر   حاصلِ صد فتح ونصرت سیّد الشہداء سے ہے
قوتِ باطل کے آگے ہوگئے سینہ سپر!   دائمی حق وصداقت سیّد الشہداء سے ہے
کوئی پوچھے کیا خوشی تھی سیّد کونین کی   کس قدر نورانی عظمت سیّد الشہداء سے ہے
تابش ایمان کی ملتی نہیں کوئی مثال   زندہ تابندہ شہادت سیّد الشہداء سے ہے
کرتی ہے آزردہ اکثر فرقتِ حمزہ بالیقیں   سرور دیں کو محبت سیّد الشہداء سے ہے

مرتبت کیا ہے مجاہد کی عقیلؔ اسلام میں
میرے آقا کی اشارت سیّد الشہداء سے ہے

ڈاکٹر عقیل ہاشمی (حیدرآبادی)

ملی ہے حضرتِ حمزہ سے دین کو طاقت

چچا بھی آپ ﷺ کے وہ تھے رضائی بھائی بھی
حضورِ حق ﷺ سے وفا کی، وفا نبھائی بھی

بڑے تھے آپ ﷺ سے دو سال عمر میں حضرت
نبی ﷺ سے عمر کی حد تک رہی بڑائی بھی

نبی ﷺ سے کی تھی ابوجہل نے جو گستاخی
تو اُس لعین کی حمزہ نے کی پٹائی بھی

نہ صرف یہ کہ غضب ناک ہو کے سر پھوڑا
کہ تلخ و تُرش ابوجہل کو سنائی بھی

حضور ﷺ کی جو تھی اسلام کے لیے دعوت
قبول کی تو عدو سے رہی لڑائی بھی

ہوئے شہید وہ جنگِ اُحد میں دیں کے لیے
شہید بھی ہیں شہادت کے پیشوائی بھی

ملی ہے حضرتِ حمزہ سے دین کو طاقت
ہوئی ہے دہر میں اسلام کی بڑائی بھی

حضور ﷺ حضرتِ حمزہ سے خوش ہوئے اے دلؔ
خدا بھی خوش ہے خدا کی ہے خوش خدائی بھی

امان خان دلؔ (ہیوسٹن)

کاروانِ قوم کے وہ تھے امیرِ کارواں

کچھ سنہری حرف تجھ سے اے مِرے خامہ لکھوں حضرتِ حمزہ کا میں دِل سے سفرنامہ لکھوں
جو بپا جنگِ احد میں تھا وہ ہنگامہ لکھوں تر بتر جو خون میں اُن کے تھا وہ جامہ لکھوں
بوجہل کو کر دیا تھا ایک پل میں نیم جاں
حضرتِ حمزہ کے وہ موجود ہیں تیر و کماں
دین کے گلشن میں ان کے دم سے آئی تھی بہار کر دیا صحرا کو بھی سیراب کر کے لالہ زار
اُن کی شفقت اور اُلفت کا نہیں کوئی شمار سرورِ کونین پہ کرتے تھے اپنی جاں نثار
جن سے آقا کی حفاظت کرتے تھے ہر دم وہاں
حضرتِ حمزہ کے وہ موجود ہیں تیر و کماں
کاروانِ قوم کے وہ تھے امیرِ کارواں دِین کی راہوں میں روشن اُن کے قدموں کے نشاں
بلبل شیریں نوا شیریں سخن شیریں بیاں گلشنِ اسلام کے دراصل وہ تھے باغباں
آپ کے فتراک میں نخچیر کا سارا جہاں
حضرتِ حمزہ کے وہ موجود ہیں تیر و کماں
دعوتِ حق کو جہاں میں عام حمزہ نے کیا ظاہر و باطل کو زیرِ دام حمزہ نے کیا
کافروں کی چال کو ناکام حمزہ نے کیا دین کا دنیا میں روشن نام حمزہ نے کیا
کفر کا جن سے مٹا کر رکھ دیا نام و نشاں
حضرتِ حمزہ کے وہ موجود ہیں تیر و کماں

اے مورّخ ہے کوئی تاریخ میں ایسی مثال قوتِ بازو نے اُن کی جو دکھائے ہیں کمال
اُن کے حق میں ہے یہ سرکارِ دوعالم کا خیال یہ وہ سورج ہے نہیں ہوگا کبھی جس کا زوال
مومنوں کی بزم میں ہے آج یہ گفت وشنید اُن کی یادوں سے مزین ہے ہر اک بزمِ سعید
خوش نصیبی اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی مزید ہوگئے جنگِ احد میں حضرت حمزہ شہید

آسماں اُن کی لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

متینؔ امروہوی (دہلی)

جنہیں ہمارے نبی کی حاصل ہوئی قرابت امیر حمزہ

جنہیں ہمارے نبی کی حاصل ہوئی قرابت امیر حمزہ
جنہیں میسر رہی ہمارے نبی کی صحبت امیر حمزہ

نبی کا بدلہ لیا جنہوں نے نبی کے دشمن کو خوب مارا
جنہیں محبت کے واسطے سے ملی ہدایت امیر حمزہ

بہادری میں مثال بھی تھے وہ جرأتوں میں کمال بھی تھے
وہ جن کے دم سے ملی تھی اسلام کو بھی قوت امیر حمزہ

حضور تشریف لے کے جاتے جہاں پہ جاتی تھیں سیدہ بھی
لحد مبارک وہ آپ کی ہے خوشا یہ قسمت امیر حمزہ

جہاں برستی ہیں رحمتیں بھی ملا ہے فیضان صوفیاء کو
مزارِ انور وہ آپ کا ہے بڑا بابرکت امیر حمزہ

علی بھی میدانِ بدر میں تھے بنے قیامت جو دشمنوں پہ
ہوئی تھی یکجا علی کی ہمت تری شجاعت امیر حمزہ

ہمیں ہے ان سے بڑی عقیدت ہم ان کے مدحت سرا ہیں بابر
وہ جن کے دم سے ہماری شوکت ہے تا قیامت امیر حمزہ

بابر حسین بابر (بھیرہ شریف، پاکستان)

کافروں کے حوصلے ٹھہرے نہ ان کے سامنے

کوئی بھی خدمت نہ فانی حضرت حمزہ کی ہے
لب پہ شانِ حق ہماری حضرت حمزہ کی ہے

سیدالشہداء لقب ہے عمّ شاہِ دین کا
خیر و برکت جاودانی حضرت حمزہ کی ہے

راہِ حق میں جان دی اونچا کیا سر دین کا
خلد میں راحت رسانی حضرت حمزہ کی ہے

صدقۂ آقا میں اندر اجر نیک و خیر دے
فتحِ حق پر مہربانی حضرت حمزہ کی ہے

غیرتِ امت ہمہ دم ہے فدا و جاں نثار
عشق میں ڈوبی جوانی حضرت حمزہ کی ہے

کافروں کے حوصلے ٹھہرے نہ ان کے سامنے
کیا جوانی کیا روانی حضرت حمزہ کی ہے

یاد رکھے گا زمانہ سیدالشہداء کو بھی
پُر ضیا پُرغم کہانی حضرت حمزہ کی ہے

دعوتِ عبرت دہد کردارِ حمزہ اے شمیمؔ
قبر میں کیا گل فشانی حضرت حمزہ کی ہے

ڈاکٹر سید شمیمؔ احمد گوہر مصباحی
(الہ آباد)

صدق و اخلاص و وفاداری کا پیکرِ دلربا

صدق و اخلاص و وفاداری کا پیکر دلربا سرگروہِ جاں نثاران محمد مصطفیٰ ﷺ
وہ چچا بھی اور رضاعی بھائی بھی سرکار کا کیا بیاں ہو اس جری کی خوبیٔ کردار کا
جب خوشی سے کرلیا تسلیم دینِ مصطفیٰ زندگی بھر وہ رہا مخلص معین مصطفیٰ
خیرخواہ و غمگسارِ رحمت للعالمیں ابتلا و آزمائش میں نصیرِ شاہِ دیں
وہ خدا کا شیر محبوب خدا کا شیر ہے معرکہ اس احد کا ہے وغا کا شیر ہے
داستاں اس کی جسارت کی ہے مشہورِ جہاں قوت بازوئے محبوبِ خدائے انس و جاں
وہ دلاور ہے شہادت کا سرعنوانِ کتاب مرتبہ اس کا بڑا اس کی فضیلت بے حساب
ذرّہ ذرّہ ہے احد کا اس کی جرأت پر گواہ بے مثال و منفرد اس کی شہادت پر گواہ
دو جہاں میں وہ بلند اقبال و با اعزاز ہے اس شہیدِ راہِ حق پر اہلِ حق کو ناز ہے
منتقل ہوتے ہی رہتے ہیں فنا ناآشنا جاں نثارانِ محمد عاشقانِ مصطفیٰ

موت ان کی اور ان کی زندگی کچھ اور ہے
عقل والو، عاشقوں کی بات ہی کچھ اور ہے

طارق سلطان پوری (پاکستان)
(حسن ابدال)

شہید جنگ اُحد میں ہو کر مقام ارفع و اعلیٰ پایا

شہیدِ دربارِ کبریا ہیں ہمارے آقا امیر حمزہ
فدائے سردارِ انبیاء ہیں ہمارے آقا امیر حمزہ
بہادری میں مثال اپنی، تو زہد و تقویٰ میں منفرد بھی
رحیم و غفار کی عطا ہیں ہمارے آقا امیر حمزہ
شہید جنگ اُحد میں ہو کر مقام ارفع و اعلیٰ پایا
تمام شہدا کے پیشوا ہیں ہمارے آقا امیر حمزہ
نبی ﷺ سے تھی اس قدر محبت کہ دشمنوں پر برس پڑے تھے
نثارِ یکتائے مصطفیٰ ﷺ ہیں ہمارے آقا امیر حمزہ
چلے جو نقشِ قدم پہ اُن کے کبھی بھٹکنے نہ پائے گا وہ
اک ایسے رہبر ہیں رہنما ہیں ہمارے آقا امیر حمزہ
جو معتقد ہو گئے ہیں اُن کے حقیقتاً ہیں وہ مصطفیٰ ﷺ کے
نبی ﷺ سے قربت کا راستہ ہیں ہمارے آقا امیر حمزہ
عقیدت و احترام لازم، ہے بیشک اُن کا، عزیز خاکی
حضورِ پُرنور کے چچا ہیں ہمارے آقا امیر حمزہ

عزیز الدین خاکی (کراچی)

احد پہاڑ کے زرّوں سے آ رہی ہے صدا

بلندیوں پہ ہیں رتبے امیر حمزہ کے
ہیں عرش و فرش پہ چرچے امیر حمزہ کے

احد پہاڑ کے زرّوں سے آ رہی ہے صدا
قدم قدم پہ ہیں جلوے امیر حمزہ کے

شہید ہو کے وہ تاریخ کر گئے ہیں رقم
ہر اک زباں پہ ہیں قصے امیر حمزہ کے

نثار پیارے محمد پہ جان کر دوں گا
یہی تو قول ہیں سچے امیر حمزہ کے

احد کی وادی میں اک جشن سا مناتے ہیں
بروز بدھ سبھی منگتے امیر حمزہ کے

شہید دھوکے سے وحشی نے آپ کو جو کیا
لہو کے قطرے بھی مہکے امیر حمزہ کے

سجا کے تازہ مناقب کے پھول لائے ہیں
غلام سارے کے سارے امیر حمزہ کے

میں مفلسی میں کبھی گھر نہ پاؤں گا خاکی
ہیں میرے کاسے میں سکّے امیر حمزہ کے

عزیز الدین خاکی، کراچی

لقب ملا ہے انہیں سیّد الشہداء کا

نبی کے عمِّ مکرم امیر حمزہ ہیں
سراپا سطوتِ پیہم امیر حمزہ ہیں

لقب ملا ہے انہیں سیّد الشہداء کا
جہانِ حق میں معظم امیر حمزہ ہیں

سعادتوں میں نہیں کوئی ان کا ہم پایہ
فضیلتوں میں مقدّم امیر حمزہ ہیں

بڑھا ہے ان کی بدولت وقار دینِ حسن
نبی کے دین کا پرچم امیر حمزہ ہیں

بجا ہے ناز شجاعت کو جن کی جرأت پر
وہ کوہِ عزم مجسّم امیر حمزہ ہیں

رہے گا ان کی عزیمت کا تذکرہ جاری
سدا بہار کا موسم امیر حمزہ ہیں

جہان کفر کے اک اک جغادری کو بجا
دکھاتے راہِ جہنم امیر حمزہ ہیں

کرے ہے ان کی شہادت دلوں کو رنجیدہ
ہمیشہ رکھیں جو پرنم امیر حمزہ ہیں

جہان مہر و وفا کے ابد تلک مہجؔور
امیر و قائد اعظم امیر حمزہ ہیں

سیّد عارف مہجؔور رضوی

دکھائے آپ نے جوہر وہ جاں نثاری کے

رسولِ ہاشمی کے محترم چچا حمزہ
جہان بھر کے شہیدوں کے رہنما حمزہ

شجاعت اور دلیری کا سلسلہ حمزہ
شہادتِ ابدی کا تلازمہ حمزہ

خوشا یہ شان کہ ناموسِ خواجۂ دیں پر
بصد ہزار عزیمت ہوئے فدا حمزہ

حسین ابنِ علی جس کا نقطۂ تکمیل
اُس آب و تابِ حریّت کی ابتدا حمزہ

دکھائے آپ نے جوہر وہ جاں نثاری کے
ملائکہ کا بھی نعرہ ہے مرحبا، حمزہ

چہ نسبت نسبی خاک را عالمِ پاک
کُجا قبیلۂ سود و زیاں کجا حمزہ

خدا ہی جانے کہ ہوتا ہے کس قدر نایاب
شہیدِ عشقِ رسالت کا خوں بہا حمزہ

مجاہدین پہ کی جارہی ہے تنگ زمیں
سُنو عریضۂ فیضانؔ، آؤ یا حمزہ

فیض رسول فیضانؔ (گوجرانوالہ)

گل شجاعت کا بانکپن ہیں

ابو محمد ﷺ کے ویر حمزہ — وفا سراپہ امیر حمزہ
خدا نبی ﷺ کے جو شیر ٹھہرے — ہے وہ شجاع شہیرِ حمزہ
ہدف جن کا غلو باطل — کمان حق کا وہ تیر حمزہ
گل شجاعت کا بانکپن ہیں — وہ شہادت کے میر حمزہ
گواہ بدر و احد ہیں اب تک — دلاورِ بے نظیر حمزہ
سبھی شہیدوں کے مقتداء ہیں — سعادتوں کے سفیر حمزہ
مرید ہیں سب شہید گویا — وغا کے حلقے کے میر حمزہ
یہ شیبہ کی لاش کہہ رہی ہے — نڈر جری تھے اخیر حمزہ
نبی نے کہہ کر کرائی ذاری — تھے ایسے روشن ضمیر حمزہ
امیر اقلیم حریت ہیں — محبتوں کے اسیر حمزہ
ہے ذات فرد وحید ان کی — امین وصفِ کثیر حمزہ
نفاق اعداء سے دب نہ پایا — وہ جس کے ہیں دستگیر حمزہ

شہید فیضاںؔ ہیں ہزاروں
شہید اعظم امیر حمزہ

پروفیسر فیض رسول فیضانؔ

حاملِ اخلاقِ احمد، حاملِ دینِ مبیں

(حسبِ فرمائش فیروز احمد سیفی)

ح — حامل اخلاقِ احمد، حاملِ دینِ مبیں
ض — ضاجرِ کربِ رسالت، ضابطہ شاہ امم
ر — راکب فرس سعادت، راقب راہِ نجات
ت — تارکِ دورِ جہالت، تاج ختم الرسول
ح — حاجر جبر و تشدد، حارس ارباب حق
م — ماہر و درّاک غازی، ماجد و مخلص شہید
ز — زاہد و زاخر سپاہی، روشن و زاہر حیات
و — ہاشمی، فرزند عبدالمطلب، عم علی

ش — شاہ و سیّد وہ شہیدوں کا، احد کا نقش خاص
ہ — ہالک وحشی ولے، وحشی کی توبہ کا ہلال
ی — یاور منصوبۂ محبوب رب العالمیں
د — داعیٔ جوشِ شجاعت، کاملِ عزم جہاد
و — واقفِ اسرارہائے صبح و شام زندگی

ن نامور فرد جسارت، حق بیانی میں جری

ک کاروانِ مصطفیٰ کا ایک مرد شاہکار
ے یعنی وہ جس پر شہادت کی سیادت ہے نثار

ا اس کی عظمت کیا بیاں ہو جو شہید ناز ہے
م منقبت حمزہ کی کہنا فکر کا اعزاز ہے
ا اور سر تحریر ہے میرا قلم بھی سجدہ ریز
م میں مسرتؔ اشک دیدہ التجائے صبح خیز

اظہار مسرتؔ یزدانی (راجستھان)

سید کون ومکاں کے ہیں وہ عمِّ محترم

مرتبہ ہے حضرتِ حمزہ کا بے احصار و حد
وہ خدا کے بھی اسد ہیں مصطفیٰ کے بھی اسد

وہ ہیں سردارِ شہیداں وہ غسیل قدسیاں
شاہدان کی جرأت وعظمت پہ ہے اب بھی احد

سید کون مکاں کے ہیں وہ عمِّ محترم
خانوادہ ایک ہے دونوں کا اور ہے ایک حد

دوست بھی سرکار کے تھے دودھ بھائی بھی تھے
ان کے گستاخوں کے تھے دشمن بغایت شدّومد

معترف تھے صاحب لولاک اس امداد کے
دینِ حق کی جس طرح فرمائی حمزہ نے مدد

ہوچکی تھی گو وصالِ پاک کو آدھی صدی
پاؤں سے رسنے لگا خون اللہ الصمد

حضرت حمزہ نے دکھلایا جو اپنے دور میں
آج اس کردار کی نازشؔ ضرورت ہے اشد

محمد حنیف نازشؔ قادری

ملی ہے دین کو نصرت امیرِ حمزہ سے

ملی ہے دین کو نصرت امیرِ حمزہ سے
سجا ہے باغِ شریعت امیرِ حمزہ سے
کتابِ بدر و احد میں ہے آج بھی روشن
لکھی گئی جو عبارت امیرِ حمزہ سے
محاذِ جنگ میں آیا ہے روبرو جب بھی
بچا نہ دشمنِ ملت امیرِ حمزہ سے
چچا بھی آپ نبی کے رضاعی بھائی بھی
غرض کہ لپٹی ہے رحمت امیرِ حمزہ سے
ٹھکانہ اُس کا جہنم ہے شک نہیں اس میں
ہے جس کے دل میں عداوت امیرِ حمزہ سے
وہ ہیں تمام شہیدوں میں افضل و اعلیٰ
جُڑی ہے ایسی فضیلت امیرِ حمزہ سے
کیا ہے خوب ادا فرض بھی قیادت بھی
بڑھی ہے شانِ شجاعت امیرِ حمزہ سے
نبی نے دیکھا شبِ اسریٰ خلد میں جا کر
سجا تھا گوشۂ جنت امیرِ حمزہ سے
شفیقؔ جس کو کہیں رحمتِ دو عالم سب
قریب تر ہے وہ رحمت امیرِ حمزہ سے

شفیقؔ رائے پوری

راغبؔ اُن کی اک نظر، جنّت بداماں کر گئی

مرگِ حمزہ کا، اگرچہ زخم ابھی تک تازہ تھا
دشمنوں پر پھر بھی لُطفِ خاص بے اندازہ تھا

دشمنانِ سنگ دل کا بھی رہا اکثر قیام
خانۂ بدر الدجیٰ کا، بند کب دروازہ تھا

ایک رشتے میں پِرو یا ہے اُنہیں صرف آپ نے
جو پراگندہ تھے، جن کا مُنتشر شیرازہ تھا

گرد بھی رَہوارِ باطل کو نہ اُس کی مِل سکی
برق رفتار اس قدر، اسلام کا جمّازہ تھا

تین سو تیرہ کی غیرت، بن گئی تمہیدِ فتح
تازیانہ اہلِ کفر و شرک کا آوازہ تھا

راغبؔ اُن کی اک نظر، جنّت بداماں کر گئی
خوفِ دوزخ تو مرے اعمال کا خمیازہ تھا

راغبؔ مرادآبادی

تمہارے خونِ جگر کی لالی سے ہیں درخشاں

رفیقِ احمد عم محمد امیر حمزہ
احد کے راجا عطائے سرمد امیر حمزہ

سراغِ رحمت تمہاری چوکھٹ امیر طیبہ
نشانِ عظمت تمہاری مرقد امیر حمزہ

خدا کے گھر کی کلید جن کے گھروں میں آئی
تمہارے ایسے ہوئے اب و جد امیر حمزہ

تمہاری خاطر ہے بس قدم دو قدم کا رستہ
شجاعتوں کی عظیم سرحد، امیر حمزہ

گھٹن زدہ ہو گیا ہے ماحول اس کے شر سے
اکھاڑ دو ظلمتوں کا برگد امیر حمزہ

تمہارے خونِ جگر کی لالی سے ہیں درخشاں
یہ دینِ اسلام کے زبر جد امیر حمزہ

تمہارے قدموں میں سر بلندی قد آوری کی
تمہارا اتنا بلند ہے قد امیر حمزہ

خدا کے دربار میں نرالی ہے چھب تمہاری
نبی کو تم سے ہے پیار بے حد امیر حمزہ

تمہاری چوکھٹ سے دیکھنے کا الگ مزا ہے
جہانِ رحمت و سبز گنبد امیر حمزہ

مجھے بھی اذنِ مدینہ دیجیے عطائیں کیجیے
بڑے سخی صاحب مجد امیرِ حمزہ

قبول ہو جائے منقبت یہ تو پورا ہوگا
نسیم تاجی کا جو ہے مقصد امیر حمزہ

نسیم تاجی

اُحد کے دامن میں اِک باغ جناں موجود ہے

اُحد کے دامن میں اِک باغ جناں موجود ہے
جس میں اِک شاہیں صفت زندہ وہاں موجود ہے
دیکھنے میں گو فقط سادہ سی تربت ہے مگر
اُس کے اندر ایک پورا لامکاں موجود ہے
اُس شہنشاہِ شجاعت کی گواہی کے لئے
وہ پہاڑی، وہ زمیں، وہ آسماں موجود ہے
وہ ستارا ٹوٹنے کے بعد بھی ٹوٹا نہیں
وہ زمانے میں برنگِ کہکشاں موجود ہے
زندگی میں جو لِیا کرتا ہو روزانہ خراج
دوسرا ایسا بھلا کوئی کہاں موجود ہے
آخری دَم تک لڑا ہے موت سے عمّ رسول ﷺ
اس جہاں سے اِک الگ اُس کا جہاں موجود ہے
وہ کوئی معمولی اِنساں تو نہیں ہے جس کے پاس
عرش سے آیا ہوا اک کارواں موجود ہے

انجم نیازی (پاکستان)

ہو شجاعت حمیّت کا جب تذکرہ آپ کی سمت اٹھتی تھی سب کی نظر

آپ سیفِ رسول و خدا بے گماں میرے آقا ﷺ کے ہمشیر و عم
آپ جیسا دلاور کوئی ہے کہاں میرے آقا ﷺ کے ہمشیر و عم

آپ پر ناز کرتے ہیں آقا مرے کیا تھے غزوات میں آپ کے پینترے
کس طرح آپ کی ہو شجاعت بیاں میرے آقا ﷺ کے ہمشیر و عم

میرے آقا کو ایذا رسانی میں جب ابنِ ہشام حد سے بھی بڑھنے لگا
آپ نے اس کے چہرے پہ ماری کماں میرے آقا ﷺ کے ہمشیر و عم

دارِ ارقم میں پہنچے عمر جس گھڑی تو صحابہ پریشان سے ہو گئے
آپ بولے کہ گستاخ کی لوں گا جاں میرے آقا ﷺ کے ہمشیر و عم

ہو شجاعت حمیّت کا جب تذکرہ آپ کی سمت اٹھتی تھی سب کی نظر
آپ میں تھیں قبیلے کی سب خوبیاں میرے آقا ﷺ کے ہمشیر و عم

سوئے یثرب ملا حکمِ ہجرت کو پھر اہلِ ایماں اٹھے اپنے گھر چھوڑ کر
آپ کی رہبری میں چلا کارواں میرے آقا ﷺ کے ہمشیر و عم

بدر میں لشکرِ کفر جب آ گیا نکلا عتبہ شجاعت کا دعویٰ لئے
آپ اس پر گرے مثلِ برقِ تپاں میرے آقا ﷺ کے ہمشیر و عم

چاند کے گرد جیسے تارے کئی یا گلاب ایک گلدستے میں ہو سجا
آپ احد کے شہیدوں کے ہیں درمیاں میرے آقا ﷺ کے ہمشیر و عم

آپ کی منقبت کا ہے یہ مرحلہ اور منصور تو ہے بہت بے ہنر
کیسے لفظوں کو اپنے کرے ترجماں میرے آقا ﷺ کے ہمشیر و عم

عارف منصور

حاشیہ : (مدینہ شریف کو) یثرب کہنے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

کیوں کسی نور کے سورج سے تقابل کیجیے

حاملِ اُلفت محبوبِ خدا ہیں حمزہ
اوّلیں ناظمِ بزمِ شہدا ہیں حمزہ
جان تو دے دی پیمبر کو بچانے کے لیے
کون کہتا ہے پیمبر سے جدا ہیں حمزہ
کیوں کسی نور کے سورج سے تقابل کیجیے
اک الگ نیّرِ گردونِ وفا ہیں حمزہ
ان کے ہوتے نہ پیمبر نے اٹھائی زحمت
مثلِ عمران، پیمبر پہ فدا ہیں حمزہ
اس لیے اُن کی فضیلت کے نبی تھے قائل
وہ سمجھتے تھے کہ خالق کی عطا ہیں حمزہ
یہی اسلام کے آغاز میں آتا ہے نظر
سازِ حق سیّد بطحا ہیں صدا ہیں حمزہ
نام کے ساتھ انہیں کہتا ہے ہر شخص امیر
کیوں نہ کہہ دوں کہ پیمبر کی دعا ہیں حمزہ
والیٔ شام کی مادر نے پیا اُن کا لہو
شاملِ سرخیٔ خونِ شہدا ہیں حمزہ
کیوں نہ اختؔر کے بہیں ان کی وفا پر آنسو
جب کہ منِ جملۂ اربابِ وفا ہیں حمزہ

اختؔر ہاشمی

خدا نے شوق شہادت عطا کیا ان کو

خدا کی حمد میں کامل امیر حمزہ ہیں
خدا کے حکم پہ عامل امیر حمزہ ہیں

خدا نے دی انہیں توفیق حق پرستی کی
سو حق پرستی پہ مائل امیر حمزہ ہیں

لواء الحمد کا جھنڈا بلند کرنے کو
صف عدو کے مقابل امیر حمزہ ہیں

خدا کے نام پہ جاں دینے کا ہنر سیکھا
خدا کی راہ میں عاقل امیر حمزہ ہیں

سلیقہ حمد خدا کا جنہیں میسر ہے
اسی گروہ میں شامل امیر حمزہ ہیں

خدا نے شوق شہادت عطا کیا ان کو
خدا کے پیاروں میں شامل امیر حمزہ ہیں

خدا کا یہ بھی کرم ہے کہ اب تو طاؔہر کے
خیال و فکر کا حاصل امیر حمزہ ہیں

طاؔہر سلطانی (کراچی)

فریاد کُناں ہیں فلسطینی یا سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ

تم شیرِ خدا و شیرِ نبی یا سیّدنا حضرت حمزہ
سردار شہیداں ہو تم ہی یا سیّدنا حضرت حمزہ

تم عمِّ رسولِ خدا بھی ہو میدان میں ان پہ فدا بھی ہو
شاہد ہے وادی اُحد کی بھی یا سیّدنا حضرت حمزہ

ہیں آپ رسول اللہ کے چچا اور ان کے رضاعی بھائی بھی
بے مثال شہادت آپ نے دی یا سیّدنا حضرت حمزہ

اسلام پہ آج ہے سخت گھڑی، تقدیرِ مسلماں ہے بگڑی
دیتا ہوں دُہائی آپ ہی کی یا سیّدنا حضرت حمزہ

اغیار تو پھر اغیار ہوئے اپنے بھی تو دل آزار ہوئے
اب کون کرے گا داد رَسی یا سیّدنا حضرت حمزہ

افغانی عراقی کشمیری پستے گئے ظلم کی چکّی میں
فریاد کُناں ہیں فلسطینی یا سیّدنا حضرت حمزہ

ہم پر ہو نگاہِ لطف و کرم رکھ لیجیے مسلمانوں کا بھرم
ہے عرضِ سلطانیؔ یا سیّدنا حضرت حمزہ

صوفی شاہ محمد کمال میاں جمیلی سلطانیؔ

سرکارِ دو عالم کو پیاری ہے ذات امیر حمزہ کی

سرکارِ دوعالم کو پیاری ہے ذات امیر حمزہ کی
بخشش کی سند مل جائے گی کر بات امیر حمزہ کی

میں شاہِ مدینہ کے در پہ جب حاضری دینے جاتا ہوں
سرکار سے لے کے آتا ہوں خیرات امیر حمزہ کی

اسلام کے پلنے بڑھنے میں ہے ہاتھ امیر طیبہ کا
اسلام کبھی نہ بھولے گا خدمات امیر حمزہ کی

تا حشر گورند طیبہ کے سرکار پیارے دلبر ہیں
کیا شان امیر حمزہ کی کیا بات امیر حمزہ کی

جو سائل در پہ جاتے ہیں وہ جھولیاں بھر کر آتے ہیں
طیبہ میں سخاوت جاری ہے دن رات امیر حمزہ کی

جائے گی اجملؔ طیبہ سے اور خُلد بریں میں اترے گی
اصحابِ نبی ﷺ کے جھرمٹ میں بارات امیر حمزہ کی

محمد یٰسین اجملؔ چشتی

ہر نعمت ان کی چوکھٹ پہ جنت سے اتری لگتی ہے

سرکار کی نظروں میں ایسا رُتبہ ہے امیر حمزہ کا
دنیا تو کیا ہے جنت میں شہرہ ہے امیر حمزہ کا
ہیں عمِّ نبی ﷺ بھی یہ خاص فضیلت ہے ان کی
سرکار دوعالم سے دوہرا رشتہ ہے امیر حمزہ کا
ہر نعمت ان کی چوکھٹ پہ جنت سے اتری لگتی ہے
صد شکر کہ میں نے بھی دیکھا صفراء ہے امیر حمزہ کا
آواز نہ جانے کس کی تھی میں نے تو سنی ہے کانوں سے
جو مانگتا ہے دے دو اس کو منگتا ہے امیر حمزہ کا
شبیر کو دیکھ کر کربل میں پہچان یزیدی کر نہ سکے
حیدر کی وجاہت ہے یا کہ جلوہ ہے امیر حمزہ کا
یہ اُن کے کرم کی باتیں ہیں یہ خاص عنایت ہے ان کی
جو کچھ ہے میرے دامن میں صدقہ ہے امیر حمزہ کا

محمد یٰسین اجملؔ چشتی

لقب دیا ہے محمد ﷺ نے سیّد الشہداء

نبی ﷺ کے قرب کے حامل امیر حمزہ ہیں
صد احترام کے قابل امیر حمزہ ہیں
وہ جانتے تھے حضوری کے لطف کا عالم
در رسول کے سائل امیر حمزہ ہیں
شعور و علم کی دولت انہیں میسر ہے
ہمارے رہبر کامل امیر حمزہ ہیں
لقب دیا ہے محمد ﷺ نے سیّد الشہداء
عطائے خاص کے حامل امیر حمزہ ہیں
ہوئی ہے جن کے لہو سے چمن میں شادابی
وہ آشنائے منازل امیر حمزہ ہیں
انہیں کی ذات کو زیبا کمال علم و ہنر
جہاد فکر کے حاصل امیر حمزہ ہیں
چنے ہیں لفظ عقیدت سے منقبت کے لئے
مغلؔ وہ صاحب محفل امیر حمزہ ہیں

رفیق مغل

میرے سرکار کی حمایت میں

عمِّ سرور ﷺ امیر حمزہ ہیں
حق کا پیکر امیر حمزہ ہیں
جانِ کوثر امیر حمزہ ہیں
شانِ ''ونہر'' امیر حمزہ ہیں
عاشقوں کے جہاد میں اب بھی
میرِ لشکر امیر حمزہ ہیں
ہے احد میں اَحَد اَحَد لب پر
خون میں تر امیر حمزہ ہیں
بحرِ ایقاں کی تہہ میں میں جو اترا
وہ شناور امیر حمزہ ہیں
میرے سرکار کی حمایت میں
ہر قدم پر امیر حمزہ ہیں
جس کی ہر موج میں ہے اک طوفاں
وہ سمندر امیر حمزہ ہیں
میں بھی اس فوج کا سپاہی ہوں
جس کے افسر امیر حمزہ ہیں
نام سے جس کے کانپتے ہیں عدو
وہ دلاور امیر حمزہ ہیں
شہہ ﷺ کے ہمراہ پیٹ پر اپنے
باندھے پتھر امیر حمزہ ہیں
آج بھی اک سبق کی طرح سلیم
ہم کو ازبر امیر حمزہ ہیں

سردار سلیم

پیکرِ شجاعت ہیں حضرتِ امیر حمزہ

پیکرِ شجاعت ہیں حضرتِ امیر حمزہ
شانِ عزم و ہمت ہیں حضرتِ امیر حمزہ
آپ نے حمایت کی وحدت و رسالت کی
دینِ حق کی طاقت ہیں حضرتِ امیر حمزہ
جاں نثار آقا کے اور حق کے جانب دار
ہر طرح سے ثابت ہیں حضرتِ امیر حمزہ
شمعِ حق نہ بجھ جائے آپ بن گئے فانوس
صاحبِ فراست ہیں حضرتِ امیر حمزہ
اک تو آپ کے چاچا اور اس پہ کلمہ گو
کتنے باسعادت ہیں حضرتِ امیر حمزہ
راست باز و صلح جو خوش خصال خوش طبع
صاحب صداقت ہیں حضرتِ امیر حمزہ
آپ سید الشہداء شانِ دینِ حق جامیؔ
صاحبِ فضیلت ہیں حضرتِ امیر حمزہ

منیر احمد جامیؔ (بنگلور)

شہادت جب ملی اُن کو

وہ تھے اسلام کے شیدا — سبھی دم اُن کا بھرتے تھے
محبت اُن سے کرتے تھے — ثناء خواں تھے محمد ﷺ کے
محمد ﷺ پر وہ مرتے تھے — وہ جب ایمان لائے تو
ہوئے دشمن بہت اُن کے — بہت سے وار کرتے تھے
کہ طعنے مار دیتے تھے — کئی رنجش لئے دل میں
لگائے گھات بیٹھے تھے — اک عورت دشمنِ جاں تھی
کہ ہندا نام تھا اس کا — اسے غصّہ تھا حمزہ پر
مسلماں کیوں ہوا ہے یہ — خدا کا کیوں بنا بندہ
شہادت جب ملی اُن کو — تو قبضے میں کیا لاشہ
کیا تھا چاک سینہ بھی — کلیجہ بھی چبایا تھا
بہت ہی سخت ہندا تھی — کسی میں حوصلہ ایسا
نہ دیکھا ہے نہ دیکھا تھا — مگر حمزہ کو مولا نے
عطا کی تھی رضا ایسی — دیا تھا مرتبہ اعلیٰ
بنے وہ سیّدالشہداء — یہ ہے کردار حمزہ کا
یہ ہے ایثار حمزہ کا — خدا کے دین کی خاطر
سبھی کچھ ہار بیٹھے تھے — جوانی وار بیٹھے تھے
مگر اسلام کی کشتی — کنارے پر ہیں وہ لائے
سنو! شاؔعر شہیدوں کے — وہی سردار کہلائے

شاعر علی شاؔعر (پاکستان)

احد کی گود میں جو آج محو راحت ہیں

ریاضِ ملتِ بیضا کے پھول ہیں حمزہ — رضائی بھائی ہیں عمِّ رسول ہیں حمزہ
احد کی گود میں جو آج محو راحت ہیں — وہ جاں نثار، شجاعت کی جو علامت ہیں
نبی کو دیتا تھا بوجہل گالیاں اکثر — سنا جو حمزہ نے اک دن، تو طیش میں آ کر
حرم میں پہنچے حمیّت تو جوش میں آئی — سہی نہ جاسکی بوجہل کی وہ گستاخی
کماں ماری تو سر پھٹ گیا ہوا زخمی — پھر اس کے ساتھ ہی اسلام کی گواہی دی
عدو تڑپتے تھے چلتی تھیں ان کی جب تیریں — قتال کرتے تھے لے کر وہ دو دو شمشیریں
مرے نبی ﷺ نے خدا کا اسد کہا ہے انہیں — مرے نبی ﷺ نے نبی ﷺ کا اسد کہا ہے انہیں
ہمیشہ چاہا کہ فتح مبین کو دیکھیں — نبی ﷺ سے کہہ کے جو روح الامین کو دیکھیں
وہی بنے تھے علمدارِ غزوۂ ابوا — بھلائیں کیسے مسلماں وہ سریۂ حمزہ
جنھوں نے بدر میں عتبہ کو ڈھیر کر ڈالا — ہلاک کردیا اسود[1] کو مار کر بھالا
لگائے رکھتے تھے دستار میں جو اک کلغی — عدو کی فوج تو بس اس سے کانپ جاتی تھی
شہید احد ہیں اور بدر کے وہ غازی ہیں — جوان مردوں[2] کے قائد جری حجازی ہیں
وہ جن کو وحشی نے دھوکے سے مار ڈالا تھا — شجر کی اوٹ سے ظالم نے نیزہ پھینکا تھا
چبایا جن کے کلیجے کو بنت عتبہ نے — وہ جن کی نعش کا مثلہ کیا تھا ہندہ نے
نبی ﷺ نے جس گھڑی حمزہ کی نعش کو دیکھا — بہا کے آنسو کہا حمزہ سید الشہداء
رگوں میں جس کے لہو آج تک بھی تازہ ہے — وہ جس کے چہرے پہ اب تک جنوں کا غازہ ہے
نبی ﷺ نے ان کو ہی فرمایا سید الشہداء — انہیں رسول ﷺ نے کتنا بڑا دیا رتبہ

وہ جن کے زخموں سے پھوٹے جہاد کے نغمے — وہ جن کے غسل کی خاطر ملائکہ اترے
کفن بھی جن کو نہ پورا ملا لحد کے لئے — نبی ﷺ نے گھاس ہی منگوائی اس جسد کیلئے
وہ جن کی نعش پہ آنسو نبی ﷺ کے بہتے تھے — رسول ﷺ جن کی زیارت کو آتے رہتے تھے
وہ جن کے نام کی برکت سے سرفرازی ہے — وہ جن کا ذکر شہیدوں میں امتیازی ہے
وہ جن کے ذکر سے خوشیاں وصول ہوتی ہیں — احد کے پاس دعائیں قبول ہوتی ہیں
نبی ﷺ کا ناز، شہادت کی آبرو حمزہ — سلگتے صحرا میں پیاسوں کی آبجو حمزہ
علوئے دین کی خاطر وہ سر بکف حمزہ — صفیں الٹتی تھیں بڑھتے تھے جس طرف حمزہ
عدو کے واسطے طوفان و زلزلے حمزہ — زرہ بغیر شجاعت کے ولولے حمزہ
ثبات و عزم کا پیکر وفا کی لَو حمزہ — شعاعِ مہر، کرم، جرأتوں کی ضَو حمزہ
لوائے دین کو تھامے رواں دواں حمزہ — دلاوری کی حقیقی وہ داستاں حمزہ
فنا کی دھول میں نقشِ دوام اے حمزہ — جہان حرب و وفا کے امام اے حمزہ
سلام آپ کی خدمت میں سیّد الشہداء — عظیم آپ، شہادت میں سیّد الشہداء
خدارا خاص کرم ہم پہ عام ہوجائے — ہمارے سارے مصائب کی شام ہوجائے

کبھی تو دیکھنا، تُو کامیاب آئے گا
مزار حمزہ سے نشتر جواب آئے گا

ڈاکٹر مبشر احمد نشتر (حیدر آباد)
حال مقیم سعودی عربیہ

---

۱ اسود: غزوۂ بدر میں کفار کا پہلا مقتول جسے حضرت حمزہ نے واصل جہنم کیا وہ اسود مخزومی تھا، یہ شخص بہت فتنہ پرور تھا۔

۲ الامام الابطال (جواں مردوں کے قائد) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا ایک لقب یہ بھی تھا۔

اسلام میں داخل ہوتے ہی، چیلنج کیا ہر باطل کو

وہ حضرت حمزہ شیر خدا، وہ شیر رسول مطّلبی
سردار شہیداں جس کا لقب وہ بطل عظیم اور عمِ نبی ﷺ
وہ جس کی شجاعت اور غیرت مشہور ہے سارے عالم میں
اسلام میں جس کی جرأت اور اخلاص و وفا کی دھوم مچی
شیطان پہ لرزہ طاری ہوا، جب جوش میں آیا شیر خدا
اصنام پرستوں پر اس دن، اسلام کو بھاری فتح ہوئی
اسلام میں داخل ہوتے ہی، چیلنج کیا ہر باطل کو
اس دین کے آگے سینہ سپر، ہر لمحہ رہا وہ مرد جری
ہاں بڑھ کر نکالی آپ نے ہی، بوجہل کی ساری طرّاری
جب شان رسالت میں اس نے کی حد سے زیادہ بے ادبی
اک وقت وہ دیکھا بدر نے بھی، تلوار ہے دونوں ہاتھوں میں
یوں داد شجاعت دیتا ہوا، بڑھتا ہے وہاں وہ شیر نبی ﷺ
دامان احد میں بھی کتنے کفار گرائے میداں میں
پھر جام شہادت نوش کیا اور دور کی اپنی تشنہ لبی
اس مرد خدا کی جانبازی، مرقوم ہے ارض طیبہ پر
کس شان سے خون بسمل سے، مقتل کی زمیں گلرنگ ہوئی
شیدائے نبی ﷺ کے قدموں میں، میں آ کے ولؔی جو ٹھہرا ہوں
اے کاش ذرا بھی مل جائے وہ صدق و وفا، وہ عشق نبی ﷺ

مولانا ولی اللہ ولؔی عظیم آبادی (مدینہ منورہ)

ناز کرتی ہے تواریخ شجاعت یہ ہنوز

آپ ہیں دیں کے نگہبان جناب حمزہ
ہے اٹل اپنا یہ ایقان جناب حمزہ

ناز کرتی ہے تواریخ شجاعت یہ ہنوز
قابل رشک ہے یہ شان جناب حمزہ

جس جگہ نوش کیا جام شہادت بے خوف
ہے شفق زار وہ میدان جناب حمزہ

انتہا ہے یہ محمد ﷺ سے وفاداری کی
کر گئے جان بھی قربان جناب حمزہ

دل میں قندیل عقیدت ہی رہے گی روشن
ہے جسے آپ کا عرفان جناب حمزہ

بن گئی شمع رسالت کے لئے اک فانوس
جب اٹھا کفر کا طوفان جناب حمزہ

خواب ہی میں کبھی دیدار میسر ہو مجھے
ہے مرے دل کا یہ ارمان جناب حمزہ

ماری اس زور سے بوجہل کے چہرہ پہ کماں
قوت کفر تھی حیران جناب حمزہ

بزم ہستی میں ہمیشہ ہی رہے گا چرچا
ہے یہ الطافؔ کا ایمان جناب حمزہ

الطاف حسین انصاری مرحوم
(مالے گاؤں) انڈیا

ہیں شاہِ والا کے سیکڑوں جاں نثار یوں تو

انیسِ محبوب حق تعالیٰ امیر حمزہ
خلوص و مہر و وفا سراپا امیر حمزہ

ہے دین وملت کے واسطے مشکلوں میں ہر دم
خدا کے فضل و کرم کا سایہ امیر حمزہ

ہیں شاہِ والا کے سیکڑوں جاں نثار یوں تو
نہیں ہے کوئی بھی آپ جیسا امیر حمزہ

یہ بات اچھی طرح سے دشمن بھی جانتے ہیں
بڑا ہے دل اور قوی کلیجہ امیر حمزہ

کیا شہادت کا تذکرہ جب کبھی کسی نے
اُحد کا میدان یاد آیا امیر حمزہ

خوشی ہو، غم ہو، قدم قدم، لمحہ لمحہ، پل پل
ہیں ساتھ اپنے امیر حمزہ، امیر حمزہ

حضور اکرم ﷺ کا واسطہ ہے بروز محشر
اسدؔ ثنائی کی لاج رکھنا امیر حمزہ

قاضی اسدؔ ثنائی (حیدر آباد)

وہ جن کے نام کی ہیبت دلوں پہ طاری ہے

ثبات و عزم کا حامل امیر حمزہ ہیں
وہ سرفروشوں میں شامل امیر حمزہ ہیں

وہ جن کے نام کی ہیبت دلوں پہ طاری ہے
وہ دشمنوں کے مقابل امیر حمزہ ہیں

نگاہ جن کی عدو کی ہر ایک چال پہ ہے
کب اپنے فرض سے غافل امیر حمزہ ہیں

ہر ایک فیصلہ ان کا حقیقتوں کا نقیب
معاملت میں بھی عادل امیر حمزہ ہیں

یہ وصف صحبت سرکار کی بدولت ہے
خود اپنی ذات میں کامل امیر حمزہ ہیں

ہر ایک موج تلاطم ہے لرزہ براندام
قرار و امن کا ساحل امیر حمزہ ہیں

ہر ایک حال میں وہ ہیں رسول پاک کے ساتھ
یہ سچ ہے جوہر قابل امیر حمزہ ہیں

ملا ہے ان کو شہادت کا مرتبہ اقبالؔ
دیار خلد میں داخل امیر حمزہ ہیں

اقبالؔ عالم

مرے رسول بھی روئے تھے اس شہادت پر

بتا رہی ہے یہ عظمت جنابِ حمزہ کی
نبی سے خاص ہے نسبت جنابِ حمزہ ہے
قرینہ ہم کو سکھاتی ہے زندہ رہنے کا
وقارِ دیں سے محبت جنابِ حمزہ کی
چراغِ عشقِ نبی کو جلائے رکھتی ہے
مرے حضور سے الفت جنابِ حمزہ کی
کسی بھی دور میں کم ہو کبھی نہیں سکتی
ہمارے دل سے عقیدت جنابِ حمزہ کی
مرے رسول بھی روئے تھے اس شہادت پر
عظیم تر ہے شہادت جناب حمزہ کی
نبی کی عظمت و حرمت پہ ہوں فدا ہم بھی
نصیب ہو ہمیں نسبت جنابِ حمزہ کی
ہر ایک دور کے بوجہل کی ہلاکت ہے
نبی سے عشق و عقیدت جنابِ حمزہ کی
رہے گی یاد ہر اک دور کو سدا ساغؔر
وہ بے مثال شجاعت جنابِ حمزہ کی

ساغؔر ہاشمی

نبی اکرم نے ان کی تربت کی جا کے اکثر ہے کی زیارت

خدا کے پیارے نبی ﷺ کے چچا امیر حمزہ
زمیں کی عظمت سما کا چرچا امیر حمزہ امیر حمزہ
وہ سب شہیدوں کے رہبر ہیں وہ رہنما ہیں
بدر کے غازی، اُحد کے کشتہ امیر حمزہ امیر حمزہ
نبی اکرم ﷺ نے ان کی تربت کی جا کے اکثر ہے کی زیارت
بتادیا ہے مقام و رتبہ امیر حمزہ امیر حمزہ
حضور کرتے ہیں یاد پیہم وفائیں ان کی ادائیں ان کی
دل و نگاہ ذہن میں ہر جا امیر حمزہ امیر حمزہ
تمام مشرک بھگا دیئے اور ابو جہل کا بھی نکالا خوں
انہی کی قربت سے کفر ٹوٹا امیر حمزہ امیر حمزہ
وہ اہل جنت کے پیشوا ہیں، وہ اہل ایمان کے مقتدا ہیں
امیر حزبِ نبی ہیں واللہ امیر حمزہ امیر حمزہ
بیان خدا کی کتاب کا ہیں سکوں رسالتمآب ﷺ کا ہیں
ہمارے آقا ہمارے مولا امیر حمزہ امیر حمزہ
علی ولی کی رفاقتوں میں تھے پاسبان پیامِ سرور
نقیب ملت عمامِ زہرا امیر حمزہ امیر حمزہ
پڑھا ہے پیارے نبی نے ان کا احد میں ستر دفعہ جنازہ
شہید راہ خدا میں ایسا امیر حمزہ امیر حمزہ
سلام تیری سیادتوں کو قیادتوں کو شہرِ بطحا
علی سراپا ایاز تیرا، امیر حمزہ امیر حمزہ

ڈاکٹر سیّد علی عباس شاہ

ہوگئی پھر آج ساگرؔ منقبت سے حاضری

جس کسی کو بھی محبت حضرت حمزہ سے ہے
اس پہ آقا کی عنایت گنبد خضرا سے ہے
آپ سے اتنا قریبی تھا وہ رشتہ آپ کا
آپ کا گہرا تعلق آپ کے شجرہ سے ہے
آپ کو محسوس ہونے دی کمی نہ باپ کی
موجزن دل میں محبت آپ کی چچا سے ہے
آپ کے چچا ہیں پھر بھی آپ کے ہیں جانثار
دونوں جانب کا تقدس قدر رشتہ سے ہے
جو زیارت کر کے آیا آپ کے قدس میں
پھر ملا ہے جو بھی اس کو آپ کے صدقہ سے ہے
بات کوئی آپ کی ٹالی نہ ٹالیں گے حضور
آپ کہہ دیں گے اگر تو کیسا ڈر عقبیٰ سے ہے
ہوگئی پھر آج ساگرؔ منقبت سے حاضری
یہ کرم بارِ دگر مجھ پر میرے آقا سے ہے

اسلم ساگرؔ

بڑے کمال کے حامل جناب حمزہ ہیں

بڑے کمال کے حامل جناب حمزہ ہیں
مرے کلام کا حاصل جناب حمزہ ہیں
مثال جن کی ہے مشکل جناب حمزہ ہیں
ہے جسم لشکرِ دیں، دل جناب حمزہ ہیں
رفیق جادۂ مشکل جناب حمزہ ہیں
عزیز رہبر کامل جناب حمزہ ہیں
نبی نے ان کو پکارا ہے سیّد الشہداء
مقام خاص کے حامل جناب حمزہ ہیں
اڈ اڈ کے چلے آرہے ہیں پروانے
چراغ جادۂ منزل جناب حمزہ ہیں
اہالیانِ عقیدت تمہیں مبارک ہو
تمہارے صاحب محفل جناب حمزہ ہیں
جہانِ جہد و عمل میں ابد تلک قاصؔر
تفاوتِ حق و باطل جناب حمزہ ہیں

نجیب قاصؔر

احسان نہ بھولے گا میدانِ احد تیرا

تسخیر فنا حمزہ، تعمیر بقا حمزہ — قرطاس شجاعت پر، تحریر وفا حمزہ
یوں بدر کی وادی میں کفار کو للکارا — باطل کو ڈراتی ہے اب بھی وہ ندا حمزہ
سرکار نے بخشا تھا پرچم جو قیادت کا — لہراتا ہے عالم میں اب بھی وہ لوا حمزہ
کیا شان تمہاری ہے کیا رعب تمہارا ہے — سرکار دوعالم کے محبوب چچا حمزہ
بیباک تری ہستی، غیور تری فطرت — جاں باز ہے دل تیرا اے شیر خدا حمزہ
سرداری تمہیں حاصل، ہے سارے شہیدوں کی — یوں حق کی حفاظت میں کی جان فدا حمزہ
اللہ نے فرمایا سرکار سے لاتحزن — غم تیری شہادت کا کچھ ایسا ہوا حمزہ
احسان نہ بھولے گا میدان احد تیرا — ہے اُس کی شبِ جاں میں اب تیری ضیا حمزہ
جو وقت گزارا ہے سرکار کی قربت میں — دارین میں شئ ہے اب اس سے سوا حمزہ
کونین منور ہیں سیرت کی تجلی سے — اے زیبِ سخا حمزہ، اے کانِ حیا حمزہ
شاہد ہے ترا روضہ، سرکار کی آمد کا — خود آ کے شہ عالم دیتے تھے دعا حمزہ
اسلام کے دشمن پر طاری ہے تری ہیبت — کردار و عمل تیرا باطل کی قضا حمزہ
تم شمع نبوت کے پروانوں کے قائد ہو — قدموں میں جھکے ہیں سب ارباب رضا حمزہ
جس شخص کے سینے میں روشن ہے تری الفت — کیا اس کو ڈرائیں گے یہ اہل جفا حمزہ
جرأت کے ستاروں سے پرنور ڈگر تیری — ہر لمحہ دفاع حق مشرب ہے ترا حمزہ
تاریخ نہ بھولے گی اے مرد جری تجھ کو — چلتی ہی رہے گی اب یادوں کی صبا حمزہ
خورشید نبوت سے آئی ہے چمک تجھ میں — مدھم نہ کبھی ہوگا اب تیرا دیا حمزہ
افکار سنور جائیں الفاظ نکھر جائیں — اشعار پہ کردیجئے اک چشم عطا حمزہ
ہر دشمنِ ملت پر، غالب ہو فریدؔی بھی — پہنائیے اب اس کو نصرت کی عَبا حمزہ

محمد سلمان رضا فریدؔی (عمان)

حمزہ ہیں آپ کشورِ الفت کے تاجدار

حمزہ ہیں آپ کشورِ الفت کے تاجدار
حمزہ ہیں آپ ملکِ شہادت کے افتخار

حمزہ ہیں آپ ہندۂ بے درد کا شکار
حمزہ ہیں آپ آج بھی کتنے جگر فگار

حمزہ ہیں آپ گلشنِ ایثار کا کنور
حمزہ ہیں آپ صاحب کردار و باعمل

حمزہ ہیں آپ ہر دلِ مسلم کی آرزو
حمزہ ہیں آپ شہرِ شجاعت کی آبرو

حمزہ ہیں آپ عزم کے سورج کی روشنی
حمزہ ہیں آپ ہر گلِ ایقاں کی تازگی

حمزہ ہیں آپ کوکبِ ایماں کی آب وتاب
حمزہ ہیں آپ لہرِ جہاں تاب کا جواب

حمزہ ہیں آپ حُسن چمن فضلِ جانفزا
حمزہ ہیں آپ جس میں جھونکا نسیم کا

حمزہ ہیں آپ منزلِ ادراک کا نشاں
حمزہ ہیں آپ عالمِ انسانیت کی شان

حمزہ ہیں آپ راہبرِ شاربؔ حزیں
حمزہ ہیں آپ مایۂ اسلام بالیقیں

مقبول شاربؔ (حیدر آباد)

آسماں بھی جس کی رفعت پر ہے نازاں آج تک

کیا بتاؤں کیا ہیں حضرت حمزہ ابن مطلب
سیّدالشہدا ہیں حضرت حمزہ ابن مطلب
نور ہیں سرکار دوعالم مجسم نور ہیں
نور کا ہالہ ہیں حضرت حمزہ ابن مطلب
بارگاہِ سیّد والا میں ہوکر باریاب
جلوہ ہی جلوہ ہیں حضرت حمزہ ابن مطلب
نکہتوں کی بارشیں ہوتی ہیں جس سے چارسو
وہ گل رعنا ہیں حضرت حمزہ ابن مطلب
آسماں بھی جس کی رفعت پر ہے نازاں آج تک
وہ قدِ بالا ہیں حضرت حمزہ ابن مطلب
اب بھی ہے جو اہلِ ایماں کی نگاہوں کی چمک
وہ دُرّ یکتا ہیں حضرت حمزہ ابن مطلب
اہلِ دل اہلِ نظر اہلِ محبت کے لیے
آنکھ کا تارا ہیں حضرت حمزہ ابن مطلب
میں بھی ہوں یاسینؔ اُن کی مدح میں رطب اللساں
ہیں بہت اعلیٰ ہیں حضرت حمزہ ابن مطلب

محمد یاسینؔ وارثی

در اقدس پہ وہ ایمان لانے کیلئے آئے

امیر حمزہ عمِّ محترم میرے نبی کے تھے
عقیل ابن ابی طالب کے تھے مولا علی کے تھے
جواں مردی کے پیکر تھے وہ پیکر تھے شجاعت کے
صداقت کے سخاوت کے قناعت کے عدالت کے

شکاری شیر کے شیر خدا تھے حضرت حمزہ
اٹھے غصّے میں گستاخ نبی بوجہل کو مارا
ہوئے اسلام میں داخل پڑھا اسلام کا کلمہ
ملی اسلام کو طاقت ہوا ایمان کا چرچا

کسے ہمت تھی شیر نر سے دو دو ہات کرنے کی
کسے جرأت تھی شیر ہاشمی سے بات کرنے کی
عمر کے ہاتھ میں جو برہنہ تلوار کو دیکھا
کہا آنے دو قصہ پاک کردوں گا ابھی اس کا

در اقدس پہ وہ ایمان لانے کے لئے آئے
جہاں سے کفر کی ظلمت مٹانے کے لئے آئے
جو دعوت جنگ کی دی بدر میں عتبہ نے شیبہ نے
تو ان کو قتل کر ڈالا علی نے اور حمزہ نے

وہ عتبہ جو پدر تھا ہندہ کا سردارِ مکّہ تھا
کہ اس کو قتل ہونا حمزہ کے ہاتھوں سے لکھا تھا
قسم کھائی تھی ہندہ نے جگر حمزہ کا کھانے کی
عرب میں یہ روایت تھی جہالت کے زمانے کی

غلام ہندہ تھے وحشی نشانہ باز تھے وحشی
دیا لالچ انہیں ہندہ نے کہہ دی بات سب دل کی

احد کے دن ہزاروں کافروں سے لڑ گئے حمزہ
اڑائیں گردنیں ان کی کیا کفّار کو پسپا

اسد کی طرح چڑھتے تھے پہلوانوں کے سینوں پر
کئے جاتے تھے حملہ بھیڑیوں پر اور کمینوں پر

ہزاروں پر تھے بھاری ایک شیر ہاشمی حمزہ
بہت ہی زور آور تھے جری عمّ نبی حمزہ

نہیں کرسکتا اندازہ کوئی بھی ان کی طاقت کا
نبی کے عم کی سطوت کا علی کے عم کی صورت کا

اچانک وحشی نے حمزہ پہ نیزہ آزما ڈالا
کیا ان کا تعاقب پھر زمیں پر آگئے حمزہ

قلم کا اب جگر شق ہونے کو ہے اور کیا لکّھوں
شفق کا رنگ بھی فق ہونے کو ہے اور کیا لکّھوں

شہادت دیکھ لی چشم فلک نے میرِ حمزہ کی
احد کی جنگ تھی گویا بشارت فتح مکّہ کی

ابوسفیان، وحشی، ہندہ سب ایمان لے آئے
خطائیں ان کی بخشیں رب نے جب ایمان لے آئے

جہاں میں روشنی اقبآل ہے خون شہیداں سے
غبار کربلا کی تابشوں سے نور ایماں سے

اقبآل اعظمی کریم الدین پور، گھوسی (مئو)

وفا کی راہ کی منزل جناب حمزہ ہیں

وفا کی راہ کی منزل جناب حمزہ ہیں
کمال و مہر کا حاصل جنابِ حمزہ ہیں
جنہیں حضور نے فرمایا سیّد الشہداء
وہی تو گوہر کامل جناب حمزہ ہیں
زمین بدر ہو یا معرکہ اُحد کا ہو
عدو کے مد مقابل جناب حمزہ ہیں
وہ جن کے واسطے آیات کا نزول ہوا
وہ جن سے دب گیا باطل جناب حمزہ ہیں
نبی کے ایک اشارے پہ جان دے دینا
وہ جاں نثار وہ عادل جناب حمزہ ہیں
احد کی جنگ میں شامل ہوئے شہید ہوئے
وہی بہشت میں داخل جناب حمزہ ہیں
وزیرؔ اونچا صحابہ میں ان کا رتبہ ہے
وہ جن سے دور ہو مشکل جناب حمزہ ہیں

وزیرؔ حسن

جانِ عزیز کردی، جان آفریں کے قرباں

اصحاب میں معظم حضرت امیر حمزہ   عمِّ رسولِ اکرم حضرت امیر حمزہ
رب کی رضا کے محرم حضرت امیر حمزہ   محبوب رب کے ہمدم حضرت امیر حمزہ
گستاخ بوجہل کے سر پر کمان ماری   ایسے ہوئے تھے برہم حضرت امیر حمزہ
بعد از قبول حق وہ سر تا پا ہوگئے تھے   تمثیلِ جہدِ پیہم حضرت امیر حمزہ
طاقت انہیں تھی حاصل، اللہ کے نبی کی   تھے شیرِ دارِ ارقم حضرت امیر حمزہ
جب سے ہوئے مسلماں، اسلام کیلئے تھے   مصروفِ کار ہر دم حضرت امیر حمزہ
میدانِ بدر میں تھے ایسے بلند، گویا   اسلام کا تھے پرچم حضرت امیر حمزہ
ہندہ نے انتقاماً ان کا جگر چبایا   یوں ہیں شہیدِ اعظم حضرت امیر حمزہ
وہ آپ کی شہادت، اک سانحہ تھا ایسا   محبوبِ رب تھے پرنم، حضرت امیر حمزہ
جانِ عزیز کردی، جان آفریں کے قرباں   اور ہوگئے مکرّم حضرت امیر حمزہ

مہؔر و وفا میں ان کا ثانی کوئی نہیں ہے
واللہ تھے معظم حضرت امیر حمزہ

مہؔر وجدانی

ہزاروں رحمتیں ہوں اس پہ نازل

ہزاروں رحمتیں ہوں اس پہ نازل
رسولِ پاک کا جو دل بڑھا کر
شہادت کا بڑا اعزاز پاکر
سکوں کے ساتھ اطمینان کے ساتھ
کئی صدیوں سے جو اپنی لحد میں
احد کے زیرِ سایہ سو رہا ہے
یہ وہ انساں ہے جو ذاتِ خدا پر
کڑے لمحات میں ایمان لایا
نبی کا حوصلہ جس نے بڑھایا
خدا کے فضل سے جرأت سے اپنی
بڑی نازک بڑی مشکل گھڑی میں
غرورِ کفر کو نیچا دکھایا
یہ وہ ہستی ہے جس نے ڈھال بن کر
حفاظت کی حبیب کبریا کی
بڑی ہمّت بہت ہی حوصلے سے
نمازِ عشق کعبے میں ادا کی
شہادت کا سجا کر تاج سر پر
بنا سرخی جو تاریخِ وفا کا
زمانہ کیسے اس حمزہ کو بھولے
شہیدوں کا جو میرِ کارواں ہے
سکوتِ بزم ہستی میں جو اب بھی
صدائے حق ہے آوازِ اذاں سے
ہے محوِ خواب میدانِ احد میں
مگر پھر بھی ہمارے درمیاں ہے
ہیں جتنے بھی یہاں پر اہل ایماں
رہے گا وہ دعا میں ان کی شامل
نہیں ہوتا جو قسمت ہر کسی کی
ہوا ہے ایسا منصب اس کو حاصل
جو معراجِ شہادت کا ہے حامل
''ہزاروں رحمتیں ہوں اس پہ نازل''

انوار عزمی

مسلماں اکمل و کامل امیر حمزہ ہیں

مسلماں اکمل و کامل امیر حمزہ ہیں کمال و مہر کا حاصل امیر حمزہ ہیں
بنے وہ عزت وقوت برائے دینِ مبیں سو میری جان مرا دل امیر حمزہ ہیں
چچا تھے آپ کے وہ اور رضاعی بھائی بھی خلوص و عشق کی منزل امیر حمزہ ہیں
ہوئے بھتیجے کی الفت میں دیں کے شیدائی عظیم شخص وہ عاقل امیر حمزہ ہیں
ہمیشہ پیچھے ہوئے ڈر سے بولہب، بوجہل جب آئے ان کے مقابل امیر حمزہ ہیں
دکھائے بدر کے میداں میں اپنے جوہر خوب ان عسکریّوں میں شامل امیر حمزہ ہیں
ملا ہے ان کو یہ اعزاز ہیں شہیدِ احد سو جنتیوں میں داخل امیر حمزہ ہیں
دکھاتا جلوہ گہرؔ نور ہے اک عالم میں
چراغ ایسا مقابل امیر حمزہ ہیں

گہرؔ اعظمی

حضرت حمزہ چچا یوں تھے رسول اللہ کے

(سنہ ٦ نبوت)

حضرت حمزہ چچا یوں تھے رسول اللہ کے ۔۔۔ تھے رضاعی بھائی اور ان سے بڑے دو سال تھے

آپ طاقتور بہت تھے اور بہادر تھے بڑے ۔۔۔ تھا گٹھیلا جسم ان کا اور قد آور بھی تھے

ہاتھ پر وہ آپ کے اسلام گو لائے نہ تھے ۔۔۔ پر محبت کی نظر سے ہر ادا کو دیکھتے

ایک دن بوجہل نے کوہِ صفا کے پاس ہی ۔۔۔ آپ کو تکلیف پہنچائی، بڑی کی زیادتی

دیں کی اس نے آپ کی تنقیص اور تحقیر کی ۔۔۔ خامشی سے آپ نے ہر ایک بات اس کی سنی

کچھ نہ بولے آپ جب تو اس نے زخمی کر دیا ۔۔۔ سر پہ پتھر مار کر خوں جس سے جاری ہو گیا

پاس کعبہ کے گیا پھر مجلسِ شوریٰ میں وہ ۔۔۔ تا کہ وہ ان کو بتائے کام کر آیا ہے جو

ایک باندی جو کھڑی تھی اس جگہ نزدیک ہی ۔۔۔ اس کو یہ بوجہل کی حرکت لگی بے حد بری

حضرتِ حمزہ وہاں سے جب کہ گزرے شام کو ۔۔۔ روز کرنے کو شکار ہر صبح کو جاتے تھے جو

اور حمائل تھی گلے میں اس لیے اب تک کماں ۔۔۔ اس نے ساری بات کر دی آپ سے کُھل کر بیاں

سخت غصّہ ان کو آیا سن کے یہ باتیں تمام ۔۔۔ وہ بڑھے بوجہل کی جانب کو لینے انتقام

پاس میں اس کے پہنچ کر یہ کہا اے بدنہاد ۔۔۔ کیوں بھتیجے سے مرے کرتا ہے تو شرّ و فساد

حالانکہ میں کر چکا ہوں دین کو اس کے قبول ۔۔۔ صدقِ دل سے مانتا ہوں اس کو اللہ کا رسول

پھر بھرے غصّہ میں سر پر زور سے ماری کماں ۔۔۔ لوگ ششدر رہ گئے موجود تھے جو بھی وہاں

آ گئے غصّہ میں لوگ اس پر بنو مخزوم کے ۔۔۔ اور بنو ہاشم بھڑک کر آئے ان کے سامنے

جنگ آپس میں لگا ایسا کہ اب چھڑ جائے گی رنگ خوب اپنا جہالت ان کی پھر دکھلائے گی
کہہ کے یہ بوجہل نے لیکن کیا خاموش انہیں کہ ابو عمّارہ کو جانے دو کیوں کہ حق پہ ہیں
ہے خطا دراصل میری، میں نے کی ہے زیادتی جو محمد کو ستایا، دی اسے گالی بری
جوش میں تھے کرلیا اسلام حمزہ نے قبول پھر لگے وہ سوچنے کہ چھوڑیں کیوں اپنے اصول
کرلیا جب اس پہ غور و فکر خوب اچھی طرح دینِ حق اسلام ہی ہے کرلیا یہ فیصلہ

حضرتِ حمزہ سے اہلِ حق کی قوت بڑھ گئی
لانے سے اسلام، ان میں آ گئی ہمّت بڑی

نگہؔر اعظمی

رب کے محبوب کے محبوب امیر حمزہ

رب کے محبوب ﷺ کے محبوب امیر حمزہ
ہیں عدو آپ کے مغضوب امیر حمزہ

جو بھی ہیں آپ سے منسوب امیر حمزہ
وہ نہ ہوں گے کبھی مغلوب امیر حمزہ

تاکہ محبوب خدا ہم سے بھی راضی ہوجائیں
آپ کی مرضی ہے مطلوب امیر حمزہ

ترے مداحوں پہ اللہ کی رحمت برسے
اور تبرائی ہوں معتوب، امیر حمزہ

سیرتِ شاہِ مدینہ کا ہے تو آئینہ
ہر ادا تیری ہے مرغوب امیرحمزہ

تم ہو سردار شہیداں اور عمِ آقا
برسر عرش ہے مکتوب امیر حمزہ

خلد میں جائیں گے سب چاہنے والے تیرے
ہے حقیقت، نہیں مکذوب امیرحمزہ

کارواں لے کے چلا جس گھڑی تو سوئے حرم
سارے کفار تھے مرعوب امیر حمزہ

شاعری اپنی حقیقت میں سنور جائے ندیمؔ
ہاں! اگر بخش دیں اسلوب امیر حمزہ

ندیمؔ سلطانپوری

گواہی دے رہا ہے وہ شجر اسلام کا اب بھی

الشہداء علی الکفار کے مصداق ہیں بے شک
ہے خائف کافروں کی فوج ساری حضرت حمزہ
ملی ہے دیں کو قوت آپ کے اسلام لانے سے
مچی ہے کفر میں بس آہ و زاری حضرت حمزہ
ہیں عمِّ ساقیِ کوثر شجاعت کے ہیں وہ پیکر
دکھائی آپ نے ہے جاں نثاری حضرت حمزہ
احد کے دن پیا ہے آپ نے جام شہادت کو
نبی کے نام پر ہے جان واری حضرت حمزہ
ہوا جنگ احد میں واصلِ دوزخ ابوشیبہ
لگائی آپ نے جو ضرب کاری حضرت حمزہ
گواہی دے رہا ہے وہ شجر اسلام کا اب بھی
کہ جس کی آپ نے کی آب یاری حضرت حمزہ
نوآزِ بے نوا کے دل میں ہو عزم و یقیں پیدا
یوں ہی ہوتا رہے فیضان جاری حضرت حمزہ

نوآز اعظمی
کریم الدین پور گھوسی، مئو

ہزاروں فوج پر ہیں آپ بھاری حضرتِ حمزہ

ہزاروں فوج پر ہیں آپ بھاری حضرتِ حمزہ
جہانِ کفر میں ہے لرزہ طاری حضرتِ حمزہ

اشداء علی الکفار کے مصداق ہیں بے شک
ہے خائف کافروں کی فوج ساری حضرتِ حمزہ

ملی ہے دین کو قوت آپ کے اسلام لانے سے
مچی ہے کفر میں بس آہ و زاری حضرتِ حمزہ

ہیں عم ساقیِ کوثر شجاعت کے ہیں وہ پیکر
دکھائی آپ نے ہے جاں نثاری حضرتِ حمزہ

احد کے دن پیا ہے آپ نے جام شہادت کو
نبی کے نام پر ہے جان واری حضرتِ حمزہ

ہوا جنگ احد میں واصل دوزخ ابوشیبہ
لگائی آپ نے جو ضرب کاری حضرتِ حمزہ

گواہی دے رہا ہے وہ شجر اسلام کا اب بھی
کہ جس کی آپ نے کی آب یاری حضرتِ حمزہ

اٹھاتے جا رہے ہیں اپنا سر اسلام کے دشمن
مدد فرمایئے اب تو ہماری حضرتِ حمزہ

ہے قدر و منزلت تو ایمان کی خاطر
ہے بس کفار کے حصّے میں خواری حضرتِ حمزہ

نوؔازِ بے نوا کے دل میں ہو عزم و یقیں پیدا
یوں ہی ہوتا رہے فیضان جاری حضرتِ حمزہ

نوؔاز اعظمی
کریم الدین پور گھوسی، مئو

بہت بلند ہیں رتبے امیر حمزہ کے

بہت بلند ہیں رتبے امیر حمزہ کے
مرے نبی سے ہیں رشتے امیر حمزہ کے
سموم ظلم و تشدد ہزار گزری مگر
نہ سرد ہوسکے جذبے امیر حمزہ کے
ہوا ہے ''شیر خدا و رسول'' ان کا لقب
ہیں طاری کفر پہ لرزے امیر حمزہ کے
رگوں میں ان کی رواں خون ہاشمیّت ہے
سو ولولے کوئی دیکھے امیر حمزہ کے
میں کرلوں جاکے وہاں اکتسابِ عزم و وفا
کبھی ہو حاضری در پہ امیر حمزہ کے
کتابِ عشق و وفا تک نہیں ہے بس محدود
''ہیں عرش وفرش پہ چرچے امیر حمزہ کے
رگوں میں ہوگی فزوں تر حرارتِ ایماں
لگائے کوئی جو نعرے امیر حمزہ کے
رہے گا نام زمانے میں زندہ و جاوید
ہیں کارنامے انوکھے امیر حمزہ کے
جب ان کی مدح سرائی نبی نے کی ہے نوآز
بیان وصف ہوں کیسے امیر حمزہ کے

نوآز اعظمی

شہید ناز کی بالیں یہ جبرئیل امیں بولے

شجاعت آپ کا جوہر، جنابِ حضرتِ حمزہ
امیرو صاحبِ لشکر جنابِ حضرتِ حمزہ

بباطن مردِ میداں میں جیالے ہیں مجاہد ہیں
بظاہر عجز کا پیکر جنابِ حضرتِ حمزہ

نگاہ و دل فدا دونوں ہی تھے روئے پیمبر پر
صفاتِ ذات کے مظہر جنابِ حضرتِ حمزہ

شجاعت کا تمہاری ہر طرف چرچا عرب میں تھا
نڈر بیباک، زرآور جنابِ حضرتِ حمزہ

شہید ناز کی بالیں یہ جبرئیل امیں بولے
ہوں لاکھوں رحمتیں تم پر جنابِ حضرتِ حمزہ

دلاور دم بخود ہیں آپ کے اوجِ شہادت پر
ہیں گویا فرد میں لشکر جنابِ حضرتِ حمزہ

مرے لب پر ادب سے جب تمہارا نام آتا ہے
تڑپ جاتی ہے چشم تر جنابِ حضرت حمزہ

قمر انجم

ظلمت کے اس جہاں میں بن کر چراغ چمکا

قرآن ہیں محمد جزداں امیر حمزہ
سردارِ انبیاء کی ہے جاں امیر حمزہ

ظلمت کے اس جہاں میں بن کر چراغ چمکا
تاریک شب میں روشن امکاں امیر حمزہ

شیرِ خدا ہے حمزہ شیر نبی بھی ہے وہ
ہے لشکر خدا میں ذیشاں امیر حمزہ

وہ حسن کا مُرقّع پائی جبیں کشادہ
چرخِ کہن کا دائم جاناں امیر حمزہ

وہ پیکر عزیمت وہ رہبر شجاعت
ہے جرأتوں کا پیہم عنواں امیر حمزہ

کون و مکاں کو حیرت یہ کون ذی حشم ہے
تلوار کررہی ہے اعلاں امیر حمزہ

وہ صف شکن مجاہد جس سمت بھی گیا ہے
بن کر عدو پہ ٹوٹا طوفاں امیر حمزہ

وہ حوصلہ نبی کا ہر رنج و غم میں بنتا
کرتا تھا مشکلوں کو آساں امیر حمزہ

جنگِ احد میں پائی افضل تریں شہادت
اسلام کی جہاں میں پہچاں امیر حمزہ

وہ حرف و لفظ خوش ہیں جو شعر میں ڈھلے ہیں
عنوانِ منقبت ہے، دیواں امیر حمزہ

محمد خالد خان

اُحد کی جنگ کا حاصل جناب حمزہ ہیں

ہماری سوچ سے بڑھ کر جناب حمزہ ہیں
انوکھی شان کے حامل جناب حمزہ ہیں
جوانمردی کا حاصل جناب حمزہ ہیں
خدا کے دین کا حاصل جناب حمزہ ہیں
حریفِ قوتِ باطل جناب حمزہ ہیں
وہ سر کے ساتھ جو دیں دل جناب حمزہ ہیں
بہشت خاص میں داخل جناب حمزہ ہیں
خود اپنی ذات میں کامل جناب حمزہ ہیں
کمال و مہر کا حاصل جناب حمزہ ہیں
نبی ﷺ کے عشق میں گھائل جناب حمزہ ہیں
اُحد کی جنگ کا حاصل جناب حمزہ ہیں
نبی ﷺ کے سینے میں خود دل جناب حمزہ ہیں
جہاں میں ماحیٔ باطل جناب حمزہ ہیں
تجلیات نوافل جناب حمزہ ہیں
عجیب شان کے حامل جناب حمزہ ہیں
نبی کے فیض کے حامل جناب حمزہ ہیں
محاذ جنگ میں کامل جناب حمزہ ہیں
خطاب شاہ کے حامل جناب حمزہ ہیں
وفا و فوز کی منزل جناب حمزہ ہیں
وفا کے پیکرِ کامل جناب حمزہ ہیں
خدا کے ولیوں میں شامل جناب حمزہ ہیں
شعور و فکر کا حاصل جناب حمزہ ہیں
عطائے خاص کے حامل جناب حمزہ ہیں
زمیں پہ فخر کے قابل جناب حمزہ ہیں
محبتوں سے بھرا دل جناب حمزہ ہیں
مقام خاص کے حامل جناب حمزہ ہیں
وہ جن سے دور ہو مشکل جناب حمزہ ہیں
عدوئے دیں کے مقابل جناب حمزہ ہیں
میرے سفینے کا ساحل جناب حمزہ ہیں
صفِ عدو کے مقابل جناب حمزہ ہیں
نبی ﷺ کی آل میں شامل جناب حمزہ ہیں
جو جسم دین ہے تو دل جناب حمزہ ہیں

خلوص و عشق کی منزل جناب حمزہ ہیں
فضیلتوں میں مقدم جناب حمزہ ہیں

محمد احمد متین

ہماری جانب نگاہ رحمت برائے مولیٰ شہ شہادت

رقم ہے دل پر تری محبت شہیدِ اعظم امیر حمزہ
بروز محشر ملے گی جنت شہیدِ اعظم امیر حمزہ

ولائے مولیٰ ہے خوب ظاہر کٹایا سر کو نبی کی خاطر
عظیم تر ہے تری شہادت شہیدِ اعظم امیر حمزہ

ہماری جانب نگاہ رحمت برائے مولیٰ شہ شہادت
ستم زدہ ہے نبی کی امت شہیدِ اعظم امیر حمزہ

عظیم ہے تو کریم ہے تو سعید ہے تو شہید ہے تو
سبھی کے دل میں ہے تیری عظمت شہیدِ اعظم امیر حمزہ

لہو لہو ہے جگر ہمارا نہیں ہمارا کوئی سہارا
عطا کرو کچھ ہمیں بھی ہمت شہیدِ اعظم امیر حمزہ

رسول اعظم کا شیر ہے تو کمال کا اک دلیر ہے تو
تجھے کہوں نازش شجاعت شہیدِ اعظم امیر حمزہ

علوم قرآں کا تو ہے وارث بقائے دیں خدا کا باعث
وجود تیرا سراپا رحمت شہیدِ اعظم امیر حمزہ

عدو نے کاٹا تھا سر کو جس دم نبی بھی رونے لگے تھے اس دم
عظیم پائی ہے تو نے قسمت شہیدِ اعظم امیر حمزہ

عزیز از جاں ہو مصطفیٰ کے قریب تر بھی ہے تو خدا کے
بہت مبارک ہے ایسی قربت شہیدِ اعظم امیر حمزہ
مزار اقدس پہ آ کے میں بھی دکھاؤں زخم جگر تجھے بھی
مٹا ہی دینا وہیں پہ کلفت شہیدِ اعظم امیر حمزہ
غلام ابن غلام حیدؔر سلام کرتا ہے عم سرور
قبول کرلو مری عقیدت شہیدِ اعظم امیر حمزہ

رمضان حیدؔر فردوسی

حفیدِ حضرت ہاشم ہیں بیٹے مطلب کے ہیں

نہ کیوں چشم نبی میں ہو وقارِ حضرت حمزہ
نبی پر معتبر ہے اعتبارِ حضرت حمزہ

جدا ہے ہر چمن سے لالہ زارِ حضرت حمزہ
بہارِ دین و ایماں ہے بہارِ حضرت حمزہ

شہادت دی زباں سے اور عمل سے مر مٹے دیں پر
تھا محکم کس قدر قول و قرارِ حضرت حمزہ

لقب خود سید الشہداء کا بخشا اُن کو آقا نے
نہ کیوں اعلیٰ ہو شان و افتخارِ حضرت حمزہ

حفیدِ حضرت ہاشم ہیں بیٹے مطلب کے ہیں
اسی سے جانئے شان و وقارِ حضرت حمزہ

ہیں عمِ مصطفیٰ صل علیٰ کیا شان ہے ان کی
حسیں کتنا ہے وجہہ افتخارِ حضرت حمزہ

کبھی واللیل ہے اور ہے کبھی والشّمس نظروں میں
ہے روشن کس قدر لیل و نہارِ حضرت حمزہ

بھتیجے ہیں محمد اور علی، عباس سا بھائی
ہیں بوبکر وعمر عثمان سے یارِ حضرت حمزہ

علی بھائی کے بیٹے ہیں تو ہیں حسین کے والد
شہادت کے ہیں کل برشاخسارِ حضرت حمزہ

تھا خوں میں تر بتر ظالم کماں کی ضرب پیہم سے
ہوا بوجہل یوں پہلا شکارِ حضرت حمزہ

پھرا تب بدر میں منصوبۂ کفار پر پانی
چلی جب رن میں تیغِ آبدارِ حضرت حمزہ

کدھر بھاگیں بھی جاں اپنی بچا کر بدر کے کافر
اُدھر حیدر اِدھر تیغ آبدارِ حضرت حمزہ

کمال اتنا خود ان کے فن حرب وضرب کو بخشا
علی اس فن میں ٹھہرے ورثہ دارِ حضرت حمزہ

معظم تھا احد لیکن بڑھی کچھ اور بھی عظمت
بنا جب اُس کے دامن میں مزارِ حضرت حمزہ

کہیں اُن کے جنازے پر نبی نے تیس تکبیریں
ہے شہدائے اُحد میں یہ وقارِ حضرت حمزہ

کہا رُورُو چچا پر میرے پھرا پنے شہیدوں پر
یہ کہہ کر ہوگئے خود اشک بارِ حضرت حمزہ

بقولِ مصطفیٰ ہے شانِ حمزہ منفرد سب سے — الگ ہے اس لئے سب سے مزارِ حضرت حمزہ
عمارت دین کی اِتنی حسیں یونہی نہیں لگتی — ہے قصرِ دین پر نقش و نگارِ حضرت حمزہ
حقِ احسانِ حمزہ ہو ادا ممکن نہیں ہے، گر — مسلماں کر دیں جان و دل نثارِ حضرتِ حمزہ
کبھی رخ پر ملوں اپنے کبھی کُحل البصر کر لوں — جو مل جائے غبارِ راہوارِ حضرت حمزہ
مسلمانو اُٹھو اور فتح سے بدلو شکست اپنی — یہی کہتا ہے ہم سے کوہسارِ حضرت حمزہ
عطا مسلم کو پھر ہو جذبۂ اصحاب پیغمبر — کرے فضل و کرم پروردگارِ حضرت حمزہ
جو وقت آئے تو حق کے واسطے سینہ سپر کر دو — حقیقت میں یہی تو ہے شعارِ حضرت حمزہ
تمنا ہے یہی کہ حشر میں شامل کیا جاؤں — میں اُن کے ساتھ ہو جس میں شمارِ حضرت حمزہ

مجیبؔ بے نوا کی ہے دعا رب سے بچشمِ نم
مدینے جائے اور دیکھے مزارِ حضرت حمزہ

مجیب احمد مجیبؔ صدیقی
کرنیل گنج، گونڈہ (یوپی)

آپ کے دم سے بڑھی شوکتِ اسلام شہا

مجھ سے کس طرح بیاں شان ہو حضرت حمزہ
گل شہیدوں میں وہ ذی شان ہو حضرت حمزہ

آپ کے دم سے بڑھی شوکتِ اسلام شہا
باعثِ قوتِ ایمان ہو حضرت حمزہ

شیر ہو بیشہ اسلام کے اے عمِّ حضور
دینِ حق کے وہ نگہبان ہو حضرت حمزہ

آپ کو بخشا گیا سیّد شہدا کا لقب
دین پہ اس طرح قربان ہو حضرت حمزہ

رن میں لپکے تو صفِ اعدا میں کہرام مچا
شیر، حق، ضیغمِ رحمان ہو حضرت حمزہ

شاہِ کونین سے یوں کر گئے تکمیل وفا
جان سے آقا پہ قربان ہو حضرت حمزہ

آپ پر کیوں نہ کرے ناز شجاعت مولا
بالیقیں شاہِ شہیدان ہو حضرت حمزہ

وہ بھی سو جان سے قرباں ہو شہِ کوثر پر
جس کو بھی آپ کا عرفان ہو حضرت حمزہ

آپ کے اُسوۂ حسنہ پہ مشاہدؔ بھی چلے
آپ کا بڑھتا یہ ایقان ہو حضرت حمزہ

محمد حسین مشاہدؔ رضوی

کیا شان خدا نے بخشی ہے صدیاں گزریں لیکن پھر بھی

سیراب کیا جس نے سب کو چشمہ ہے امیرِ حمزہ کا
رحمت کے نگر میں پیارا سا روضہ ہے امیرِ حمزہ کا

ہے ناز شہادت کو اُن پر، ہے ناز شجاعت کو اُن پر
ہر گام گلِ رحمت ہے جہاں، رستہ ہے امیرِ حمزہ کا

ہر وقت تھی اُن کو فکر یہی، کہ کیسے حبیبِ حق خوش ہوں
محبوبِ دوعالم کی آنکھوں کا تارا ہے امیرِ حمزہ کا

جاں لینی پڑے تو لے بھی لیں، جاں دینی پڑے تو دے بھی دیں
آقا کے لئے واللہ ایسا جذبہ ہے امیرِ حمزہ کا

جو پیار کرے دل سے وہ تو مر کے بھی زندہ رہتا ہے
اور دشمن زندہ رہ کر بھی مردہ ہے امیرِ حمزہ کا

تو چھوڑ نکل جا اے نجدی جب ان سے ہے اِتنی نفرت تو
مکہ ہے امیرِ حمزہ کا طیبہ ہے امیرِ حمزہ کا

کیا شان خدا نے بخشی ہے صدیاں گزریں لیکن پھر بھی
ڈر کفر کے سینے میں اب تک تازہ ہے امیرِ حمزہ کا

کیا بات ہو گُل کی گلشن کی، کیا بات کلی اور خوشبو کی
جنت ہو فدا جس پر ایسا چہرہ امیرِ حمزہ کا

دنیا روئے آقا کے لیے، آقا روئیں اُن کی خاطر
رب جانے آقا سے کیا کیا رشتہ ہے امیرِ حمزہ کا
خوش ہوتے ہیں جانِ عالم جانِ رحمت اُس انساں سے
جو نامِ مبارک ہونٹوں پر رکھتا ہے امیرِ حمزہ کا
اعزاز یہ حاصل ہے اُن کو ہر سال نبی ملنے کے لئے
دل جھوم اٹھے تاریخ میں وہ قصہ ہے امیرِ حمزہ کا
اے رحمتو آؤ آکر تم اب میرے لبوں کے بوسے لو
موسم ہے سُہانا اِن پہ سَجا نغمہ ہے امیرِ حمزہ کا
اے کاش طہارت کی بارش میں غسل یہ آنکھیں کرلیتیں
اے کاش میں دیکھ آتا کیسا کوچہ ہے امیرِ حمزہ کا
کوئی بھی عمل ایسا تو نہ تھا کہ چمکے مِری قسمت اتنی
جو تاجِ شریعت پیر ملے صدقہ ہے امیرِ حمزہ کا
توصیفؔ کے دل کو کر یارب دینِ حق کا وہ جذبہ عطا
سب بولیں یہ تو دیوانہ لگتا ہے امیرِ حمزہ کا

توصیفؔ رضا خان رضوی

وہی ہیں شیر رب اور مصطفیٰ کے

شہیدِ حُرمتِ اسلام حمزہ — شہادت میں ہیں عالی نام حمزہ
دیا سر پھوڑ گستاخِ نبی کا — جہاں میں کر گئے یہ کام حمزہ
نبی کے نام پر جاں وار دینا — ہمیں یہ دے گئے پیغام حمزہ
ملے القاب ان کو کتنے اعلیٰ — بہت ہیں صاحبِ اکرام حمزہ
انہی پر ناز ہے پیارے نبی کو — ہیں بے شک زینتِ اسلام حمزہ
لٹا دی جان بھی ہے دیں کی خاطر — چلے اسلام پر ہر گام حمزہ
جو ملتا ہے شہیدانِ وفا کو — جہاں میں پی گئے وہ جام حمزہ
وہی ہیں شیر رب اور مصطفیٰ کے — خدا سے پا گئے انعام حمزہ
امیرِ طیبہ ان کا مرتبہ ہے — ہیں دیتے فیض اب بھی عام حمزہ
مدد مانگوں میں ان سے جب بھی فوراً — بناتے ہیں مرا ہر کام حمزہ
حیاتی کی رہِ مشکل میں ہردم — ہیں میرے ساتھ صبح و شام حمزہ
ہے خوش قسمت جو ہے منسوب ان سے — جہاں میں کتنا اعلیٰ نام حمزہ

ریاضؔ اس منزلِ عشقِ نبی میں
مرے رہبر ہیں ہر اک گام حمزہ

ریاضؔ احمد قادری

اب بھی نوازتے ہیں در پر جو کوئی آئے

ہیں عمِ شاہِ والا حضرت امیر حمزہ
رکھتے ہیں رتبہ اونچا حضرت امیر حمزہ

سرکار کے چچا ہیں، مطلب کے شاہزادے
حسب و نسب میں اعلیٰ حضرت امیر حمزہ

شیرِ خدا بھی ہیں وہ شیرِ رسول بھی ہیں
غزووں میں دیں سنبھالا حضرت امیر حمزہ

شجاع نامور تھے، حکمت میں معتبر تھے
ہیں مرتبے میں بالا حضرت امیر حمزہ

اب بھی نوازتے ہیں در پر جو کوئی آئے
بے شک امیرِ طیبہ حضرت امیر حمزہ

غم ان سے بچھڑنے کا سرکار نے منایا
کیا دے گئے ہیں صدمہ حضرت امیر حمزہ

باطل سے لڑتے لڑتے خود حق سے جا ملے تھے
جب گیا بلاوا حضرت امیر حمزہ

سرکارِ دوجہاں پر جان اپنی وار کا
وعدہ نبھا دکھایا حضرت امیر حمزہ

اے ریاضؔ تم بھی مانگو ان کے وسیلے رب سے
ہر دل کا ہیں سہارا حضرت امیر حمزہ

ریاضؔ احمد قادری فیصل آباد

خوں ریز اُحد کا وہ سماں یاد ہے اب تک

خوں ریز احد کا وہ سماں یاد ہے اب تک
وہ مرد مجاہد وہ جواں یاد ہے اب تک
اسلام کے شیدائی تھے ایمان کا پیکر
آنکھوں سے لگا لیتے تھے فرمانِ پیمبر
جرأت میں شجاعت میں بڑی شان تھی اُن کی
سرکار کی نظروں میں بڑی مان تھی اُن کی
اللہ کے محبوب کے محبوب بہت تھے
اصحاب کی محفل میں بھی وہ خوب بہت تھے
اللہ نے بخشا تھا انہیں شوق شہادت
میدان سے منھ موڑنا ان کے لیے ذلّت
سرکار کے عم صاحبِ ادراک بہت تھے
کردار میں گفتار میں بے باک بہت تھے
کفار لعینوں کے دلوں پر تھی جو ہیبت
آ جائے کوئی سامنے کس میں تھی یہ جرأت
اس جنگ نے کفار کے توڑے سرِ مغرور
یہ دوسرا تھا معرکہ اغیار سے بھرپور
دشمن سے مقابل ہوئے اور بڑھ گئے آگے
حالات ہی دیکھے نہ ہی کچھ مصلحت دیکھے

مقصود شہادت ہی تھی سو پائی شہادت
اس سیّدالشہدا پہ ہو اللہ کی رحمت

شارقؔ بلیاوی

بخشش کی سند ہے میرے لئے اعزاز مجھے بھی حاصل ہے

اللہ غنی کیا رتبہ ہے ذیشان امیرِ حمزہ کا
جس سمت بھی دیکھو دنیا میں فیضان امیر حمزہ کا
کوئی مانے چاہے نہ مانے کوئی سمجھے چاہے نہ سمجھے
ہم کو تو تصدق ملتا ہے ہر آن امیر حمزہ کا
ہر معرکہ کے وہ فاتح ہیں سردار ہیں سارے شہداء کے
یوں لگتا ہے کہ ہر اک ہے میدان امیر حمزہ کا
طیبہ میں داخلے کا اب بھی کرتے ہیں وہی تو اذن عطا
جانا ہے جو طیبہ بن منگتا سلطان امیر حمزہ کا
خوشبوئیں خُلد کی آتی ہیں اُس وادیِ احد کے دامن سے
جنت کا رستہ لگتا ہے ایوان امیرِ حمزہ کا
بوجہل بھی جن سے لرزاں ہے وہ جرأت و ہیبت ہے ان کی
اسلام کا ناز و فخر ٹھہرا ایمان امیرِ حمزہ کا
بخشش کی سند ہے میرے لئے اعزاز مجھے بھی حاصل ہے
چند روز رہا ہوں میں احؔمد مہمان امیر حمزہ کا

احؔمد رضا مدنی بغدادی

یہی ہے خواہش یہی تمنا امیر حمزہ

یہی ہے خواہش یہی تمنا امیر حمزہ
پڑھوں ہمیشہ تمہارا خطبہ امیر حمزہ

جو مشکلوں میں تمہیں پکارا کرے ہمیشہ
ملے گا پل میں اسے سہارا امیر حمزہ

وہی مقدر کے ہیں سکندر زمانے بھر میں
جو کر رہے ہیں تمہارا چرچا امیر حمزہ

کرے وہ قسمت پہ ناز اپنے یہ حق ہے اس کا
تمہاری صورت کو جس نے دیکھا امیر حمزہ

تڑپ ہے دل میں کروں تمہاری میں دید آقا
اٹھا دو رخ سے حضور پردہ امیر حمزہ

خدا کے فیض و کرم سے دیں گے یقین ہے یہ
بروز محشر ہمیں سہارا امیر حمزہ

رہے گی جب تک یہ دنیا قائم نعیم احمد
لگائے گا آپ ہی کا نعرہ امیر حمزہ

نعیم رضا برکاتی گونڈوی

کیا تھا اُن کو لقب ودیعت رسولِ اکرم نے خود اسد کا

جری، بہادر، جواں عرب کے تھے آپ ایسے جنابِ حمزہ
کسی بھی خطرے کو دیکھ کر تھے ڈرے نہ سہمے جنابِ حمزہ

نکال باطل کے خوف سے دینِ حق جو لائے جنابِ حمزہ
بڑھی تھی دینِ نبی کی قوت میسر آئے جنابِ حمزہ

حبیبِ داور پہ جب ابوجہل نے اٹھایا تھا ہاتھ اپنا
رسولِ اعظم کے دلبر و غمگسار ٹھہرے جنابِ حمزہ

ہمیشہ دینِ نبی کی نصرت کے واسطے پیش پیش آئے
ہمیشہ کفار کو تہِ تیغ کرنے پہنچے جنابِ حمزہ

جنابِ حمزہ ہیں ایک نسبت سے مصطفیٰ کے چچا ولیکن
رضاعی بھائی ہیں ایک نسبت سے مصطفیٰ کے جنابِ حمزہ

کیا تھا اُن کو لقب ودیعت رسولِ اکرم نے خود اسد کا
کہ اس لقب کے امین وحق دار تھے ازل سے جنابِ حمزہ

جدھر بھی شمشیر کا ہوا رُخ لگائے کُشتوں کے پُشتے پل میں
کچھ ایسے میدان میں تھے دشمن کی تاک رکھتے جنابِ حمزہ

کیا تھا فی النار کافروں کو فضائے بدر و اُحد میں جس دم
اُکھاڑ پایا نہ کوئی بھی ذی حشم تھا پائے جنابِ حمزہ

ہے دینِ حق کی ذرا سی قیمت کہ وار دو اپنی جان اُن پر
فضا میں اب تک ہے گونجتی ہر طرف نوائے جنابِ حمزہ
مجھے بھی ہوگا لوائے حمدِ شہِ عرب کا نصیب سایہ
کہ میں ہوں ازؔہر بروزِ اوّل سے اک گدا نے جنابِ حمزہ

محمد اویس ازؔہر مدنی

نبی کے دلبر، نبی کے شیدا، امیرِ حمزہ امیرِ حمزہ

نبی کے دلبر، نبی کے شیدا، امیرِ حمزہ امیرِ حمزہ
ہوئے شہیدوں میں سب سے بالا، امیرِ حمزہ امیرِ حمزہ

شہِ اُمم کے رضاعی بھائی، چچا بھی ہونے کی شان پائی
عظیم ہستی، بلند رُتبہ، امیرِ حمزہ امیرِ حمزہ

اسد خدا اور مصطفیٰ کے، وہ راہ رُو جادۂ بقا کے
دُعائے محبوبِ حق تعالیٰ، امیرِ حمزہ امیرِ حمزہ

نہیں ہے ان سا جری جہاں میں، ملی انہیں برتری جہاں میں
دلاوری میں ہیں فردِ یکتا، امیرِ حمزہ امیرِ حمزہ

حیات دینِ نبی پہ واری، نبھائی آقا سے خوب یاری
وفا کے پیکر، عطا سراپا، امیرِ حمزہ امیرِ حمزہ

بڑے تخصص کے ساتھ چاہا، نبی نے یوں آپ کو سراہا
پڑھا ہے ستر دفعہ جنازہ، امیرِ حمزہ امیرِ حمزہ

خدا کے الفاظ بے بہا ہیں، کہ آپ عارفؔ کا آسرا ہیں
بنائے کام آپ کا وسیلہ، امیرِ حمزہ امیرِ حمزہ

محمد عارفؔ قادری

جہانِ عشق و وفا میں جہاں جہاں دیکھا

نہ ٹک سکے کوئی آگے امیر حمزہ کے
عدو پہ وار ہیں ایسے امیر حمزہ کے

جہانِ عشق و وفا میں جہاں جہاں دیکھا
گڑے ہیں آج بھی جھنڈے امیر حمزہ کے

ہوئی ہے چرخِ شہادت پہ نور افشانی
کچھ ایسے چمکے ستارے امیر حمزہ کے

احد میں بن کے دلہن جذبہ شہادت نے
قدومِ ناز ہیں چومے امیر حمزہ کے

انہیں مدینے کے جلوے ضرور ہوں گے عطا
ہیں جن کی آنکھوں میں سپنے امیر حمزہ کے

سنا رہی ہے زمانے کو ارضِ بدر و احد
بہادری کے وہ قصّے امیر حمزہ کے

ہیں ضربِ قہر وہ اعدائے مصطفیٰ کے لیے
جو نام لیوا ہیں سچے امیر حمزہ کے

ہے لوحِ دل پہ لکھا نام امیر حمزہ کا
ہیں بزمِ شوق میں جلوے امیر حمزہ کے

بنایا محورِ مدحت امیر حمزہ کے
زباں پہ رہتے ہیں نغمے امیر حمزہ کے

نہ بس کہ ما و شما واصف و ثنا گر ہیں
ہیں عرش و فرش پہ چرچے امیر حمزہ کے

فقط نبی کی محبت ہے منعکس ہم سے
یہ آبؔ کہتے ہیں شیشے امیر حمزہ کے

ابوالممیز اب محمد اویس آبؔ رضوی

لائے ہیں ایمان حمزہ تا کہ خوش ہوں مصطفیٰ

ضیغم اسلام یعنی حضرت حمزا کی شان
دیکھئے بدر و احد میں سید الشہدا ء کی شان

جو برادر دودھ کے تھے اور چچا بھی آپ کے — ہاں اسی شہزادۂ متولیٔ کعبا کی شان
دونوں ہاتھوں میں لئے شمشیر برّاں جنگ میں — کاٹتی تھی دشمنوں کو، بازوئے حمزا کی شان
جو ہرن کو مارتا تھا تیر دوڑانے کے بعد — آپ ہے اپنی مثال اس گوہر یکتا کی شان
سر پہ جب بوجہل کے ہے کھینچ کر ماری کماں — دیکھی بیت اللہ نے بھی ہاشمی جذبا کی شان
لائے ہیں ایمان حمزہ تا کہ خوش ہوں مصطفیٰ — بڑھ گئی ہے آرزوئے سرور اعلا کی شان
دین کا اعلان حمزہ نے کیا کعبہ میں جب — نعرۂ حق سے بڑھی ہے اور بھی کعبا کی شان
رحمۃ للعالمیں خیر الوریٰ کے فیض سے — ہوگئی ہے کیا سے کیا اس شیر بے ہمتا کی شان
آنے دو کاٹوں گا سر ہوگا جو بدنیت عمر — قول حمزہ سے ہے ظاہر دین کے جذبا کی شان
دشمنانِ دین حق سے کرتی تھی حاصل خراج — دیں کے اس مرد مجاہد کے ہر اک حملا کی شان
آبدیدہ ہوگئے سرکار جس کی موت پر — جانے کس منزل پہ ہے اس گوہر یکتا کی شان
سید الشہدا ء انہیں فرمایا ہے سرکار نے — رفعت اعلیٰ پہ کی ہے رب نے خود شہدا کی شان
جا نہیں سکتا جہنم میں کوئی عضو بدن — فعل ہندہ سے مدلل ہوگئی اعضا کی شان
اے خدائے لم یزل اے معطی عزّ و وقار — کر عطا ہر مرد حق کو حضرت حمزا کی شان

سر ہتھیلی پر لئے حق کے لئے رحمتؔ بڑھو
دیتی ہے پیغام یہ ہی سید الشہدا کی شان

رحمتؔ

وہ استعارے ہیں حمزہ مولا

وہ استعارے ہیں حمزہ مولا
نبی کے پیارے ہیں حمزہ مولا

چہار دانگ میں چرچا ان کا
یہ وہ ستارے ہیں حمزہ مولا

عروجِ روشن ہیں در کشادہ
کہ وہ دوارے ہیں حمزہ مولا

ہر ایک عاشق کا ہے یہ نعرہ
جدا، ہمارے ہیں حمزہ مولا

خدا کے ہیں شیر اور نبی کے
کہ کتنے پیارے ہیں حمزہ مولا

نبی نے قطب مدینہ بولا
بنے سہارے ہیں حمزہ مولا

اسے سنواریں برا ہے حارث
کئی سنوارے ہیں حمزہ مولا

محمد علی حارث

حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

کے ایک شعر پر مختلف شعراء کی تضمینات

''ان کے آگے وہ حمزہ کی جانبازیاں
شیرِ غرّان سطوت پہ لاکھوں سلام''

حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

فوج اعداد میں گھس کر سناں بازیاں
دور ہی سے کبھی تیر اندازیاں
پرچم افتخار صف غازیاں
''ان کے آگے وہ حمزہ کی جانبازیاں
شیر غرّان سطونت پہ لاکھوں سلام''

سیّد محمد مرغوب اخترؔ الحامدی

دن کے شیر کی معرکہ سازیاں
تیر کی بارشیں پھر فرس تازیاں
صفِ اعدا پہ وہ تیغ اندازیاں

''ان کے آگے وہ حمزہ کی جانبایاں
شیر غرّان سطوت پہ لاکھوں سلام''

محمد عثمان اوجؔ اعظمی

یہ تمنا، یہ جذبہ، یہ قربانیاں
اور یہ ذوق شہادت کی بے چینیاں
کافروں کی یہ میداں میں حیرانیاں
''ان کے آگے وہ حمزہ کی جانبازیاں
شیر غرّان سطوت پہ لاکھوں سلام''

ڈاکٹر ہلال جعفری

وہ رضاعی اخ شاہ کون و مکاں
وہ شجاعت کا لاریب! کوہ گراں
وہ شہامت کا ہر رن میں اونچا نشاں
''ان کے آگے وہ حمزہ کی جانبازیاں
شیر غرّان سطوت پہ لاکھوں سلام''

محمد عبدالقیوم طارقؔ سلطانپوری

سرگروہ شہیدانِ حق بے گماں
وہ فلک مرتبت وہ سپہر آستاں
شیر حق اور شیر شہ انس و جاں

''ان کے آگے وہ حمزہ کی جانبازیاں
شیر غرّان سطوت پہ لاکھوں سلام''

محمد عبدالقیوم طارقؔ سلطانپوری

شیر حق دین کا ضیغم سخت جاں
عظمت شاہ کونین کا آستاں
دشمنان نبی کا مٹایا نشاں
''ان کے آگے وہ حمزہ کی جانبازیاں
شیر غرّان سطوت پہ لاکھوں سلام''

محمد عبدالقیوم طارقؔ سلطانپوری

جاں نثاران مولا کی جانبازیاں
اہل بطحا و طیبہ کی جانبازیاں
حق پسند، اہل تقویٰ کی جانبازیاں
''ان کے آگے وہ حمزہ کی جانبازیاں
شیر غرّان سطوت پہ لاکھوں سلام''

حافظ عبدالغفار حافظؔ

ابن اسود پہ وہ تیر اندازیاں
گاہے عتبہ پہ ان کی سناں بازیاں
مرحبا مرحبا وہ سرفرازیاں

''ان کے آگے وہ حمزہ کی جانبازیاں
شیرِ غرّان سطوت پہ لاکھوں سلام''

صاحبزادہ ابوالحسن واحد رضویؔ (پاکستان)

اَسَدِ شاہِ والا کی جاں بازیاں
ربِ کعبہ کے شیدا کی جاں بازیاں
وہ امیرِ مدینہ کی جاں بازیاں
ان کے آگے وہ حمزہ کی جاں بازیاں
''شیرِ غُرّانِ سطوت پہ لاکھوں سلام''

محمد عارفؔ قادری

نظم، رباعیات، قطعات اور ہائیکو

خاموش مُبلّغ

سلام اُس پر ہزار جس نے
ابوجہل کو سبق سکھایا
کمان اٹھائی برائے اسلام
جیا محمد ﷺ کی آن بن کر
سدا محمد ﷺ کے کام آیا
وہ جس نے پرچم بلند کر کے
بلند بدری صحابیوں میں کیا مقام ونشانِ اسلام
سلام اس پر ہزار جس نے
کیا بھتیجے پہ اپنا سایا
تو اس بھتیجے کو عزم بخشا
وہ عزم، پیہم جو کام آیا
برائے کار جہاد و تبلیغ
پئے اساس ونہار و تبلیغ
سلام اس پر ہزار جس نے
احد کی خاطر بہ دستِ ہندہ
کرایا چاک اپنا پاک سینہ
کرایا پاک اور پاک سینہ

بہوایا جس نے بہ دستِ وحشی
لہو اُحد میں اَحد کی خاطر
لہو کو اپنے قلم بنا کر
لہو فشاں اپنے دل کی تختی پہ لکھ گیا وہ
عجب کہانی
کہ جس کہانی کے خاتمے پر
خود اس کے قاتل
جھکے ہوئے سر یوں لے کے آئے
خجل خجل سے
جنہوں نے اس کے بدن کو کاٹا
جنہوں نے رنگیں کیا تھا سینہ
وہ لوگ آئے خجل خجل سے
وہ لوگ تڑپے، وہ لوگ کلسے
اسی بھتیجے کے آستاں پر
وہ لائے ایماں خدا پہ دل سے
سلام اس پر ہزار جس نے
یہ دی شہادت کہ حق کی خاطر
یہ جان دینا بھی اک ہنر ہے
شہید کو سرفرازیاں ہیں
اور آج قاتل خمیدہ سر ہے

آفتاب مضطر

سیّد الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ عنہ

چچا بھی تھے وہ نبی کے
رضاعی بھائی بھی
علامت ان کو شجاعت کی جانتے تھے عرب
وہ لائے ایماں
تو اس درجہ اہلِ ایماں نے
قیام مکہ کے دوران تقویت پائی
کہ دست کش ہوئے اہلِ قریش
گھبرا کر
ضرر رسانی کے معمول سے
بڑی حد تک
بھلائی لوگوں سے کرنے میں
پیش پیش تھے وہ
بالالتزام
قرابت کا حق ادا کرتے
بہادری کا یہ عالم
کہ خود نبی نے کہا

رسول کے بھی ہو تم شیر
اپنے رب کے بھی
علم دلیری کے میدان بدر میں گاڑے
امان مانگتے تھے
ان کی تیغ سے کفار
احد کی جنگ تھی
جس سمت بھی بڑھے حمزہ
لگائے کشتوں کے پشتے
صفِ عدو میں کیا ایک تہلکہ برپا
محال تھا کہ انہیں زیر کر سکے کوئی
مگر ہر ایک کا
اک وقت تو مقرر ہے
کوئی بھی ہو
اسے جانا ہے فانی دنیا سے
سو پشت سے کیا ''وحشی'' نے آ کے کاری وار
شدید زخمی ہوئے
لیکن ایسی بے جگری کہ روح کر گئی پرواز
تیغ ہاتھ سے نہ چھٹی
ملا جب اعدا کو
بے روح جسم حمزہ کا

اسی پہ غیض نکالا سب اپنا ٹوٹ پڑے
بگاڑا چہرہ
کیا پیٹ چاک چاک ان کا
چبا کے ان کا کلیجہ
بجھائی دل کی آگ
نبی ملول ہوئے اس قدر کے کہتے ہیں
تمام زندگی اتنے نہ پھر ملول ہوئے
خوشا نصیب
کہ ان کو حیاتِ فانی میں
کہا رسولِ مکرم نے خود کہ اے حمزہ
مرے بھی شیر ہو تم
اور اپنے رب کے بھی
ہوئے شہید تو
نکلا زبان احمد سے
یہ سیّد الشہداء ہے یہ سیّد الشہدا

سید ضیاء الدین نعیم
(لیاقت پور)

سیّد الشہداء کی بارگاہ میں نذرِ عقیدت

آپ عمِّ نبی ﷺ
آپ شیرِ خدا
آپ کے نام سے
دل کو راحت ملے
آپ کے ذکر سے دل کو فرحت ملے
چاہتے تھے انہیں سرورِ دو جہاں
خاص نظرِ کرم اُن پہ
رب کی ہوئی دینِ حق کے لیے چن لیا آپ کو
کتنا اعلیٰ لقب آپ کو مل گیا
آپ سردار شہدائے اسلام کے اے احد کے مکیں
تم سا کوئی نہیں
ہر مسلماں کے دل میں دھڑکتے ہو تم
قلب طاؔہر بھی مالا تمہاری جپے
اور زباں پر
یہ طاؔہر کی نغمہ رہے
مرحبا مرحبا اے شہیدِ وفا، اے شہیدِ وفا مرحبا مرحبا

طاؔہر سلطانی (کراچی)

بہت عظیم ہے رتبے امیرِ حمزہ کے

بہت عظیم ہے رتبے امیرِ حمزہ کے
فرشتے پڑھتے ہیں خطبے امیرِ حمزہ کے

بقائے دین کی خاطر لٹا دی جاں اپنی
بہت بلند ہیں جذبے امیرِ حمزہ کے

رسول پاک کی الفت میں رہتے تھے سرشار
اسی لئے تو ہیں چرچے امیرِ حمزہ کے

بھلا میں آپ کی عظمت بیاں کروں کیسے
میرے نبی سے ہیں رشتے امیرِ حمزہ کے

بلائیں خوف ہیں کھاتیں اسی لیے مجھ سے
میری زباں پہ ہیں نغمے امیرِ حمزہ کے

کروں میں صبح و مسا ذکر آپ کا بیشک
ملیں گے مجھ کو بھی صدقے امیرِ حمزہ کے

بیاں یہ کرتی ہے ارض احد سنو بیشک
بہادری کے وہ قصے امیرِ حمزہ کے

تمام قوت باطل لرز پڑیں مضطؔر
لگاؤ زور سے نعرے امیرِ حمزہ کے

آفتاب عالم مضطؔر امجدی گونڈوی

قتیل راہِ محبت

قتیل راہِ محبت، شہید جادۂ حق
لکھا ہے خون سے تاریخ نو کا تو نے ورق

خوشا وہ جرأت بے باک جس کی شوخی سے
جبین عظمت باطل پہ آ گیا ہے عرق

فنا کے بعد بقائے دوام ملتی ہے
یہ دے گئی ہے تیری موت زندگی کو سبق

حسین عارفؔ

رباعیات توام

در صنعتِ توشیخ در مدح
سیّد الشہدا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ

اک نور کی تنویر احمد میں چمکی
مقتل میں شہادت کے سفر میں دمکی
یوں اس سے ہوئی راہِ شہادت روشن
راہِ شہداء اس نے عجب محکم کی

......

حسرت تھی عجب میرے دل پر غم کی
مدحت میں لکھوں ایسے رفیق و عم کی
زندہ جو رہا بن کے رفیقِ سرکار ﷺ
ہندہ کی جبیں جان لٹا کر خم کی

آفتاب مضطر

قطعات

آپ عم ہیں رسول اکرم ﷺ کے
لائقِ احترام بھی ٹھہرے
کیوں نہ گن گائے آپ کے طاؔہر
نقش سارے ہیں آپ کے گہرے

☆

آپ سردار ہیں شہیدوں کے
یہ حدیثِ حضور والا ہے
مومنوں کے سلام ہوں حمزہ
آپ کا مرتبہ بھی اعلیٰ ہے

☆

ہے شجاعت کو ناز حمزہ پر
کافروں پر عیاں ہے جرأت بھی
مومنوں کے دلوں میں رہتے ہیں
مہرباں آپ پہ ہے قدرت بھی

☆

جاں دی دین کی بقا کے لیے
شیر اللہ کا وہ کہلایا
سیّدالشہداء کہو اُس کو
میرے آقا نے یہ ہے فرمایا

طاؔہر سلطانی

منقبتی ہائیکو

ذہنوں میں زندہ
آج ہے حمزہ پائندہ
ہندہ شرمندہ

کر قتلِ حمزہ
تھے خود سے بھی شرمندہ
وحشی اور ہندہ

نورِ ایماں سے
وہ سینے معمور کیے
ایک کلیجے نے

نام کے حمزہ تھے
جنگِ اُحد میں کہلائے
میر شہیدوں کے

آفتاب مضطرؔ

سلام

بحضور سید الشہداء حضرت سیّدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدِنَا حَمْزَۃَ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا عَمَّ رَسُوْلِ اللّٰہِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا عَمَّ نَبِیِّ اللّٰہِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا عَمَّ حَبِیْبِ اللّٰہِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا عَمَّ المصطفی، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدَ الشُّھَدَاءِ وَ یَا اَسَدَ اللّٰہِ وَ اَسَدَ رَسُوْلِہٖ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدِنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنَ جَحْشٍ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مُصْعَبَ ابْنَ عُمَیْرٍ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا شُھَدَاءَ اُحُدٍ کَافَّۃً عَامَّۃً وَّ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ۔

ترجمہ: سلام ہو آپ پر اے سیّدنا حمزہ، سلام ہو آپ پر اے عمِّ محترم رسول اللہ کے، سلام ہو آپ پر اے عمِّ بزرگوار اللہ کے نبی کے، سلام ہو آپ پر اے چچا اللہ کے محبوب کے سلام ہو آپ پر اے چچا مصطفیٰ کے سلام ہو، آپ پر اے سردار شہیدوں کے اور اے شیر اللہ کے اور شیر اس کے رسول کے، سلام ہو آپ پر اے سیّدنا عبداللہ بن جحش، سلام ہو آپ پر اے مصعب بن عمیر، سلام ہو آپ پر اے شہدائے اُحد سب کے سب پر اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔

سلام سید الشہداء

اسداللہ واسد رسولہ سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

السلام اے سید اہل شہادت السلام
السلام اے واقفِ رمزِ عبادت السلام

السلام اے شیرِ میدانِ عزیمت السلام
السلام اے حاملِ شانِ امامت السلام

السلام اے روح عزم و استقامت السلام
السلام اے لاجواب و بیش قیمت السلام

السلام اے صاحب تاج و سیادت السلام
السلام اے فخرِ اربابِ قیادت السلام

علامہ محمد شہزاد مجددی (لاہور)

السلام اے کشتۂ عشقِ خدا

السلام اے کشتۂ عشقِ خدا السلام اے عکس روحِ مصطفیٰ
السلام اے رونق بزمِ جناں السلام اے نورِ چشمِ قدسیاں
السلام اے حمزۂ عالی وقار السلام اے شیرِ ذاتِ کردگار
ابنِ عبدالمطلب، جدّ بتول آپ ہیں شیرِ خدا، شیرِ رسول
السلام اے پاسبانِ دینِ حق السلام اے عز و شانِ دینِ حق
السلام اے حاملِ فضل و کمال السلام اے ظلِ ذاتِ ذوالجلال
السلام اے صاحبِ بدر و اُحد السلام اے واصلِ ذاتِ اُحد
السلام اے سب شہیدوں کے امام السلام اے حامیِ خیر الانام
السلام اے بابِ فیضانِ رسول کیجیے ہدیہ سلامی کا قبول
اک نظر فرمایئے شہزؔاد پر ہو کرم اس طالبِ امداد پر

علامہ محمد شہزاد مجددی (لاہور)

نازشِ سردار بطحا حضرتِ حمزہ سلام

بھیجتا ہوں لمحہ لمحہ حضرتِ حمزہ سلام
لب پہ جاری ہے وظیفہ حضرتِ حمزہ سلام

نازش سردار بطحا حضرتِ حمزہ سلام
زینب بزم صحابہ حضرتِ حمزہ سلام

آپ ہیں لاریب شہرِ رحمت للعالمیں
آپ کا اونچا ہے رتبہ حضرتِ حمزہ سلام

آپ ہیں لجپال عبدالمطلب کے دل کا چین
ہاشمی غیرت کا جلویٰ حضرتِ حمزہ سلام

آپ کی پر درد قربانی پہ چشم نم کے ساتھ
بھیجتی ہے آل زہرا حضرتِ حمزہ سلام

السلام اے ناز حیدر اے ابوطالب کی جان
سرور عالم کے تایا حضرتِ حمزہ سلام

آپ کی دہلیز پر میں اپنی پلکوں سے کروں
کب سے ہے میری تمنا حضرتِ حمزہ سلام

حور و غلمان و ملائک خلد میں یا سیّدی
آپ کا گاتے ہیں سہرا حضرتِ حمزہ سلام

آپ شمشیرِ غضب تھے مشرکوں کے واسطے
مومنو کے ملجا و ماوا حضرتِ حمزہ سلام

اس لیے بھی رد نہیں ہوتی میری کوئی دعا
آپ ہیں میرا وسیلہ حضرتِ حمزہ سلام

کیجیے میری سفارش سیّد ابرار سے
بحرِ حیدر بحرِ زہرہ حضرتِ حمزہ سلام

مشکلوں کو ٹال دیتا ہے وسیلہ آپ کا
حرز جاں ہے اب تو اپنا حضرتِ حمزہ سلام

والدین مصطفیٰ کا واسطہ کردیں عطا
جائے گا خالی نہ منگتا حضرتِ حمزہ سلام

پیش کرتا ہے سلامی لیجیے در پر بُلا
آپ کا قاسؔم ہے شیدا حضرتِ حمزہ سلام

محمد قاسؔم کیلانی

آپ سردارِ شہیداں، قول ہے سرکار کا

اے محبِّ مصطفیٰ، اے حمزۂ ذیشاں! سلام
اے نبی کے شیر، اے اللہ کے برہاں! سلام

آپ نے گستاخئ بوجہل کا بدلہ لیا
اے جری عمِّ نبی، اے نازشِ مرداں سلام

خون سے اپنے چراغِ حق فروزاں کردیا
'سب شہیدانِ اُحد پر ہو بقلب و جاں سلام'

آپ کی بدر و اُحد میں کیا شجاعت! مرحبا
اے مجاہد! شیرِ حق اے نیرِ تاباں! سلام

کفر کی ظلمت مٹائی، حق کی رَہ میں جان دی
رَن میں اے آپ لے کر مشعلِ ایماں، سلام

آپ کے روضے پہ دیتے ہیں مسلماں حاضری
عرض کرتے ہیں وہاں رحمٰن کے مہماں[1]! سلام

آپ سردارِ شہیداں، قول ہے سرکار کا
اے دلاور! اے جری! اے ضیغم یزداں! سلام

آپ ہیں عمِّ نبی اور آپ ہیں عمِّ علی
آپ اُلفت میں نبی کی، ہوگئے قرباں، سلام

آپ کی مدحت میں احقر پھولؔ ہے رطب اللسان
اک دل میں آپ کی قربت کا ہے ارماں، سلام

[1] حج اور عمرہ کے لئے جانے والوں کو ضیوف الرحمٰن (رحمٰن کے مہماں) فرمایا گیا ہے۔

تنویر پھولؔ (امریکہ)

نعت ریسرچ سینٹر۔انڈیا کی مطبوعات

۱۔ اردو کی اوّلین تخلیق۔ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری

۲۔ اردو میں نعتیہ شاعری۔ڈاکٹر سیّد رفیع الدین اشفاق ناگپوری

۳۔ لولاک (سیرتِ پاک پر مبنی ایک طویل نظم) چندر بھان خیال

۴۔ صبیح رحمانی کی نعتیہ شاعری (فکری و تنقیدی تناظر)۔ڈاکٹر شمع افروز

۵۔ چمنستان نعت (بیسویں صدی کے اردو کے مشاہیر نعت گو شعراء کے کلام کا نمائندہ انتخاب) پروفیسر فاروق احمد صدیقی

۶۔ علامہ اقبال کی داستان دکن۔میر محمود حسین ایم۔اے

۷۔ ماہ پارے (منظوم کلام) منیر احمد جامی

۸۔ رباعیات مومن۔فاروق جائسی، ضیاء فاروقی

۹۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم۔پروفیسر عبدالحق

۱۰۔ کلیات خلیق۔خلیق فیض آبادی (مرتب: انعام الرحمٰن خان)

۱۱۔ سفر نامۂ عرض مقدس (مرتب: ڈاکٹر سعید روشن)

۱۲۔ سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔فیروز احمد سیفی

دبستان نعت کے نویں شمارے کے پس ورق پر نعت ریسرچ سینٹر انڈیا کی ایک اہم پیشکش ''سیدالشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ: حیات و کارنامے اور فضائل ومناقب'' کے عنوان سے ایک اشتہار ہے۔ ڈاکٹر سراج احمد قادری صاحب اور فیروز احمد سیفی صاحب نے اس موضوع پر اپنی نوعیت کی نایاب، دلکش اور دلآویز پیشکش کا نہ صرف غیر معمولی فیصلہ کیا ہے بلکہ اسے حقیقت کا جامہ پہنا کر اپنے معزز قارئین کے مطالعے کی میز پر کمال ہنرمندی کے ساتھ پہنچا بھی دیا ہے۔ زیر نظر پیشکش کی اشاعت سے قبل موضوع کی مناسبت سے ڈاکٹر سراج احمد قادری صاحب زید مجدہ نے راقم الحروف کو سیدالشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ پر مختصراً چند باتیں لکھنے کا حکم دیا تھا، لیکن یونیورسٹی میں ماہ دسمبر میں موسم سرما کی تعطیلات اور دیگر گوناگوں مصروفیات کے سبب ڈاکٹر سراج صاحب کے حکم کا احترام میں نہیں کرسکا، حکم عدولی کا مجھے بے حد افسوس ہے۔ یہاں ان کے حکم کی تعمیل میں بہ عجلت یہ چند سطور پیش خدمت ہیں۔

ڈاکٹر محمد انظر ندوی

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ مطالعات عربی، انگلش اینڈ فارن لینگویجز
یونیورسٹی، حیدرآباد۔ 500007

محترم جناب فیروز احمد سیفی صاحب سے تقریباً دس گیارہ سال سے میری رفاقت ہے۔اس وقفے میں میری ان سے دوتین بار روبرو ملاقاتیں بھی ہوچکی ہیں۔وہ مجھے ایک چھوٹے بھائی کی طرح عزیز رکھتے ہیں اور اپنی اولاد کی طرح مجھ سے محبت فرماتے ہیں اوراب ان کی نوازشات کا حال یہ ہے کہ وہ علمی وادبی سارے فیصلے میرے سپرد کرکے بے نیاز ہوجاتے ہیں، میں لاکھ اُن سے گزارش کروں مگر وہ یہی فرماتے ہیں کہ ہم دونوں ایک ہیں۔میں جب ان کی محبتوں کوتصور کرتا ہوں تو اس میں خلوص کا جووفور پاتا ہوں ان کو بیان کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔میں ہمیشہ اللہ جلّ مجدہٗ کی بارگاہ عالی جاہ میں یہی دعائیں کرتا ہوں کہ میرے کریم رب جس طرح تونے حضرت سیدنا صدیق اکبراور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دلوں کوسرور کائنات روحی فداحضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبتوں اور رفاقتوں کا گنجینہ بنادیا تھا اسی طرح ہمارے دلوں کوبھی ایک دوسرے کی محبت کا خزینہ بنادے اورکل بروز حشر جب ہم تیرے اور ترے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوں توایک ساتھ حاضر ہوں، آمین۔

محترم جناب فیروز احمد سیفی صاحب کی یہ قلمی کاوش سیدالشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کی گہری عقیدت ومحبت کا منھ بولتا ثبوت ہے جن سے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوبے پناہ محبت تھی اور اس کی سب سے بڑی دلیل ان کے مشرف بہ اسلام ہونے کا واقعہ ہے اوران کے مشرف بہ اسلام ہونے سے جوتقویت اسلام اوررسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوحاصل ہوئی وہ اپنے آپ میں بے مثل وبے مثال ہے۔

سیفی صاحب نے اپنی اس کاوش میں اپنے خلوص کونچوڑ کرر کھ دیا ہے۔حضرت سیدالشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں دانشورں اورشعرائے کرام سے رابطہ قائم کرکے مضامین ومناقب لکھوانا کوئی آسان کام نہیں تھاوہ بھی سات سمندر پاررہ کرمگر بقول اقبالؔ:

اس ذرّے کو رہتی ہے وسعت کی ہوس ہردم — یہ ذرہ نہیں شاید سمٹا ہوا صحرا ہے
چاہے تو بدل ڈالے ہیئت چمنستاں کی — یہ ہستیِ دانا ہے ، بینا ہے، توانا ہے

مجھے امید ہے کہ محترم جناب سیفی صاحب کی یہ علمی وادبی کاوش سیدالشہداء حضرت سیدنا امیر احمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت عوام وخواص کے دلوں میں جاں گزیں کرنے میں ایک نمایاں کردار ادا کرے گی۔ان شآ ء اللہ تعالیٰ

۲۶ر دسمبر ۲۰۲۴ء

ڈاکٹر سراج احمد قادری

مدیر مجلّہ ''دبستان نعت'' نعت ریسرچ سینٹر۔انڈیا

Sayyadus Shuhada Hazrath Ameer-E-Hamza
(Hayat Aur Karname, Fzail-O-Mnaqib)
Edited By: Fairoz Ahmed Saifi

Naat Research Center - India

Mohalla Banjaria West, Khalilabad, Distt. Sant Kabeer Nagar, (U.P) India-272175
Mob.: 7985754611, 9415875761, www.naatresearchcenterindia.com
drsiraj123@gmail.com/anees11435@gmail.com

ISBN 81-95600-58-1
9 788195 600588